أَفْضَلُ الأَعْمَالِ خُلْقٌ حَسَنٌ

بہترین اعمال اخلاق نیک ہین

مقبولِ آفاق

نسخہ

جواہر الاخلاق

از تالیفات و تصنیفات جناب مستطاب معلی القاب شمس العلماء ممتاز الاذکیاء
مولوی مرزا محمد لیاقت حسین صاحب مدظلہ العالی
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ریاست چرکھاری

سنہ ۱۹۰۵ء

آدمی زادہ طرفہ معجونیست · از فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند میل این بود کم ازین · ور کند قصد آن شود بہ ازان

در مطبع اکبری آگرہ واقع محلہ نئی بستی باہتمام مجید الدین احمد طبع شد

طبع اول ۵۰۰ جلد · حق تالیف بذریعہ رجسٹری محفوظ · قیمت فی جلد مع محصولڈاک ۸/ (?)

اطلاع

المشتہر
مرزا حبیب حسین۔ بی۔ اے۔ لکھنؤ
مصنف "تمدن تہذیب" (انگریزی وہندوستانی تہذیب) و موجد "ساعتہ حبیب" (اردو وہندی مختصر خط)

فہرست مضامین جواہر الاخلاق

یا فتاح

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد کے لایق وہی قادرِ مطلق اور صانعِ برحق ہے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ اور صنعتِ بالغہ سے ہیژدہ ہزار عالم کو عالمِ امکان مین لاکر شمعِ دانش کو واسطے تمیز نیک و بد اور اکتساب سود و بہبودِ ابد کے فانوسِ دماغِ بشر مین منور فرمایا اُس کے سپاس بیقیاس کی تشریح کے سوادِ بسیط مین پیکِ قلم کو قدم رکھنا دریا کو کوزے مین بھرنا ہے۔

نعتِ فایق اُس رسولِ خلایق صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سزاوار ہے جس نے

حق و باطل بتا دیا ہم کو	نیک و بد سب سُجھا دیا ہم کو
شرک و بدعت سے کر دیا آگاہ	ملک توحید کی بتائی راہ
ہون ہزارون درود اور سلام	بر نبی و بر آلِ ذوالانعام

بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ حقیر پر تقصیر خاکپاے اساتذہ کمترین مرزا محمد لیاقت حسین ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ چرکھاری خلف مرزا محمد قادر بیگ

مؤلف اس کتاب کا قدیم نمک خوار اس سرکار عالی وقار کا ہے جو بنام ریاست چرکھاری
ایک نیکنام ریاست علاقۂ ملک بندیل کھنڈ مین خیرخواہ سرکار گورنمنٹ ہے جس کے
نسبت نواب مستطاب معلی القاب جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر وایسرائے
کشور ہند نے بہ تشہیر اشتہار جسکی نقل اور ترجمہ اس کتاب مین درج ہین ۱۸۵۹ء
مین اعتراف خیرخواہی ایام غدر کا فرمایا ہے - الحال یہ ریاست بقدوم فیض لزوم حضور
فیض گنجور رعایا پرور عدل گستر علم وہنر دوست فرمانروائے عالی تبار آقائے نامدار
ہز ہائینس سری مہاراجہ دھراج سپہدار الملک سر **ملکھان سنگھ** جو دیو صاحب بہادر
کے - سی - آئی - ای دام اقبالہم بہ تمام سرسبزی و ترقی روزافزون کے آباد و رونق پذیر
ہے

اشعار

الٰہی باغ مین جب تک کہ شور عندلیبان ہی	نسیم صبح سے جب تک گل گلزار خندان ہے
رہے اقبال اُسکا اور جاہ و حشمت و دولت	کہ وہ چارہ گر حاجت روائے مستمندان ہی
کبھی خالی کف جود و عطا ہرگز نہو اُس کا	اُسے کہتی رہے خلقت کہ تو فخر رئیسان ہی
رہے یارب سلامت باکرامت وہ فلک منزل	قدوم میمنت سے جسکے چرکھاری گلستان ہی
دعا دیتا رہونگا جان و دل سے مین سدا اُسکو	کہ میرے تن کا ہر اک رونگٹا ممنون احسان ہی

حضور ممدوح کے والد بزرگوار سردار عالی وقار جناب فیض مآب راؤ بہادر دیوان
جوجھار سنگھ جو دیو صاحب سی - آئی - ای مدار المہام اس سرکار دولتمدار کے
ہین جو نہایت زیرک مشیر خوش تدبیر ہمیشہ دستگیر ہر صغیر و کبیر شفیق حال غریب و امیر
رائے سلیم و طبع حلیم سے شہرۂ آفاق اکرام و اخلاق مین اپنے آپ نظیر ہین

رہے شاداب ابر مکرمت سے انکے چرکھاری	طراوت بخش باغ دہر مین جبتک کہ باران ہی

مخفی نہ رہے کہ اگرچہ کل جاندار بدن وجسم کے اعتبار سے یکسان اور جینے مرنے کے
لحاظ سے برابر ہین مگر انسان عقل و تمیز کے سبب کہ جو ایک جوہر اعلیٰ اُسے عطا ہوا ہی

اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے جس کی قوت سے علوم و صنائع کو وہ سیکھ و سمجھ سکتا ہے
اور جس قسم کے اوصاف چاہے پیدا کر سکتا ہے برخلاف اور حیوانات کے کہ اُن کی حاجتوں کا
رفع ہونا اُن کی فکر و تدبیر سے متعلق نہین بلکہ قدرتی اور پیدایشی ہے لیکن انسان بغیر
تعلیم کے صفت علم سے موصوف نہین ہو سکتا اور علم انسانیت کا ایک عمدہ جوہر اور
زیور ہے جو شخص علم سے بہرہ یاب نہین وہ گویا داخل گروہ انسان نہین۔ علم ہی انصرام امور
دنیوی و تہذیب اخلاقِ انسانی کی لیاقت حاصل کرنے کا وسیلہ اور علم ہی خداشناسی کا
بہت بڑا ذریعہ ہے بقول سعدیؒ ع کہ بے علم نتوان خدا را شناخت +
فی الجملہ جہان تک کتب سیر سے ثابت ہے اکثر ہر قوم و ملت کے شاہی احکام ترغیب و
تاکید تعلیم پر مرعی رہے کہ حکما و علما کی توجہ سے طلبا تحصیل علم سے فیضیاب ہون ہر چند
اگلے بادشاہون نے بھی سرگرمی کے ساتھ کوشش فرمائی تھی کہ انسان کے دلون
کے آئینے زنگ جہالت سے مکدر نہ رہین لیکن انصاف یہ کہتا ہے کہ فی زمانہ جس قدر
گورنمنٹ برطانیہ کے عہد دولت مین ترقی علم و ہنر کی طرف توجہ ہے شاید کسی بادشاہ کے
عہد مین نہ ہوئی ہوگی۔ شکر و احسان اُس شہنشاہ حقیقی کا کہ جس نے اپنے چشمۂ فیض و
کرم سے دریا روے زمین پر روان فرمائے اور نہرین جاری کین کہ جن کے سلوک سے
ہر گلستان شاداب اور بیابان سیراب ہوگیا خصوصاً وہ دریاے فیض جو دار السلطنت
لندن سے بڑے جوش و خروش کے ساتھ صدہا جزیرون کی سرزمین سے گذر کر تمام قلمرو ہند
پر موجزن ہے

شعر

بہت جب مہربان ہوتا ہے خالق اپنے بندون پر	تو عادل بادشہ کرتا ہے اُنپر حاکم و داور

اب ہم اُس بحر اعظم کو جناب ملک معظم قیصر ہند فرض کرتے ہین اور نہرون سے وہ
منتظمانِ سلطنت مراد ہین جو جناب ممدوح کے تمام مقبوضات پر حاکم و فرمانروا مقرر ہین
باغ و جنگل وہ رعایاے خاص و عام تحت حکومت سلطنت قیصری ہین جو اُنکی آبیاری

کے ذریعہ سے اُس بڑے دریاے کرم سے متعلق ہین۔ اُس سلطان غریب نواز نے
اپنے مصالح کو عین منافع اپنی فرمان بردار رعایا کا تصور فرمایا ہے اور بعدم تعصبی ہر فریق
کو بلا تعرض اپنے اپنے مذہب کی رسومات کو بطیب خاطر ادا کرنے کی اجازت ہے۔
خوبی انتظام کے بدولت مسافران دشت و دیار کو سفر مین ایسی آسانی ہے کہ ہزارون کوس
کی مسافت مرکب دخانی کے ذریعہ سے چند ساعت مین قطع ہو جاتی ہے۔ ہر شہر و قصبے
کے راستے پختہ کوہستانی راہین رہزنون سے صاف جابجا حفاظت کو چوکیان۔ مسافرونکو
لوٹ مار کا اندیشہ کم امن وامان کی امید زیادہ۔ ڈاک کا یہ انتظام کہ ایک پیسہ کا پوسٹ کارڈ
قیمتی خبرین منزلون کی مسافت پر اہل غرض کو پہنچاتا ہے۔ تار برقی متواتر خبر رسانی پر جدا
صدا سناتا ہے۔ مظلومون کی دادرسی ظالمون کی بیداد کا انسداد رفاہ عام کی کوشش
قومی ہمدردی کا لحاظ ترقی اور بہبود ملک کی فکر۔ ہر قریہ مین شفاخانے۔ امتحان یافتہ ڈاکٹر
مقرر غریب بیمارون کے آرام و آسائش کے واسطے پختہ و صاف کمرے۔ دوا و غذا دونون
وقت پر میسر۔ خصوص ہر شہر و دیہات مین مدارس علوم و فنون کی درس و تدریس جاری
علماء کا اعزاز تنخواہین بیش قرار۔ یون تو ادب منطق حکمت نظری عملی سب علوم کی
تعلیم ہوتی ہے لیکن اخلاقی علوم کی کتابین بھی واجب التعلیم سمجھی گئی ہین جو حقیقت
مین آئینۂ خیالات انسانی مین تہذیب کی شکل فطرتی دکھاتی ہین اور شائستگی اخلاق کا
تو اس عہد دولت مین اس قدر لحاظ ہے کہ غیر مہذب حالات کے قصص مسدود اُن کا چھپنا
یک قلم موقوف کیا گیا ہان وہ رسائل جو درستی افعال و تہذیب اخلاق و سعادت انسانی
کی غرض سے لکھے جاتے ہین کتب درسیہ مین شامل کئے جاتے ہین۔ شائستہ ترین یہ امر
قابل لحاظ ہے کہ جو شخص تربیت قوم کی غرض سے کوئی کتاب اخلاقی خیالات مین تصنیف و
تالیف کرتا ہے۔ قدردان سرکار گورنمنٹ اُس کے لئے انعام عطا کرتی ہے تاکہ مصنفین کو
مضامین اخلاق کی طرف رغبت زیادہ ہو اور رعایاے خاص و عام اُن کو پڑھکر اپنے

اخلاقی حالات کی درستی پر آمادہ ہون

اس مقام پر مؤلف نہایت ادب اور خلوص کے ساتھ چند اشعار بطور قصیدہ اپنے شہنشاہِ وقت کی مدح مین معرض تحریر مین لانا مناسب اور اپنی سچی عقیدت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔

قصیدہ در مدح شہنشاہ فلک بارگاہ قدردان شرفا شفیق غربا ملک معظم ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند خلد اللہ ملکہٗ و دولتہٗ

حبذا اے دادرس شاہنشہِ والا حشم
صاحبِ تاج و سریر و لشکر و طبل و علم

حکمرانِ انڈیا ہے قیصرِ ہندوستان
غیرتِ فغفور چین و رشکِ شاہانِ عجم

چشمِ الطاف و رعایت سے رعیت پر نگاہ
دستِ ایثار و کرامت سے غریبون پر کرم

رکھتے ہین ظالم عملداری سے اُسکے خوف و بیم
رہتے ہین مظلوم اُسکے عہد مین بے رنج و غم

بندوبست اُس کا رعیت کیلئے سنگین حصار
رفعتِ ہمت سے اُسکے قصرِ بدعت منہدم

اُسکی خصلت مین ہے نیکی اور طینت مین سلوک
اُسکی نیت مین ہی خلق اُسکی طبیعت مین کرم

گرچہ لندن مین ہی وہ شاہنشہِ والا جناب
ہند مین بھرتی ہی پر اُسکی رعایا اُسکا دم

عہدِ دولت مین ہی اُسکے جسقدر امن و امان
ہی یقین ہو اور شاہون کی عملداری مین کم

کس طرح انسان سے ہو رحم و کرم اُسکا بیان
جسکے ادنیٰ وصف مین قاصر زبان عاجز قلم

اب لیاقت کی دعا ہی سامع الدعوات سے
اپنے بندون پر ہے جو مصروف رحمت دمبدم

تیرے بارانِ کرم سے یا خدا جب تک زمین
سبزہ و گُل سے ہے نزہت کے سبب باغِ ارم

جب تلک دنیا مین ہین فرمان روایانِ جہان
اپنی اپنی سلطنت مین صاحبِ سیف و قلم

زندگی و آل و اولاد و سپاہ و ملک سے
قیصرِ ہندوستان کا ہو فزون جاہ و حشم

مقصود اصلی اس کتاب کا یہ ہے کہ تربیت بنی نوع انسان درباب تعلیم و تہذیب اخلاق نیک بطریق معقول ہو جس کے حاصل کرنے کا وقت مناسب بزمانہ

کم سنی قرار پایا ہے کہ جب بچون کی طبیعت مثل ایک لوح سادہ کے ہوتی ہے جو نقش کے قبول کرنیکو آمادہ ہے اور جس وقت بچون کے اطوار کی اصلاح ہو کر شائستہ خصائل اُنکے دلون مین متمکن ہو سکتے ہین اور پند و نصائح متقدمین سے جو اس کتاب مین قلمبند ہوئے علم و خوش اخلاقی کی خوبیون اور جہالت و بد اخلاقی کی خرابیون سے عوام کو بوجہ احسن آگاہی ہو کر شوق دلی و رغبت قلبی پیدا ہو۔ دوسرے یہ کہ خلقت عقل کی طلبگار اور عقل کو تجربہ درکار ہے لیکن تجربہ کو ایک زمانہ دراز و فراغت تمام چاہئیے اِلّا مدت عمر مستعار اس امر کو وفا نہین کرتی۔ ازانجا کہ مولف کو اس سرکار فیض آثار کے نمکخواری قدیم کا فخر حاصل ہے اسواسطے حکما کے احوال اور علما کے اقوال اور سیر و سرگذشت شاہان صاحب اقبال صفحہ قرطاس پر بطرز پسندیدہ رقم کین تاکہ کیفیت عدل و سخاوت سلاطین ماضی موجب ترغیب رئیسان حال و استقبال ہو مخصوص ارباب حکومت و والیان ریاست جو اپنی رعایا کے گلہ بان کہلاتے ہین اُس کو اپنا دستور العمل کرکے دوسرون کے تجربہ سے مستفید ہون اور خلقت انتظام معاش و معاد مین افعال قبیح اور اُن کے نتیجہ صریح سے عبرت پذیر ہو کر ضرر و قباحت دارین سے محفوظ رہین۔ پس اس ہیچمیرز نے ایک مدت مدید کی مشقت و جانفشانی کے بعد مضامین نصائح آمیز و روایات عبرت خیز نکات دلچسپ و اقوال مسرت انگیز کتب زبان فارسی و اُردو و انگریزی سے اخذ کرکے اس کتاب فیض انتساب کی تالیف و ترتیب کی جو ہدیۂ ناظرین پُر تمکین ہے

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

تمام کتاب مین یہ امر خاصکر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ مضامین خلاف تہذیب و تعصب و توہین کسی فرقہ کے نہ ہون اگر کسی مقام پر احیاناً کوئی تذکرہ متعلق ملت کسی قوم کا واقع ہوا تو مفہوم اُس کا ایسا نہین کہ کسی بندہ آزاد کو پابند عقیدہ کسی ملت کا کرکے آزار دلی کا سبب ہو بلکہ یہ کہ صاحب رائے معقول کو مضامین تمامتر نصائح آموز و اقوال علمائ

سعادت اندوز مقبول ہون اور اشخاص غیر مذہب بھی مواعظ و پند سے استفادہ کرسکین۔

اِس کتاب فضیلت مآب کو جناب مہاراج دھرراج سری جے سنگھ جودیو صاحب بہادر سپہدار الملک بیکنٹھ باشی سابق والی ریاست چرکھاری نے بکمال قدر دانی ملاحظہ فرماکر ممیز و ممتاز فرمایا جس کے سبب سے تالیف اور مولف کی توقیر بدرجہ غایت ظہور پذیر ہوئی چنانچہ تصدیق وقعت و عزت افزائی مولف بوجہ تالیف اِس کتاب کے بشمول تذکرہ چند اہالیان تصانیف جن کے ترقی مناصب اور افزونی مراتب کی وجہ اُن کی تصانیف بعہد فرمانروایان ریاست ہذا کے ہوئین یہان کی تواریخ (جو ورنیاکل ہسٹری آف چرکھاری ۱۸۸۵ء) مین چشمۂ محاسن اخلاق فراوان مصدر خیر و احسان پنڈت جاگیشر پرشاد صاحب تواری ممتاز العلما اتالیق حضور مہاراجہ صاحب دام اقبالہم نے جو اس ناچیز کے سچے کرم گسترون مین سے ہین زیب رقم فرمائی ہے وہ واسطے فخر اس ناقص الرائے کے کافی ہے۔

بعد مسند نشینی حضور فیض گنجور ہز ہائینس مہاراج دھراج سپہدار الملک سر ملکھان سنگھ جودیو صاحب بہادر کے۔سی۔آئی۔ای بکمال توجہ عنایت مآثر و طیب خاطر دریا مقاطر منتخب مضامین نصائح آگین اِس کتاب کے ملاحظہ فرمائے کہ پسند و مقبول ہوکر منشاء اشاعت ظاہر فرمایا گیا۔یہ قدر دانی اس درجہ موجب عزت افزائی مولف ہوئی کہ اکثر احباب اس کے طالب ہوے اور بعض یورپین حکام عنایت فرمائے مولف سے فرمایش کی اور اس کی قلمی نقول اُن کو پیش کی گئین۔

اسی اثنا مین ہنگام خوش آغاز و نیک انجام جشن جوبلی شصت سالہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند جنت آرامگاہ جو بتاریخ ۲۲ ماہ جون ۱۸۹۷ء مقرر ہوکر تمام عالم مین مشہور تھا قریب آپہنچا اس موقع کو مغتنمات سے خیال کیا اور اِس کتاب کو بتعجیل بحضور ملکہ معظمہ مرحومہ روانہ کیا خوبی تقدیر نذر حقیر مقبول نظر کیمیا اثر ہوئی اور اِس کتاب کا ستارہ لیا چمکا

کہ ہزار قدر و منزلت شکریہ مولف بالفاظ بیش بہا جو قابل فخر ہمجنسون مین اور لایق قدر ہم چشمون مین ہین ظاہر فرما کر سر عزت اور افتخار اس خاکسار کو پستی طالع سے اوج فلک الافلاک پر پہنچایا۔

ترجمہ چٹھی انڈین سکرٹری

حسب الحکم۔ ملکۂ معظمہ کوئین وکٹوریا دامت اقبالہا کے تہ دل سے شکرگذاری بعوض ایڈریس اور کتاب جواہر الاخلاق کے جو آپ نے ارسال کی ہے پہنچاتا ہون۔ حضور ممدوحہ نے یہ بھی آپ سے ظاہر کرنے کو فرمایا ہے کہ جو کلمات خیرخواہی اُنکے نفس نفیس اور تخت سلطنت کی نسبت آپ نے استعمال کئے ہین اُنکو ملکہ موصوفہ کمال قدر و منزلت کی نظر سے ملاحظہ فرماتی ہین۔

پس تالیف نحیف کی اس قدر قدردانی رئیسان و عزت افزائی مولف شاہان عالیشان سے اس ہیچمیرز کو بہت بڑے فخر کا موقع حاصل ہوا یعنی سابق مین جو کتاب کہ معمولی قدر و قیمت کے لایق بھی نظر کیمیا اثر شاہان ذی شوکت و عالی شان نے اُسکی وقعت و منزلت کو کہین سے کہین پہنچا دیا۔ اور مؤلف کو اس کے طبع کرنے پر مجبور کیا۔ خاصکر جبکہ بافضال ایزد لایزال خورشید خوش طالعی اس کتاب کا مطلع انوار نیک نامی سے طلوع ہو کر برج کمال مین مقیم ہوا اور برخوردار خجستہ اطوار سعید کونین مرزا جلیب حسین بی۔ اے پرنسپل حسین آبادہائی اسکول مقام لکھنؤ زاد عمرہ و قدرہ نے تہذیب جلیب کتاب موسومہ معدن تہذیب مین جس کی اشاعت بکمال قدردانی و اشتیاق حکام و رؤسا عالی مقام اظہر من الشمس ہوئی اس کتاب کا حوالہ تحریر کیا۔ مختلف مقامات سے اکثر ارباب مذاقت نے قبل از معائنہ اس کتاب کے ملاحظہ کا اشتیاق دلی اور بعض اصحاب دانش و لطافت نے قبل طبع اس

تالیف کے طلب کی فرمایش کی سے ایسی حالت مین ایک گوہر یکتا و جوہر بے بہا کو دُرج
عدم مین پوشیدہ رکھنا اور ایک شاہد یوسف جمال کو جس کے بے شمار طالب دیدار اور
بہ تمناے نظارہ ہزار خریدار موجود ہین بازار شہرت و اشاعت مین پیش نہ کرنا فیضان
تہذیب اخلاق حسنہ سے خلق اللہ کو محروم رکھنا ہے۔ علاوہ برین اگر ناظرین با تمکین
کو تالیف نحیف سے کوئی نکتہ پسند و مقبول ہوکر اخلاقی تعلیم کی طرف کوئی اثر پیدا
کرے اور اس عاصی سراپا معاصی کے لئے ذریعہ حسنات و وسیلہ نجات ہو تو گویا
اصلی مقصود اور صلہ اس ریاضت و جانفشانی کا حاصل ہو گیا۔
چونکہ ترتیب اس کی مبنی ہے تہذیب اخلاق پر جو ایک جوہر بے بہا ہے لہذا برعایت
وصفی نام اسکا **جواہر الاخلاق** رکھا اور اُنیس ۱۹ باب مین منقسم کرکے بمناسبت
اسمی ہر باب کو موسوم بہ جوہر کیا۔

خاکسار دارین

مرزا محمد لیاقت حسین عفی عنہ
یکم جنوری ۱۹۰۵ء

(ترجمہ) # اشتہار گورنمنٹ آف انڈیا

محکومہ تاریخ ۴ نومبر ۱۸۵۹ عیسوی

ناموَر خدمات مہاراجہ رتن سنگھ صاحب بہادر والی ریاست چرکھاری کہ جنھون نے زمانۂ غدر مین سواے باستقلال تمام رفیق وشفیق بنے رہنے سرکار انگریزی کے افواج ملکۂ معظمہ انگلستان کو زبردست مدد دی اور اپنی جان کو فاش خطرۂ عظیم ہلاکت مین ڈالکر اور نقصانات شدید اُٹھاکر ملکہ معظمہ کی عیسائی رعایا کی جان بچائی۔ آج اس موقعہ پر مقبول وایسراے گورنر جنرل بہادر کشور ہند ہوکر مشہر عام ہوتے ہین۔ نواب محتشم الیہم نے خوش ہوکر توجہ نواب کمانڈران چیف صاحب بہادر اور اُنکی جماعت کی مہاراجہ صاحب بہادر کی اس ناموَر جانفشانی اور خیرخواہی گورنمنٹ ملکہ معظمہ پر چاہی ہے کہ مہاراجہ صاحب بہادر موصوف نے ایک انگریزی صاحب ایجنٹ کو جنھون نے ایام غدر مین اُن کے یہان پناہ لی تھی باغیون کو نہ دیا اور اپنا بیٹا صاحب کے عوض مین حوالے باغیون کے کردیا۔ اور نیز نواب صاحب بہادر ممدوح نے جمیع افسران انگریزی کو تاکیدی فرمان جاری کردیا ہے کہ جو کوئی اُن مین سے مہاراجہ صاحب بہادر ممدوح کے ملک مین کبھی بعد ازین جاوین تو اُن کی خدمات عالی کو ملحوظ و یاد رکھین اور مہاراجہ صاحب بہادر کے حضور مین اُس ادب اور لحاظ کے ساتھ پیش آوین کہ جس ادب اور لحاظ کے مستحق مہاراجہ صاحب بہادر بدرجۂ غایت ہین

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جوہر پہلا

طریقۂ تربیت اطفال مین

چونکہ بچون کا دل بسبب نقصان اور احتیاج طبیعت کے سادہ اور نقش قبول کرنیکے لئے آمادہ ہوتا ہے اسواسطے مناسب ہے کہ دودہ چھڑانیکے بعد ہی آداب اور اخلاق سکھانا شروع کرادین تاکہ بُری عادتین قبول نہ کرین سوا اسکے بچون کی طبیعت جلد اصلاح پذیری کی قابلیت رکھتی ہے اور تربیت کرنے سے اخلاق ذمیمہ اونکی طبیعتون سے رفع ہوکر بجاے اونکے عادات نیک متمکن ہوسکتے ہین لیکن یہ بات جب تک کہ والدین لڑکون کے ایام طفولیت مین سرگرم تعلیم و تربیت کے نہون ممکن نہین اور جو لوگ کہ بچون کو محبت کے سبب سے نازونعمت مین پرورش کرتے ہین اور اونکے کہانے پینے مین مصروف رہتے ہین اور اونکی تعلیم بالکل نہین کرتے اور اونکو کھیل کود مین مشغول رکھتے ہین اور اگر مکتب مین بٹھاوین تو اوستاد کو مار پیٹ اور تنبیہ سے روک دیتے ہین اور عاداتِ بد کے دور کرنے کی تاکید نہین کرتے بلکہ اِس بات سے کنارہ کرکے کہتے ہین کہ ابھی لڑکا ناسمجھ ہے جب سمجھ آویگی اور نیک و بد سمجھنے لگے گا خود خراب عادت چھوڑ دے گا ایسے لوگ اپنے بچون کے حق مین بڑی دشمنی کرتے ہین کیونکہ اَور دشمنون کی دشمنی کا صرف دنیا مین رہتا ہے اور ایسے لوگونکی دشمنی دنیا اور عقبیٰ مین نتیجۂ بد پیدا کرتی ہے یعنی دنیا مین تمام عمر اچھے لوگون کی نگاہ مین ذلیل اور خوار رہین گے

اور عقبیٰ مین بسبب فساد عادت بد کے طرح طرح کے عذاب مین مبتلا ہونگے۔

دانا لوگ خوب جانتے ہین کہ جو عادت خواہ نیک ہو یا بد بچپن مین بچون کی طبیعت مین جاگزین ہوجاے مدت العمر رفع نہین ہوتی پس مان باپ کو لازم ہے کہ سب ناز و نعمت پر تعلیم و تربیت بچون کی مقدم رکھین کیونکہ سب ناز و نعمت و خوراک و پوشاک کو زوال ہے اور دولت نیک سیرتی کو مداومت اور کمال ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اول لڑکے کی طبیعت مین نظر اور اوسکے احوال مین خوض کرے کہ کس علم و ہنر کی استعداد اوسمین زیادہ تر ہے جسکی لیاقت پائے اوسمین مشغول کرے کیونکہ ہر شخص کو استعداد ہر ایک صنعت کی نہین ہے بلکہ ہر آدمی جدی جدی لیاقت رکھتا ہے۔ حکما سابق مولود کے طالع مین نظر کرکے طریقۂ نجوم سے جس کسب و ہنر کی لیاقت اُسمین دیکھتے اُسمین مصروف کرتے تھے کیونکہ جو شخص جس فن کی قابلیت رکھتا ہو اُسمین کامل ہوسکتا ہے اور جسکی استعداد نہین رکھتا اوسکی سعی کرنا تعطیل روزگار اور تضیع اوقات ہے۔ جس علم و ہنر سے اوسکی طبیعت مناسبت نہین رکھتی اُسے اُسکی تکلیف نہ دین بلکہ دوسرے پیشہ کی طرف رجوع کرائین بشرطیکہ اُسپر قائم رہنے کی اُمید کُلّی ہو تاکہ موجب اضطراب نہو اور جب کسی ہنر پر قادر ہو تو وجہ معیشت حاصل کرنیکے لئے اُسکو حکم دینا چاہیے کہ جسوقت اُسکے فائدہ سے واقف ہوگا تو اوسکی تکمیل کی زیادہ کوشش کریگا اور اُس ہنر کے دقایق مین غور و فکر کرکے سبقت لیجائے گا اور اُسکی مشقت سے کسب جمیل کی جو خاصۂ شریفونکا ہے عادت کریگا۔ اکثر دولتمند زادے دولت پدری پر مغرور ہوکر علم و ہنر کے سیکھنے سے محروم رہجاتے ہین زمانہ کی گردش اور انقلاب سے خرابی کے میدان مین آجاتے ہین۔

زمانہ گذشتہ مین ولایت فرانس کے بادشاہ فرزندون کو شہر مین پرورش نہین کرتے تھے بلکہ دانا لوگون کے ساتھ کسی طرف سفر کو بھیجدیتے تھے تاکہ سختی و تکلیف کی عادت اختیار کرین اور نشیب و فراز زمانہ سے واقف ہون۔ پس والدین اور بزرگون کو بموجب چند پند و نصائح ذیل کے تہذیب

وتربیت بچون کی اوائل عمر سے کرنے مین کامل توجہ مبذول کرنا لازم ہے اور اگر کسی نے برخلاف اسکے تربیت پائی علی الخصوص جو سن رسیدہ ہو تو اُسکی اصلاح مشکل ہے کیونکہ سوکھی ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنا دشوار ہے۔

۱۔ سب سے پیشتر بچون کو فرمانبرداری سکھانا چاہیئے کیونکہ بغیر اسکے اور باتون کی کوشش رایگان جاے گی اور اِس بات کے سکھانیکا یہ طریقہ ہے کہ ایسا حکم کبھی نہ کرنا چاہیئے کہ جسکی تعمیل اونسے کرانا منظور نہ ہو والدین کو نہایت ضرور ہے کہ کسی کام کا حکم دینے سے پیشتر بخوبی سوچ لین کہ اُس کام کو لڑکے کرینگے یا نہین اور جب کسی کام کے کرنیکو مُنہ سے نکالین تو اوسکو کراہی کے چھوڑین جبکہ بچّے آٹھ دس مہینے کے ہون تب سے اپنے حسب دلخواہ کام لینا چاہیئے کیونکہ یہ وقت ایسی تعلیم کے لئے نہایت عمدہ ہے اور اِس بات کا لحاظ رکھین کہ بچون کی عادت موافق والدین کے حرکات وسکنات کے ہوتی ہے نہ موافق اونکی گفتار کے عقلمندون کا قول ہے کہ لڑکون کو عمدہ تعلیم دینا اور پھر اونکے سامنے حرکات ناشایستہ کرنا ایسا ہے جیسے کسیکو اشارے سے بہشت کا دکھانا اور ہاتھ پکڑکر دوزخ مین لیجانا۔ پس لڑکون کے روبرو کام بہت سمجھ بوجھ کر کرنا چاہیئے۔ کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ لڑکون کے سامنے ایک گناہ کرنا دو گناہ کے برابر ہے۔

۲۔ جب لڑکے قصور کرین اونکو ضرور سزا دینا چاہیئے لیکن بچون کو اسطرح گوشمالی دیوین کہ اُنکو بخوبی یہ ظاہر ہو جاے کہ ہمارے والدین کو ہمارے مارنے سے نہایت رنج ہوتا ہے اور وہ ہماری بہتری کیواسطے چشم نمائی کرتے ہین۔ بعض کم فہم والدین کہتے ہین کہ ہم سے محبت کے مارے بچون کو مارا نہین جاتا اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ لڑکے ایسے بگڑ جاتے ہین کہ اُن کی حرکات ناپسندیدہ سے والدین مرتے وقت تک غم کھاتے ہین ہ بچون کو بہت زیادہ سزا نہ دینا

چاہیے نہ ذرا ذرا سی بات مین لڑکون کو قصوروار ٹھہرانا چاہیے اور مارنا بہت کم لازم ہے کیونکہ اور بہت سی آسان سزائین ہین جو مار سے زیادہ کام دے سکتی ہین۔ ڈرانا اور دھمکی دینا مار سے زیادہ کارآمد ہے لیکن جھوٹ موٹ دھمکی بھی نہ دینا چاہیے ایسی باتون سے لڑکے والدین کو جھوٹا سمجھنے لگتے ہین اور لڑکون کے دل مین یہ بات پیدا کرنی چاہیے کہ جب وہ کام درست کرتے ہین تو اونکے والدین اونسے خوش ہوتے ہین اور اِس بات سے اونکو بہت فائدہ ہوگا۔

۳۔ بچون کو یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ گناہ کرکے چھپانا نہ چاہیے کیونکہ اِس صورت مین ایک گناہ کے دو گناہ ہو جاتے ہین اگر لڑکا اقرار خطا کردے تو اوسکو سخت سزا نہ دینا چاہیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب بچون سے کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو والدین خفا ہو کر نظر غضب سے پوچھتے ہین تو بچہ ڈر کر صاف منکر ہو جاتا ہے پس مناسب ہے کہ جب نقصان ہو جاوے فوراً نہ پوچھین کچھ عرصے کے بعد تسلّی کے ساتھ دریافت کرین حتی الامکان بچون کا یقین کرین کسی بات مین شک نہ لاوین بشرطیکہ اونھون نے پیشتر کبھی جھوٹ بول کر دہوکا نہ دیا ہو اگر کسی طرح کا اُن کی نسبت شک ہو تو دفعتہ جھوٹا مت کہدو پہلے بخوبی تحقیق کر لو بعد اُسکے جیسا ہو ویسا کہو۔

۴۔ بعض والدین اپنے بچون کی احتیاط نہین کرتے اور اونکو صحبت بد مین کھیلنے دیتے ہین اس باعث سے جب وہ لڑکے چوٹٹے۔ جواری اور بدمعاش ہو جاتے ہین تب والدین یہ کہکر اپنے دل کو تسلّی اور تشفّی کر لیتے ہین کہ خالق مطلق نے اونکی لوح پیشانی پر یہی تحریر فرمایا تھا اوسکو کوئی کیا کرے۔ ایسے آدمی اپنے کیے کا جلد مزہ اُٹھاتے ہین۔ یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ ہم خود جان بوجھکر قصور کرین اور پھر یہ عذر کرین کہ ہماری تقدیر مین یوہین لکھا تھا خدا کی طرف سے کوئی ایسا کام نہین ہوتا ہے اور یہ نہایت معیوب بات ہے کہ ہم اپنے بُرے کامون کا الزام

خداکو لگادین ایسی باتین بجاے داخل ہونے عذر کے ہمارے گناہون کو بڑہاتی ہین۔ خداکی یہ مرضی ہے کہ ہم وہ کام کرین جو درست ہین لیکن ہم اپنی خواہش سے بُرے کام کرتے ہین ہمکو واجب نہین کہ ہم اپنے فرض کو بھول جائین اس امید پر کہ خدا ہماری خبرگیری کرلے گا اول ہمکو درست کام کی کوشش کرنا چاہیے بعدہ خداکی مدد کے خواہان ہونا چاہیے۔

۵۔ بچون مین یہ طبعی خاصہ ہے کہ وہ رفیق اور دوستون کے دل سے خواہان ہوتے ہین لیکن والدین کو اِس بات کی احتیاط کرنی چاہیے کہ اونکے ساتھی ایسے ہون کہ جیسے قاعدہ سے ہونے چاہئین۔ انسان کا دل بُرائی کیطرف بہت جلد رجوع ہوتا ہے اور نیکی کی طرف دیر مین مائل ہوتا ہے ایک اوباش لڑکا سو لڑکون کو بگاڑ سکتا ہے۔ مثل مشہور ہے ایک مچھلی سارا پانی گندہ کرتی ہے جو لڑکے اپنے مان باپ کا کہنا نہین مانتے۔ گالیان بکتے اور جھوٹھ بولتے جُوا کھیلتے ہین اُن کی صحبت سے بچون کو باز رکھنا چاہیے اگرچہ بُرے لوگون پر رحم کرنا اور اونکے واسطے حق تعالیٰ سے خیر طلب کرنا خوب ہے لیکن اونکے ساتھ ہم نشینی اور الفت گزینی معیوب ہے۔

۶۔ بچون کو بیکار رکھنا اچھا نہین اِس سبب سے چالاک لڑکے بھی سُست و خراب ہو جاتے ہین اور جو لڑکے سُست و کاہل ہین وہ بیکار رہنے سے اور بھی کاہل ہو جاتے ہین اور تمام عمر رنج و تکلیف اوٹھاتے ہین۔ مان باپ کو چاہیے کہ لڑکون کو بچپن سے امور ضروریہ روزمرّہ مین مہارت کرادین مثلاً نہانا دھونا کپڑے پہننا اور اونکو حفاظت سے خود رکھنا۔ اِس سے یہہ فائدہ بھی متصور ہے کہ اونکی دیکھا دیکھی اونکے اور چھوٹے بھائی بھی یہ شیوہ اختیار کرینگے اور اسیطرح سب چھوٹے بڑے گھر کے تمیزدار ہو جاوینگے۔ بچون کے ہاتھ مین ہمیشہ کوئی نہ کوئی کام رہنا چاہیے جب ایک سے فرصت پادین فوراً دوسرا کرنے لگین اور اونکے یہ ذہن نشین کرنا چاہیے کہ ایک لمحہ بھی رائگان کرنا منع ہے جو لوگ اپنی سعی بازو سے روپیہ پیدا کرتے ہین اور محنت کرکے اپنے

کام کو رونق دیتے ہین وہ ہمیشہ خوش و خرم رہتے ہین - چنانچہ ایک صاحب اپنی کتاب مین ایک حکایت لکھتے ہین - کہ ایک کسان جب مرنے لگا تو اپنے لڑکون کو کاشتکاری کی تدبیر بتانے کیواسطے بلاکر کہا کہ "اے بچو مین تو اب دنیا سے کوچ کرتا ہون لیکن جو کچھ مجھے تمہارے واسطے چھوڑ جانا ہے وہ تمکو کھیت مین ملیگا" لڑکون نے یہ سمجھا کہ اُسنے کسی خزانہ و دفینہ کا پتا بتایا ہے جون ہی اون کا باپ مرا اونہون نے پھاوڑے سے تمام زمین کھیت کی کھود ڈالی مگر کہین خزانہ ہاتھ نہ لگا لیکن اِس مشقت کے سبب سے کھیت مین ایسی عمدہ پیداوار ہوئی کہ آگے کبھی نہوئی تھی تب اونکو باپ کی وصیت یاد آئی کہ واقعی محنت و ریاضت خود ایک خزانہ ہے -

۷ - لڑکون کو ایام طفولیت سے راست بازی سکھانا چاہیے جب کوئی شخص اونکی چیز چُرالے تو اونکو ناگوار گذرتا ہے اسیطرح اونکو بھی اورون کی چیز چُرانے سے نفرت کرنا چاہیے یہ عذر ہرگز نہ کرنا چاہیے کہ وہ چیز جو ہمنے چُرائی تھی محض کم قدر اور حقیر تھی اور اوس کے گم ہوجانے سے کسیکو خیال بھی نہوگا کیونکہ سیپ کی چوری موتی کی چوری کے برابر ہے - بچون کو یہ سکھانا چاہیے کہ کوئی شے بدون اجازت والدین کے نہ لین کیونکہ اسطرح رفتہ رفتہ عادی چوری کے ہوجائینگے - بعض بچون کو یہ خیال رہتا ہے کہ پائی ہوئی چیز رکھ چھوڑنے مین کچھ گناہ نہین یہ محض اونکی خام خیالی ہے فرض کرو کہ ایک روپیہ کسی کا گر پڑا اور دوسرے نے اوٹھا لیا تو کیا پانے والے کا وہ روپیہ ہوسکتا ہی؟ جب کھوئی ہوئی چیز کوئی شخص پاوے تو مناسب ہے کہ فی الفور اصل مالک کو تلاش کرکے اوسکی چیز اوسیکو واپس کردے - اور بچون کو لازم ہے کہ امانت مین خیانت کبھی نہ کرین جیسی چیز کسی سے لین ویسی ہی اوسکو پھیر دین اور اگر اتفاقاً کسی طرح کا نقصان ہوجاوے تو اوس نقصان کو رفع کرکے حوالے مالک کے کرین

کہ ایمانداری کل دنیا کے کامون مین فائدہ بخش ہے۔ چور اکثر پکڑے جاتے ہین اور سزایاب ہوتے ہین اور اسقدر خوار اور بے اعتبار ہوجاتے ہین کہ کوئی پھر اونکو نوکر بھی نہین رکھتا۔ گو کیسی ہی اندہیری رات مین چور چوری کرے لیکن خدا اُسکو دیکھتا ہے اور جو کوئی اوس کی حکم عدولی کرتا ہے وہ اوسکو نہایت سخت سزا دیتا ہے ایک حکایت یہان ایک انگریزی کتاب سے لکھی جاتی ہے۔

حکایت۔ ایک طالب علم کسی اپنے ہم مکتب کی کتاب گھر مین اپنی مان کے پاس چرا لایا اوسکی مان نے کچھ سزا ندی بلکہ شاباشی دی لڑکا جب جوان ہوا تو بڑی بڑی قیمتی چیزین چرانے لگا آخرکار چوری کی علت مین گرفتار ہوا اور پھانسی دیے جانیکا حکم دیا گیا جب پھانسی کے مقام پر اوسے لے چلے تو خلقت کے انبوہ مین اوسکے پیچھے پیچھے اوسکی مان بھی چھاتی پیٹتی واویلا کرتی چلی جاتی تھی اوسکو دیکھکر اوس شخص نے حاکم سے اپنی مان کے کان مین ایک بات کہنے کی اجازت مانگ لی جب اوس کی مان پاس آئی اور اپنا کان اُسکے مُنہ کے قریب لے گئی اوسنے اوسکی کان کی لَو کو دانت سے مضبوط داب کر کاٹ لیا مان اُسکی چلائی اور لوگ اوس نالایق کو لعنت ملامت کرنے لگے کہ اگلے عیب تیرے کیا کم تھے جو یہ اخیر وقت کی نالایقی تو نے اپنی مان کے ساتھ کی وہ بولا کہ میری تباہی کا سبب یہ ہی ہے کیونکہ جب مین اپنے ہم مکتب کی کتاب چرا کر اسکے پاس پہلے پہل لایا تھا تو اگر یہ مجکو مارتی تو مجھ مین ہرگز ایسی عادت بد کہ جسنے مجکو انجام کار یہ نتیجہ دکھایا بڑھنے نہ پاتی۔

۸۔ مان باپ پر واجب ہے کہ سچی باتون اور حقّانی نصیحتون سے اپنی اولاد عزیز کو فہمایش کرتے رہین اور ابتدائے عمر سے جھوٹھہ کی بُرائی بخوبی اُنکے ذہن نشین کردین اور ہمیشہ سچ بولنے کا عادی کرین اور اونکو بچپن سے سمجھا دین کہ خدا حاضر و ناظر ہے اور وہ جھوٹ سے

نہایت ناراض ہوتا ہے اور جب لڑکے جھوٹھ بولین تو والدین کو چاہیئے کہ فوراً ناراض ہون اور تدارک عمل مین لاوین تاکہ پہلے ہی سے اونکے دل مین ہر طریقہ آدمیت اور انسانیت کی بنیاد قائم ہو اور وہ خوش خلقی اور نیک نیتی کو اپنی راستی سے آراستہ کرین - فریب اور جھوٹھ اکثر لڑکون کی عادت مین داخل ہے اور مان باپ اوسکی حمایت کرتے ہین یعنی اپنے بچون کی جھوٹی بات کی پچھ کرتے ہین اور اونکی سخن تراشی کو جودت طبع خیال کرتے ہین یہ طریقہ بدرجہ تمام ناستحسن ہے زیبا یہ ہے کہ بجاے پچھ کرنے کے جس قدر ممکن ہو اپنی اولاد عزیز سے اُس بُری عادت کے چھٹانے مین کوشش کرین اور جو کچھ اوسکی بُرائیان ہین اچھی طرح بچون کے ذہن نشین کردین تاکہ وہ اوسکی بُرائی سے خبردار ہوکر جلد چھوڑنے پر مستعد ہون -

۹ - مان باپ کو چاہیئے کہ حتی المقدور بچے کو ظاہرا ملامت نہ کرین بلکہ اگر کوئی قصور ہو تو اس طور سے کہین کہ تو نے سہواً یہ حرکت کی ہے بار دگر نہ کرنا تاکہ جس بات کو وہ خود پوشیدہ رکھتا ہے اوسکے کرنے پر دلیر نہ ہوجاے اور اوسکے راز کو فاش نہ کرنا چاہیئے پھر اگر بار بار وہی حرکت کرے تو خلوت مین لیجاکر بہت ہی ملامت و نصیحت کرکے اوسکی قباحت کا مبالغہ کرین اور اُسکے پھر کرنے پر ڈرائین اور پوشیدہ کامون سے اُسکو منع کرین تاکہ بدخوئی پر دلیر نہ ہوجاے کیونکہ سبب چھپانے کا بے شبہ کوئی امر قبیح ہوگا کہ اوسنے اِس کام مین قصور کیا ہے -

۱۰ - دن کے سونے اور رات کے بہت خواب کرنے سے اور اسباب تنعم اور نرم و ملایم کپڑے پہننے سے ممانعت کرین اور پیادہ چلنے یا سواری پر چڑھنے اور مناسب حکتین اوٹھانے کی خو سکھائین اور تعطیل کے دنون مین اوسکو کھیلنے کی چھٹی بھی دین بہ شرطیکہ اسکے کہ سبب کسی تکلیف اور قباحت کا نہ ہو اور جب آثار تمیز کے لڑکے مین پیدا ہون تو سمجھائین کہ اسباب

دنیاوی سے اصلی غرض حفظ صحت بدن کی ہے نفس انسانی جتنی استعداد دار البقا کی حاصل کریگا باقی اور قایم رہے گی۔

۱۱۔ کار خیر جو بچونکے کرنے کے لایق ہون اکثر اون کے ہاتھ سے کرانا چاہیئے تاکہ وہ اونکے عادی ہون چنانچہ کہتے ہین کہ قسطنطن بادشاہ روم کا ہر ایک پروانہ پر جو کسی کے قصور معاف کرنے کے واسطے جاری کیا جاتا تھا اپنے لڑکے کے دستخط کرواتا تھا اور جب کبھی کسی کو کچھ بخشش اور انعام دینا منظور ہوتا تو اوسی لڑکے کی زبان سے وہ حکم دلواتا۔

۱۲۔ بچون کو قسم کھانے کی قطعی ممانعت کرنا چاہیئے کیونکہ قسم کھانا عموماً منع ہے اگر بڑون کو کبھی ضرورت یا حاجت ہو تو ہو مگر بچون کو ہرگز نہو گی۔ خاموشی اور کم گوئی کی بچون کو ہدایت رہے ضرورت کے وقت مناسب جواب کا مضایقہ نہین بزرگون کی خدمت مین بات سُننے کی عادت اور فحش یا بیہودہ گوئی سے ہمیشہ نفرت اور شیرین کلامی اور خوش بیانی کا لحاظ رہے

۱۳۔ بچپن مین روپیہ پیسا خرچ کے واسطے ندین کہ وہ بچون کے حق مین سانپ کے زہر سے بھی بہت بُرا ہے اور بیٹون کا بیاہ علم کی تحصیل کے بعد سن بلوغ مین متوسط خرچ کے ساتھ شریف گھرانے کی بیٹیون سے کرین۔

۱۴۔ اُستاد اور والدین کی اطاعت اور بزرگون کا خوف و لحاظ و ادب بچون کے ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ یہ باتین موجب رضامندی حق تعالیٰ کی ہین اور ادب ایک بے بہا جوہر ہے جو انسان کو مقبول و مسعود کر دیتا ہے کہتے ہین با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب اشعار

ادب ایک تاج ہے لطفِ خدا کا
اُسے رکھ سر پہ اور جاہے جہان جا

ادب ہی سے انسان انسان ہے
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

جہان مین ہو پیارا نہ کیونکر ادب
کہ ہے آدمیت کا زیور ادب

نہ ہو جس کو اچھے برے کی تمیز	نہ وہ گھر مین پیارا نہ با ہر عزیز
بٹھاتے نہین بے ادب کو قریب	یہ سچ بات ہے بے ادب بے نصیب

یہ بھی اون کو خوب سمجھانا چاہیے کہ آبا و اجداد کی دولت و میراث پر تکیہ کر کے پیرایۂ فنون سے عاری نہ رہ جائین بلکہ کسب کمال کر کے مکنت آبائی کو زیادہ رونق دین کیونکہ ہنر کو بقا ہے اور زر کو فنا کہتے ہین کہ ہنر مند کی اونگلی کلید روزی اور بے ہنر کا ہاتھ کاسۂ گدائی ہے۔

۱۵- مان باپ کو چار باتین بچون کے ساتھ تربیت کرنے مین لازم ہین۔ **اوّل**- اگر چند فرزند ہون تو سب کو مساوی الحال رکھین کیونکہ رعایت ایک کی دوسرے پر اشخاص مساوی الحال مین باعث نقیض و نفاق کا ہے اور نقیض و نفاق باعث بربادی ہین۔ **دوسری** تادیب آداب مین نہایت سخت کلامی کو کار نہ فرمائین کیونکہ اگر خوگر کلام سخت کا ہو گا بیجا کلام سخت کی برداشت کرے گا جو خلاف شرافت ہے پس تعلیم مین امید و بیم درکار ہے۔ **تیسری** مال اپنے قبضۂ تصرف مین رکھین اور فرزند کو بجز وقت کے ندین ورنہ اسراف مال سے جنس بدنامی خرید کرے گا۔ **چوتھی**۔ عیب کو فرزند کے ایسی حکمت سے دور کرین کہ اوسکو معلوم نہو ورنہ بعد معلوم ہونے کے ارتکاب مین اوسکی دلیری ہو جاوے گی۔

استعداد انسانی طبیعت کی وہ نیچرل حالت جو صرف پیدائشی کیفیتون کے علاوہ اور کوئی لیاقت نہین رکھتی ہے اگر غور کیا جائے تو بالکل بے علمی اور بے لیاقتی کی حالت ہے۔ اوسمین نہ کوئی خوبی ہے نہ عمدگی۔ صلاحیت ہے نہ شایستگی۔ بس ایک مجرد انسان کا پتلا ہے جو سوا حرکت غیر ارادی کے اور کوئی بات نہین رکھتی ہے۔ اِس سے بڑھکر نالایقی کیا ہوگی کہ بات تک نہین کر آتی۔ یہ امر نہایت درجہ حیرت خیز ہے کہ وہ انسان جو کچھ لیاقت نہین رکھتا تھا اور جسمین کسی قسم کی شایستگی نہین پائی جاتی تھی تھوڑے ہی زمانہ کے بعد ایسا

ہوجاتا ہے کہ تمام مخلوقات مین سے کوئی اوسکی علمیت متانت لیاقت اور ذہانت کا مقابلہ نہین کرسکتا
یہ دونون کیفیتین جو انسان ہی کی دو مختلف حالتون اور سنون سے دکھائی دیتی ہین باہم متضاد
ہین ضرور ہے کہ کوئی ایسی شے خود طبیعت مین پائی جاتی ہو جسکی وجہ سے عظیم الشان اور
دلچسپ اختلاف واقع ہوگیا۔ اوس شے کو جو انسان کو بالکل لاعلمی کے وقت کسی آیندہ
علمیت کی روشنی کا مستحق قرار دیتی ہے۔ **استعداد** کہتے ہین آدمی کا چھوٹا بچہ پیدا ہوتے
وقت کسی مصرف کا نہین سمجھا جاسکتا ہے اوسمین کوئی خوبی نہین پائی جاتی وہ بالکل بیہوش
وحواس ہوتا ہے۔ اوسکے ہاتھ پیر ہوتے ہین مگر صرف دیکھنے کے۔ نہ ہاتھون سے وہ ہاتھ
کا کام لے سکتا ہے نہ پیرون سے پیر کا۔ اوسکو کبھی اس کا ہوش بھی نہین ہوتا کہ وہ کیسے
مان باپ کے حوالے کیا گیا ہے اور کسقدر یہ مان باپ اوسکی خواہشین پوری کرسکتے ہین ۔
اپنی سچی مان باپ کی حالت بھی وہ نہین دریافت کرسکتا کہ وہ کس حالت مین ہین اون کی
تنگدستی اور اونکی پریشان حالی کی اوسکو کچھ پروا نہین ہوتی۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ بچہ جو ایسا
ناسمجھ اور بے تمیز ہے اپنے مان باپ کو کیون بھلا معلوم ہوتا ہے۔ کیا وہ مان باپ کا کوئی
کام کردیتا ہے کیا وہ اونکی شادی وغم مین شریک ہوتا ہے؟ کیا اونکی پریشان بختی اُس کو
کسی وقت پژمردہ کردیتی ہے؟ کیا اوسکو اپنے والدین کی حسرتمندیون پر کبھی افسردگی ہوتی
ہے؟ ۔نہین۔ پھر اوسمین کیا لعل جڑے ہین کہ ایک گھڑی بھر کی مفارقت کے بھی مان
باپ متحمل نہین ہوسکتے ۔ مان باپ اسلئے اوسکے عاشق اور دلدادہ نہین ہین کہ موجودہ وقت
مین وہ کوئی بکار آمد شے ہے بلکہ اون کی آرزوئین اوس بچہ کی استعداد کے ساتھ وابستہ ہوتی
ہین جس سے وہ کسی وقت اپنے عیش وآرام کی امید رکھتے ہین۔ اونکے خیالات گو اوسکے
بھولے چہرے کو بذاتہ نہایت ہی دلعزیز ثابت کرتے ہین مگر دراصل وہ اوسکی قوت پر جان

خداکر رہے ہین جُاسکے سینہ مین پوشیدہ ہے اور جسکے بھروسہ پر وہ دنیا کی تمام خوبیون اور کامیابیان پر آسرا لگائے بیٹھے ہین۔ معمولاً حیوانات کے بچون مین صرف ایک بڑی طبیعی قوت کے علاوہ اور تمام باتین موجود ہوتی ہین اونکے لئے کوئی حالت منتظرہ نہین ہوتی ہے پس جس قدر پیدائشی حالت مین اپنی ضرورت کے موافق قوتین حاصل کر چکے اونپر ترقی نہین ہوتی مرغ کے بچے دیکھئے ادھر انڈے سے نکلے اور ادھر دوڑنے لگے اپنی ننھی ننھی چونچ سے دانہ اوٹھانے لگے مگر حضرتِ انسان کے بھولے صاحبزادے جنکو دنیا مین بہت کچھ حاصل کرنا ہے اور جنکی ترقیون کا سلسلہ اونکی عمر کو ختم کردے گا مگر خود نہ تمام ہوگا کچھ جانتے ہی نہین۔ انکی نادانی چونکہ اُسکے نیچے ایک عمدہ اور پوری استعداد چھپی ہوئی ہے اسلئے سو دانائیان اُسپر قربان کردینا چاہئے ایک نہایت زبردست شاعر کیا خوب کہہ گیا ہے ؎

مرغک از بیضہ برون آید و روزی طلبد	آدمی زادہ ندارد خرد و ہوش و تمیز

فطرت چونکہ انسان کو سب سے زیادہ کام بنانے والی تھی اسلئے اوس نے اُسکو سب سے زیادہ نادان اور ناسمجھ پیدا کیا۔ فطرت کو خود بھی اپنی دل لبستگی کے لئے اِس بھولے خاک کے پتلے سے بہت کچھ کام لینے تھے اور اوسکو منظور تھا کہ تمام نیچرل سبھا کا جلوہ اس انسانی پیکر کی زبان سے سُن لے لہذا اوس نے انسان کو جتنا انجان اور ناسمجھ ظاہر کیا تھا اوسی قدر اوس مین وسیع استعداد پیدا کی۔

اکثر حیوانات مین بھی کچھ نہ کچھ اونکی خلقی حالت سے زیادہ شائستگی کی استعداد پائی جاتی ہے اونکو اگر کوئی شائستہ تعلیم دی جاتی ہے تو وہ ضرور اپنی پیدائشی وحشت کو بہت کچھ دفع کردیتے ہین بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہین جنکی عجیب وغریب تعلیم نے شیر اور چیتے کی وحشت کو بالکل دفع کردینے کے قریب کردیا وہ شیر سے ایک فرمانبردار کتے کی طرح کام لے سکتے ہین۔ جیسے کہ

سرکسون مین دیکھنے مین آتا ہے۔ ہمارے ہی شہر مین سیکڑون ایسے لوگ پھرتے ہین جو بندرون سے قریب قریب انسانی افعال کو ظاہر کروادیا کرتے ہین یا ریچھون کو اپنا ایک خالص دوست بنالیا کرتے ہین اِن سب صورتون سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے علاوہ حیوان مین بھی ایک قسم کی استعداد پائی جاتی ہے۔ انسانی استعداد فلسفیات کے دفتر اولٹ ڈالتی ہے اور خود موجد فلسفہ بن سکتی ہے یہ تمام دنیا جو آج عجیب وغریب عمارات مستحکم اور مکانات دلچسپ سے بھری ہوئی ہے پہلے ہرگز ایسی نہ تھی صرف سنگلاخ زمینین تھین چٹپر میدان اور ریگستانی صحرا تھے مگر زمین کو صرف اسلئے کہ اوسپر ایک بہت بڑے صاحب استعداد نوع بسائی جانیوالی تھی ہر قسم کی قابلیت تھی مگر اوسکی قابلیت ایسی نہ تھی کہ خود بخود وجود کے مرتبہ پر آجاے بلکہ اوسکی قابلیت انسانی استعداد کے ساتھ وابستہ تھی۔ جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ساری زمین کی چہل پہل اور دلبستگی ایک قوت استعدادی پر منحصر تھی جو انسان کے دل مین پوشیدہ ہے ہم نہین کہہ سکتے کہ استعداد کے لئے اِس سے بڑھکر اور کیا خوش نصیبی ہوگی کہ وہ عالم عناصر کے اوج وعروج کی علت فاعلی ہے ہماری استعداد ہمکو ضرور ہر قسم کی ترقی پر کامیاب کراسکتی ہے۔ یہ استعداد ایک ایسا نقطہ اول ہے کہ اوس سے جہان تک چاہو خط کو کھینچے لئے چلے جاؤ اور ایک ہی جانب نہین بلکہ ہر جانب جتنے خط چاہو کھینچ لو اِسی طرح استعداد علوم و فنون کا ایسا مبدء ہے کہ جتنے علم وفن چاہو حاصل کرو اور کوئی انتہا نہین جہان تک چاہو ترقی دیتے جاؤ یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ علم کے لئے کوئی انتہا نہین اور ترقی کسی حد پر ٹھہر نہین سکتی صرف ہماری استعداد کی بے انتہا وسعت کی بنا پر ہے۔ لاکھ ہم علم وفن کو حاصل کرین مگر ہماری استعداد ختم نہین ہوتی اوسمین اوسی طرح وسعت باقی ہے۔ علم کے اعتبار سے انسان کا دل خزانے سے تشبیہ دئے جانیکے قابل ہوتا ہے مگر استعداد کے اعتبار سے انسان کا

دل خزانہ نہین ہوتا بلکہ کان ہوتا ہے کہ اسمین سے جس قدر نکالو مگر نکلنے کا سلسلہ ختم ہونیکو نہین آتا۔ استعداد چونکہ ہر قسم کی اور ہر فن کی ہوتی ہے لہذا اوسمین طبائع انسان کے لحاظ سے اِس قدر فرق البتہ ہوتا ہے کہ بعض کے فنون وعلوم کی استعداد بعض سے بڑہی ہوئی ہوتی ہے۔ ایک بچہ اول ہی سے اپنے کھیلون اور تماشون کے پردے مین ظاہر کردیتا ہے کہ اوس کی استعداد اس امر کی جانب زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور دوسرا بچہ اوسی پردے مین کسی دوسری چیز کو بتلاتا ہے چونکہ تحصیل اور ترقی کلیۃً استعداد ہی پر منحصر ہے اسلئے ضرور ہے کہ لڑکے کی خواہشات سے اوسکی کثرت استعداد کا حال دریافت کرکے تعلیم دلائی جائے اوسکی طبیعت جس جانب کو بذاتہ متوجہ ہونے کی کوشش کرے چاہیئے کہ تعلیم بھی ایسی دی جائے جو اُسی جانب متوجہ کرتی ہو۔ یہ طریقہ ایسا عمدہ ہے کہ ممکن ہی نہین کہ انسان اپنے بچون کی تعلیم مین ناکامیاب ہو۔ ہندوستان کی تعلیم اِس وقت تک اِس اصول کے بالکل خلاف ہے یہان ایک خاص قسم کی تعلیم سمجھی گئی ہے۔ دوسری تعلیمین بالکل غیر ضروری سمجھی جاتی ہین اِس باعث سے سوا اون لڑکون کے جنکی استعداد اوس خاص تعلیم کی جانب مائل ہے اور تمام لڑکون کی تعلیم مین اکثر ناکامیابی ہوتی ہے۔ حالانکہ اس مسئلہ مین یہ امر واجب ہے کہ لڑکون کی استعداد کا استمزاج کرکے کسی فن یا علم کی تکمیل مین کوشش کرائی جائے۔ یورپین ترقی کا پہلا اصول یہی ہے کہ وہان اول تو قومی تعلیم کسی خاص علم یا فن پر محدود نہین سمجھی گئی ہے کہ قوم اور ملک کے لئے ترقی کا ایک ہی خاص راستہ ہو دوسرے یہ کہ وہان تعلیم کا پہلا اصول یہ ہے کہ لڑکے کی استعداد کا استمزاج کرلیا جائے۔ استعداد تو ہر انسان مین ہر لیاقت کی ہے کوئی ایسا انسان نہوگا جسکی استعداد کسی علم و فن کی جانب نہ ہو۔ مگر ہان کمی زیادتی کا فرق ضرور ہے۔ فطرۃً ایک فن کی استعداد غلبہ کرتا تھ

ہوتی ہے اور دوسرے فن کی مغلوبیت اور کمی کے ساتھ مگر ہوتی ہر فن کی استعداد ہے اِس صورت
مین آپ فرض کیجئے کہ کسی کی استعداد آرٹس کی جانب غلبہ رکھتی ہے اور اُسکو تعلیم دلائی گئی
سائنس وغیرہ کی اگرچہ وہ طالب علم اپنی مغلوب استعداد کو حرکت اور جوش دلاکر سائینس مین
کامیابی حاصل کرنیکی کوشش کریگا مگر چونکہ غالب استعداد آرٹس کی ہے اِس لیے اوسکی طبع
ہمیشہ بالطبع آرٹس ہی کی جانب متوجہ رہے گی طبیعت کی عدم توجہی کبھی ایسا موقع ندیگی کہ وہ
طالب علم سائینس مین پوری لیاقت حاصل کرسکے۔ یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ استعداد کے غلبہ
کا طبعی جوش ایسا پرزور ہوتا ہے کہ اوسکو نہ کوئی تعلیم توڑ سکتی ہے اور نہ کوئی اُستاد بنا سکتا ہے
وہ فطرت کا پیدا کیا ہوا جوش ہے اوسپر کوئی غیر طبعی اثر ہرگز نہین پڑسکتا۔ جو علم ایسا ہو کہ اوسکی جانب
استعداد کا میلان نہین ہے پھر لاکھ اوسکی عمدگی ثابت کرو اور ہزار طبیعت کو اوسکی دلچسپیان دکھا
دکھا کر متوجہ کرو ممکن نہین کہ طبیعت متوجہ ہوکر اُس علم مین تکمیل حاصل کرے۔

تعلیم کا بیان تعلیم مناسب نوعمر بچون کے خاص اونکے حق مین مفید اور عموماً
سب کو فائدہ مند ہے کیونکہ علم ایک ذاتی ذریعہ مذہب اور نیکی کے قائم رکھنے کا ہے۔ دستور ہے
کہ جس قدر زیادہ کم سنی مین بچہ کو تعلیم و تربیت کی جاتی ہے اوسی قدر زیادہ عمر تک اوسکا اثر باقی
رہتا ہے۔ پس اِس صورت مین نوعمر بچون کو اول درجہ سے محروم رکھنا گویا اونکے شوق کے آہنگ
کو روکنا اور اعلیٰ مرتبۂ عزت سے اوتارنا اور رازقۂ لازمی سے ناکام رکھنا ہے۔ علم و فہم شیشہ
کی صورت ہے اور ذہانت اوسکی قلعی اور محنت اوسکا جز اور لڑکے کی طبیعت کی گندی زنگ
اور مان باپ کا لاڑ پیار بیجا وتیرہ غبار ہے جس سے بچہ کا آئینۂ فہم بالکل اندھا ہو جاتا ہے اِس
صورت مین ترقی علم کا منہ کسی طرح نہین دکھائی دیتا۔ لازم ہے کہ طلبا برغبت کے ساتھ تحصیل
علم مین جی لگا دین اور اوستاد کی حکم کی تعمیل مین دل و جان سے مستعد رہین اور مان باپ

کو چاہیئے کہ اوستاد کی مرضی کے پورا کرنے مین اپنی اولاد کو مدد دین نہ یہ کہ اوسکے حکم مین
اپنے کام کو دخل دیکر ناحق بچے کی تربیت مین خلل ڈالین۔ علاوہ اسکے مان باپ کو اپنی اولاد کے
ذہن کے قصور و خطا سے خبردار رہنا شرط اور اوسکی اصلاح کی فکر مناسب ہے لیکن اوستاد
کو الزام دینا کسی حال مین روا نہین کیونکہ بعض لڑکون کی طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ اُستاد
اونکے ساتھ گو کیسی ہی محنت اور کوشش کرے لیکن اونکی استعداد کی ترقی بہت کم ہوتی
ہے اونکے مان باپ بہ تقاضائے محبت اپنی اولاد کی طبیعت پر تو خیال نہین کرتے ناحق
اوستاد پر الزام رکھتے ہین کہ ہمارا لڑکا تو بہت اچھا ہے مار کے ڈر کے مارے سبق بھول
جاتا ہے اگر پیار سے اوسے پڑھایا جاوے تو ایک حرف نہ بھولے۔ دراصل یہ خود بھی
بھول ہے حق یہ ہے کہ ایسے لڑکے نہ مار سے پڑھتے ہین اور نہ پیار سے سمجھتے ہین مان
باپ اونکے مثل اور ذکی لڑکون کے جلد ترقی استعداد کی اونسے امید رکھتے ہین اور محنت کی
جو مصلح اِن سب خرابیون کی ہے رغبت بچہ کو نہین دلاتے بلکہ بجائے اوس کے کمی
استعداد کو نقص طریقہ تعلیم پر گمان کرکے اپنے لڑکے کو ایک مکتب سے دوسرے مکتب مین
بدلوا دیتے ہین اِس صورت مین رہی سہی استعداد بھی اونکی گم ہو جاتی ہے۔ اِس قسم کے مان
باپ مثل اوس مریض بےصبر کے ہین جو واسطے دفعہ مرض کے ایک طبیب سے رجوع لاتا ہے
اور اگر بہ سبب سختی عارضہ کے جلد شفا نہین پاتا تو حکیم پر بے التفاتی کا الزام رکھکر جلد اوسے
بدل دیتا ہے اور اِس سبب سے مختلف دواؤن اور نئی تجویزون سے مرض بڑھ کر لا علاج
ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک جگہہ جم کے نہ پڑھنے سے لڑکے کا مزاج بدشوقی کلیجے کی سل
ہو کر لا دوا ہو جاتا ہے اور لڑکون کا دستور ہے کہ جو بات مخالف طبع مکتب مین دیکھتے یا سنتے
ہین اوسمین اپنی طرف سے اور کچھ ملا کر بُری صورت کے ساتھ مان باپ کے سامنے بیان

کرتے ہین۔ پس جو لوگ فہمیدہ ہین اُسے صاف لڑکون کی نافہمی تصور کرکے کچھ خیال بہی نہین کرتے اور جنکی سمجھ لڑکون کی سی ہوتی ہے وہ بچون کی اِس بناوٹ پر اُستاد سے بگڑ جاتے ہین اور لڑکون پر آفرین اور اوستاد پر نفرین کرتے ہین اور مفت مین لڑکون کا کھوج کہوتے ہین اصل یہ ہے کہ جو مان باپ اپنی اولاد کے علم کی ترقی چاہین تو بخوشی اونہین مکتب کی تادیب وتنبیہہ کے حوالے کرین اور اونکے حق مین اوستاد کی تنبیہہ کو مثل پانی کے سوکھے درخت کے حق مین خیال کرین اور جو کوئی بات شکایتاً نسبت اوستاد کے سُنین اوسکی سماعت نکرین بلکہ لڑکون پر ایسی تاکید رکھین کہ بھول کر بھی اوستاد کی برائی زبان پر نہ لائین اگر اسکے خلاف لڑکے عمل کرین تو گوشمالی سے اونکے کان کھول دینا مناسب ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ شاگرد و اُستاد مین نسبت باپ اور بیٹے کی ہوتی ہے پس سوچنے کی بات ہے کہ جب بواسطۂ اطاعت شاگرد کے باہم سلسلۂ محبت باپ بیٹے کا قایم رہیگا تو یہ قاعدہ کس درجہ مفید ترقی استعداد طلبا ہوگا اور کس شوق سے لڑکا پڑھے گا اور کس رغبت سے اوستاد پڑھاویگا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ خلاف اسکے دستور ہوگیا ہے یعنی اوستاد پڑھانیکی طرف رغبت اور شوق دلاتا ہے اور مان باپ پیار سے کہ حقیقت مین وہ دشمنی ہے اون کو پڑھنے کی محنت سے روکتے اور دولت علم سے محروم رکھتے ہین۔

اَلْعَادَةُ کَالطَّبِیْعَةِ الثَّانِیَّةِ تعلیم مین جس شے کی بکثرت ضرورت ہے اور جسپر نہایت شدت سے زور دینا واجب ہے وہ یہی عادت ہے اگر غور کرکے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تعلیم مین عادت کو پورا دخل ہے ہمنے اکثر دیکھا ہے کہ اکثر نوجوانون کی تعلیم نہایت درجہ خراب ہوجاتی ہے اور اسکی قوی وجہ یہی نظر پڑتی ہے کہ عادت مین عمدہ اوصاف پیدا کرنیکی کوشش نہین کی گئی۔ ایک شایستہ اتالیق کے سپرد کرنے کی ضرورت اِسی سے پڑا کرتی ہے۔ انگریزی تعلیم مین معمولاً **بورڈنگ ہوس** مین لڑکون کا رکھنا اور اونکے [illegible] باپ کے پاس آٹھوین دسوین روز ہو آنے کی اجازت دینا اسلئے واجبی خیال کیا گیا ہے کہ وہان لڑکون کی طبیعت مین جو حد درجہ کی سہل القبول ہے کوئی خراب عادت اثر نہ

سے لڑکون کے ساتھ عمل مین آتا ہے۔ ہندوستانی لوگ اسوقت تک **بورڈنگ ہوس** مین بھیجنے کو کسیقدر اپنی ذلت خیال کرتے ہین اور انکے دلون مین یہ امر بڑی پختگی سے جم گیا ہے کہ بورڈنگ ہوس مین لڑکون کو حوالہ کرنا اسپر دلالت کریگا کہ ہم اپنے لڑکون کی آپ خبر گیری نکرسکین گے۔ علاوہ اس کے ہندوستان کی بڑی پرجوش محبت والی مائین ایسی واقع ہوئی ہین کہ اونکی فطرتی مامتا نہین مانتی کہ اونکے بچے جو اونکے کلیجے کی ٹھنڈک خیال کئے گئے ہین کسی لحظہ کے لئے بھی اونکی نظرون سے جدا ہون مگر یہ امر آخر مین انتہا درجہ کی دلسوزی کا باعث ہوجایا کرتا ہے کیونکہ معمولاً اونکی اولاد نالایق نکلتی ہے۔ **بورڈنگ ہوس** کی یہ غایت نہین ہے کہ لڑکے وہان مان باپ کی خبر گیری سے لاپروائی کی حالت مین ڈالدئے جائین بلکہ اوسکی غایت یہ ہے کہ وہان ہر وقت علاوہ اوقات تعلیم کے بھی لایق وفایق استادون کے سامنے رہ کر وہ کسی خراب امر کے مرتکب نہ ہونے پائین اور ہر وقت اونپر عمدہ عمدہ اثر اخلاقی پڑتے رہین اور اس امر مین اونکی عادتین اصلاح پر لائی جائین کہ اونکے باہمی ملنے جلنے اور اپنی قوم کے ساتھ شایستہ طور پر بسر کرنیکے طریقے سکھائے جائین۔ گھر کی تعلیم مین معمولاً لڑکے ایک خاص وقت مین جو لڑکون کے پڑھنے کا ہے اوستاد کی عمدہ صحبت سے فیضیاب ہوا کرتے ہین اور اسکے علاوہ تمام اوقات مین اونکی کسی طور پر خبر گیری نہین کیجاسکتی۔ ہمارے وطن کے نوجوان جو عام طور پر خراب ہین اور اونکے اخلاق اس قابل نہین کہ کوئی لایق آدمی اونکی صحبت گوارا کرے اسکی یہی وجہ ہے کہ خراب اور بری صحبتون نے اونکی عادتین بگاڑدی ہین اسکی درستی اب اسیطرح ممکن ہے کہ جہانتک ہوسکے اب **بورڈنگ ہوس** مین اونکی تعلیم دلانیکی کوشش کیجائے۔ دنیا کی تواریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی قومین مہذب ہوئی ہین اور جن کی شایستگی عالم مین ضرب المثل ہوگئی ہے اونکی پہلی پالسی یہی تھی کہ بچون کو ابتدائے سن سے عمدہ باتون کی عادت ڈالی جاتی تھی۔ یونان کے لڑکون کو جب حیثیت قومی مین انسانی قوت سے زیادہ استقلال کی ضرورت پڑی تھی تو اونکے لئے یہ قانون نافذ کیا گیا تھا کہ بچپنے ہی سے لڑکے ماؤن کی تعلیم سے نکال کر سرکاری تعلیم کے حوالے کردئے جائین اور اونکے روز سو کوڑے پڑا کرین اونکو عادت ڈالی جاتی تھی کہ شدید مار کھانے پر اُف نہ کرین بلکہ جو لڑکا سو کوڑے کھالیتا تھا

اور آنسو نہین نکلتے تھے اوسکی بڑی تعریف کی جاتی تھی کہ یہ بڑا بہادر اور سورما ہے ایسی شدید مار کا سہنا انسان کا کام نہ تھا مگر صرف اِس باعث سے کہ وہ عادی ہو رہے تھے بڑے شوق اور نہایت شگفتگی کے ساتھ سہ لیا کرتے تھے اسیطرح کل معاملات مین بچپنے کی پڑی ہوئی عادتون کو بڑا دخل ہے۔ حمیت قومی مین یہ بھی انسان کا ضروری فرض ہے مگر بغیر اسکے کہ عمدہ تعلیم کے باعث سے اُسکو اپنی قوم پر نہایت رحمدلی صرف کرنیکی عادت نہ ڈالی گئی ہو ممکن نہین کہ وہ اِس بارہ مین بھی کوئی دلچسپ کارروائی کر سکے۔ تمام ہمارے اخلاق ہماری اوس تعلیم کے اثر ہوتے ہین جو صحبت کے ذریعہ سے حاصل ہوتے ہین۔ ہندوستانیون کے لڑکون کی صحبت معمولاً اون لوگون کے ساتھ ہوا کرتی ہے جو بد اطواریون کی تعلیم دیتے ہین۔ اور رؤسا کے کل لڑکے ادھر اوستادون کے پاس سے اوٹھے اور ادھر اُنکے مصاحبون نے آکر گھیر لیا جنکی پہلی پالسی یہی ہے کہ حضور اور خداوند کہہ کہکر بھولے کم سن معصوم رئیس کو انتہا درجہ کی خوشامد پسندی کا عادی کر دین اسکے بعد پھر وہ لوگ ایسی باتین کرتے ہین جنسے کسی طرح کی علمی استعداد کو ترقی نہونے پائے اور عام طور پر ضعیف الاعتقادیان اور لغو حرکتین اور بد اطواری کے اصول بڑی دلبستگی کے ساتھ ذہن نشین ہو جائین۔ عادت کی اصلاح کا زمانہ بھی وہی زیادہ تر مناسب ہے جبکہ سن کم ہو کیونکہ اسی زمانہ مین طبیعت ایک ایسی فطرتی حالت پر ہے جسمین صرف ایک شایستگی ہی کے پیدا کرنیکی کوشش کرنا پڑے گی اور جہان ابتداءً خراب عادتین ڈالدی گئین پھر عمدہ اخلاقی عادات کا اثر ڈالنے سے پیشتر اِس امر کی کوشش کرنا پڑے گی کہ وہ خراب عادتین طبیعت سے محو کی جائین جو کہ نہایت مشکل امر ہے۔ ہندوستانی لڑکون کی عادتون کے خراب ہونیکی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ یہان کی عورتین عموماً غیر تعلیم یافتہ اور بہت جلد ڈر جانے والی اور انتہا درجہ کی ضعیف الاعتقاد ڈھولی باتین کرنیوالی ہین جو خود لڑکون کو بھولا بنانا اچھا سمجھتی ہین۔ لڑکے اُنہین کی خصلتون کو زیادہ دلگیری کے ساتھ حاصل کرتے ہین اور قبل اسکے کہ لڑکا اُستاد کے پاس آئے وہ بڑا ڈرپوک اور ضدی اور ضعیف الاعتقاد بنایا جاتا ہے اوسکی طبیعت مین پیشتر سے ایسی عادات ڈالدی جاتی ہین کہ اوستاد جو صرف سبق کو رٹا کر یاد کرا دینے کا ذمہ دار ہے کسیطرح اون عادتون کو دفع نہین کر سکتا اور نہ اوسکو اتنا وقت ملتا ہے کہ بچون کی عادتین درست کرنیکی

کوشش کرے کیونکہ اب بھی لڑکون کا زیادہ وقت عورتون ہی مین گذرتا ہے۔ بورڈنگ ہوس کی
اس وجہ سے اور بھی ضرورت ہے کہ وہ لڑکون کا زیادہ وقت لے لے اور عورتون کو اپنا اثر ڈالنے کی بہت
کم مہلت دے معمولاً دیکھا جاتا ہے کہ غریبون کے لڑکے زیادہ ہوشیار ہوتے ہین حالانکہ کوئی اونکو
اوستاد بھی ایسا نہین ملتا جو اون پر نہایت دلدہی کے ساتھ توجہ کرے کیونکہ مولوی لوگ گویا کہ امیرون ہی
کے لڑکے پڑہانے کے لئے وضع کئے گئے ہین اور امیرون کے لڑکے باوجود اسکے کہ خاص اُنکے لئے
اوستاد نوکر رکھے جاتے ہین کسی صورت سے اصلاح پذیر نہین ہوتے اور اونکی خراب عادات کسی طور پر
دفع نہین ہوتین اسکی وجہ اسکے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ اُمرازادے اپنی شفقتِ مادری کی بے انتہا
نازون کی پرورش مین اُستاد کی دہمکیون کو عمل مین نہین لاتے اور ہزار کسی خراب عادت سے روکے جاتے ہین
مگر باز آنے کی کوشش نہین کرتے اون کا یہ سن نہین ہوتا کہ "جور اُستاد بہ زمہر پدر" پر عمل کرین اور
اُستاد کی حکمت عملیون کی قدر کرسکین مان باپ اپنی محبت کے باعث یہ ہرگز پسند نہین کرتے کہ اونکے
نورچشم کا ایک رویان بھی میلا ہو لڑکے سنبھلین تو کیونکر اور یہی وجہ ہے کہ غریبون کے لڑکے جو مان باپ
کی غریبی کی بدولت زمانہ کی سردمہریون کے مزے اوٹھاتے رہتے ہین اونکی نازبرداری کرنیوالا کوئی نہین
علی العموم ہر شخص کو چشمۂ علم سے فیضیاب ہونا واجب ہے مخصوص اُمرازادون کو زیادہ تر شوق تحصیلِ علم کرنا
چاہیئے کیونکہ غربا کو تھوڑے ہی زمانہ مین فکر معاش لاحق ہوتی ہے لیکن جنکے مان باپ کو حق تعالی نے
اپنے افضال کے خزانہ سے مالامال اور دولت و ثروت سے خوشحال فرمایا ہے علم کا فائدہ اور کمال بخوبی
حاصل کرسکتے ہین کہ اونکے واسطے سب سامان موجود ہے جس قدر چاہین تحصیل علم کرسکتے ہین تحصیل
علم مین اکثر یہ امر نہایت مضر اور موجب تضییع اوقات ہوتا ہے کہ لوگ تھوڑا حاصل کرکے تحصیل سے برداشتہ
خاطر ہوکر خام رہجاتے ہین۔ کہتے ہین نیم حکیم خطرۂ جان و نیم ملا کاہش ایمان"۔ جو خام ہوتا ہے وہ کچھ کام
نہین آتا ؎

جو رہا کچا وہ کچھ اچھا نہین	پھل وہی اچھا ہے جو کچا نہین

پس استقلال اور کوشش مقدم ہے خیال کرنے سے معلوم ہوگا کہ لقمہ روٹی کا جو منہ مین جاتا ہے اوسکا

بیج کھیت مین کسوقت پڑا تھا کیسی کیسی مشقتون اور ترددسے وہ اِس درجہ تک پہونچا ہے۔ اگر کاشتکار درختون کو اوگتے ہی کشت زراعت کو دیکھکر پھول جائے اور بغیر پھل پھول آنے کے ایندھن وغیرہ کی طمع سے اوسکو کاٹ ڈالے تو اوسکی تمام محنت رایگان ہو اور جب وہ دوسرون کی کشت زار کو پر از انبار غلہ دیکھے تو اپنی بے صبری پر افسوس کرے لیکن اُسوقت کا افسوس کچھ کام نہین آسکتا البتہ اگر صبر کرے اور فصلِ درو تک ٹھہرے تو اوسکی مشقت ثمرہ منفعت کا بخشے۔ تحصیل علم مین تحقیقات ایک نہایت کارآمد چیز ہے پس طلباء کو اِس امر کو اپنا شعار کرنا لابد ہے کہ جو کچھ اونکی زبان اور قلم سے نکلے وہ اونکی تحقیقات سے باہر نہو اور یہ بات تھوڑے پڑہنے اور زیادہ کی ہوس چھوڑکر خوب یاد اور تحقیقات کرنے سے ہوسکتی ہے۔ اکثر طلبا مین یہ نقص دیکھا جاتا ہے کہ جس قدر استعداد اون مین عبارت خوانی کی ہوتی ہے اوتنی لیاقت معنی فہمی کی نہین ہوتی چنانچہ ایک مرتبہ ایک مدرسہ کے طلبا کے امتحان کے وقت جناب ڈاکٹر جان اسٹیرٹِن صاحب بہادر پولٹیکل ایجنٹ ملک بندیلکھنڈ نے ایک جماعت مین یہی نقص پایا تو اپنے دست خاص سے نصیحت جسکا ترجمہ یہان درج ہے لکھکر عطا فرمائی **نصیحت**۔ ایک صفحہ طوطے کی طرح بے سمجھے پڑہنے سے چند سطرین آدمی کیطرح سمجھکر پڑہنا بہتر ہے†

تحصیل علوم و اکتساب فنون کے دو طریق ہین۔ ایک یہ کہ جو آپ کو آتا ہے اوسکے بتانے مین بخل نہ کرے اور دوسرے جو کہ نہین آتا اوس کے دریافت کرنے مین شرم نہ کرے۔

نکتہ۔ چہ چیز کے بغیر علم حاصل ہونا دشوار ہے۔ فہم۔ حرص۔ اطمینان۔ شفقتِ استاد۔ سبق بلاناغہ تحقیق و یادداشت الفاظ۔

تعلیم کا طریقہ اوستادون کو چاہئیے کہ شاگردون کو اپنے لڑکون کی برابر سمجھین اور اوسیطرح

†*Better read a few lines like a man with understanding of their meaning than repeat a whole page like a parrot without knowing what it means.*

اونکے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آئین اور دل وجان سے اونکی ترقی وبہتری چاہتے رہین اور اون پر بہت غصہ نہون نہ زیادہ مار پیٹ کرین جہانتک بنے دلاسا و نرمی سے پڑہائین کیونکہ اوسطرح لڑکا ڈھیٹھ ہوجاتا ہے اور اسطرح اوسکا دل ڈہتا ہے اور جو کم شوق ہو اوسکو باتون سے شرم دلاکر راغب کرین مگر زبان سے کوئی گالی اور بُری بات اُسکی نسبت نہ نکالین اور تاکید رکھین کہ وہ خود بھی آپسمین گالی گلوج نکرنے پائین لڑکون کا دستور ہے کہ لفظ کو کھینچ کر گیت کی طرح پڑہتے ہین۔ ایسا پڑہنا معیوب اور بُرا ہے جہانتک ہو آہستہ پڑہین جیسے کوئی بات چیت کرتا ہے اور بہت شور وغل اچھا نہین اسمین خیال بٹ جاتا ہے اور عقل پریشان ہوجاتی ہے اور ہمیشہ دل ہی مین پڑہنا بھی خوب نہین اِس سے طبیعت بند اور ذہن کند ہوتا ہے۔ اِس واسطے بہتر ہے کہ جب سبق اوستاد کو سُنائین تب باواز بلند اسطرح سے پڑہین کہ مکتب بہر مین آواز پہونچے۔ اور اُستاد کو چاہیئے کہ ہر ایک لڑکے کی طرف دہیان رکہے کہ محض کھیل ہی مین مصروف نہ ہوجاوین اور طالب علمون کو جیسا پڑہنا کتابون کا مقدم ہے ویسا ہی مسودون کا لکھنا بھی ضرور ہے گویا یہ ایک عمل ہے اوس علم کا جو کتابون کے پڑہنے سے آتا ہے اور جس عالم کو لکھنا مضامین کا نہین آتا وہ ایسا ہے جیسے ایک کسان کہ کھیت کو جوت بو کر چھوڑ دے اور پھل اوس سے نہ اوٹھاوے بعض اوستادون کو دیکھا ہے کہ کتابون کو بہت اچھی طرح سمجھتے اور خوب پڑہاتے ہین لیکن لکھنے مین عاری ہین اونکا وہ سب پڑہا ہوا ایسا ہے جیسا کسی نے خزانہ پایا اور ویسا کا ویسا ہی دبا رکھا آشکارا نہ کیا۔ جو شخص فقط کتابی استعداد رکھتا ہے اور لکھ نہین سکتا وہ سوائے معلم گری کے اور کسی کام کا نہین اور اوس کام مین بھی آدھا ہے کیونکہ صرف پڑھا سکیگا عبارت نہ لکھا سکیگا۔ اوستاد کو چاہیئے کہ روز ایک مسودہ نئے مضمون کا لکھائے اور نو آموز لڑکے اپنی سمجھ کے موافق لکھین اون سے عمدہ اور بڑی عبارت کی امید رکھنا بیجا ہے اور مایوس اور دق ہونا بھی نہ چاہیئے نہ اونکے لکھے کو بہت کاٹنا اچھا ہے اوس کو اُنکے لکھے کے موافق بنا دینا چاہیئے اسکے سوا طالب علمون سے بحث کرانا بھی بہت اچھا ہے۔ علم بحث سے زیادہ ہوتا ہے آپس کے مباحثہ سے بات دل پر نقش ہوجاتی ہے اور فہم مین ترقی ہوتی ہے۔ علاوہ لکھانے پڑہانے کے معلم کو چاہیئے کہ کتابی مضمون جو نصیحت آمیز یا عبرت انگیز ہون اونکو بطور قصہ

کے زبانی روبرو طلبا کے بیان کیا کرے یا کسی چیز کے فائدے اور خواص اونکے سامنے کہا کرے کیونکہ گوش زدہ اثرے دارد" یعنی سنی بات کچھہ نہ کچھہ اثر کرتی ہے اور تکبر اور غرور کی ہمیشہ مذمت کرتا رہے کہ یہ عادت بُری ہے انسان کو عجز و مسکینی چاہیے کہ یہ طریقہ سب کو بھاتا ہے اور کچھہ اسی مین آدمی قدر و منزلت پاتا ہی ۵

ہے لوح اولین پہ دلا یہ سخن رقم	جس شاخ نے کہ سر کو اوٹھایا ہوئی قلم

اور گفتگو کا شایستہ اور عادت بد ترک کرانا کام اوستاد کا ہے کہ اول جوہر انسان یہی ہے اور اگر یہ نقص رہا تو سب ہنر بیکار ہے اور شایستہ کلامی ہر مجلس مین باعث قدر و منزلت کی ہوتی ہے اور لڑکون کو صاف کپڑے پہننے اور ستھرا رہنے کی تاکید رکھنا چاہیے کہ اِس سے صفائی ذہن کی ہوتی ہے اور جسم بیماریون سے محفوظ رہتا ہے۔

۲- لڑکون کو تھوڑا تھوڑا پڑھانا چاہیے یعنی جس قدر یاد کرسکین اوتنا ہی سکھاوین افلاطون کا قول ہے کہ لڑکا مانند اوس بوتل کے ہے جس کا منہ تنگ ہوتا ہے کہ اگر اوس بوتل مین جلدی سے پانی بھرنا چاہو تو ذرا سا اوسکے اندر جائے گا اور بہت سا باہر گر کر خراب ہو جائے گا اور اگر آہستہ آہستہ پانی ڈالو تو آسانی سے بھر جائے گا۔

۳- بچون کو ابتدائی تعلیم مین صاف اور آسان شعر اور چھوٹے چھوٹے فقرون کی سلیس اور نصیحت آمیز عبارت پڑھانا چاہیے تاکہ اون کی طبیعت کند نہ ہو مگر احتیاط رہے کہ کوئی فحش شعر یا فقرہ اونکی نظر سے نہ گذرے اور اُسی وقت سے اخلاق اور امور دینی بھی سکھانا چاہیے۔

کھانا کھانیکے آداب اگر کہین دعوت کہانے جائے تو لازم ہے کہ وقت مقررہ پر حاضر ہو تاکہ کسی کو انتظار نکرنا پڑے اور جس جگہہ میزبان بٹھاوے وہان بیٹھے اور قریب حجرۂ مستورات کے نہ بیٹھے اور جس جگہہ سے کہانا لایا جاتا ہو اُسکو بہت نہ دیکھے۔

۲- ہم نوالہ جب تک کہاوین آپ بھی کچھہ کہاتا رہے اگرچہ سیر ہو چکا ہو اگر بس کرین آپ بہی ترک کرے اگرچہ بھوکا رہا ہو لیکن گہر مین یا جہان پر تکلف نہو تقدیم اور تاخیر جایز ہے۔

۳- کہانیکے وقت پیاس لگے تو پانی بہت آہستگی سے پیو تاکہ کوئی آواز نہ سنے اور پانی ہمیشہ کم پیا کرو اور

لقمہ چابنے مین بھی آواز مُنہ سے نکلنا معیوب ہے۔

۴۔ بچونکے کھانے پینے مین اعتدال اور میانہ روی اختیار کرین کیونکہ بچون کو کھانے پینے کی حرص زیادہ ہوتی ہے اور اونکے ذہن نشین کیا جائے کہ غذا جو زندگی کی باعث ہے اور اس سے بھوک اور پیاس دور ہوتی ہے انسان کو ضرورت اسکی واسطے بدن کی صحت کے ہے نہ لذت کے جیسے کہ استعمال دوا کا مرض کے دفع کرنے کی خواہش سے ہوتا ہے نہ ذائقہ کی نظر سے اور اُنکے سامنے شکم پرستون کی ہجو کرین تاکہ وہ کھانے کی بیجا خواہشون کو بُرا جانین اور لذیذ کھانے بچون کو کم کھلاوین اکثر رسمی غذا کھلایا کرین تاکہ کبھی کبھی روکھا پھیکا بھی کھالیا کرین اور مقرر وقتون کے سوائے بار بار کھانا نہ کھلاوین۔

۵۔ ہر روز کھانا جب کھلاوین کہ کسی قدر روزمرہ کے کامون سے فراغت اور کچھ ورزش اور محنت بھی کرچکا ہو چنانچہ ایام قدیم مین معلمان ہندنے کیا خوب طریقہ تعلیم کا ایجاد کیا تھا کہ جب شام کو کھانا کھاتے تب معلم شاگردون کو بلا کر سوال کرتے کہ آج تمنے صبح سے اسوقت تک اپنا وقت کس کس شغل مین صرف کیا جو کوئی اپنے تئین عاطل اور بیچارہ بتلاتا تھا اوسکو اکل و شرب مین شریک نہین کرتے تھے اور اُسی دم اُسکو کچھ کام دیتے تھے اِس شرط پر کہ جب تک انجام نکریگا کھانا نہ پاویگا۔

۶۔ رات کا کھانا کھاکر ٹہلنا اور دن کا کھانا کھاکر اُٹھنا صحت جسمانی کا سبب ہے۔

۷۔ کھانیکے بعد روٹی سے ہاتھ نہ پونچھنا چاہیے اور اگر چھوارا یا اور کوئی چیز گٹھلی کی کھاوے تو ایک ہی رکابی مین کہ جس مین وہ شے رکھی ہو گٹھلی جمع نہ کرے یا کھاتے وقت اور کوئی چیز منہ سے نکال کر نہ رکھے غرض اسطرح کھاوے کہ اگر کوئی اوسکے آگے کی بچی ہوئی چیز کھانا چاہے تو نفرت نہ کرے اور اپنے آگے سے کھانا کھائے مگر میوے مین دوسری جگہہ سے کھا سکتا ہے کھاتے وقت بہت مُنہ لقمہ کے واسطے نہ پھیلائے اور بڑے لقمہ سے پرہیز کرے اور جلدی جلدی نہ نگلے۔

گفتگو کرنیکے آداب انسان کو اچھی کتابون اور اچھے دوستون سے فائدہ اور سرور حاصل ہوتا ہے اور اگر وقت ملاقات اُن سے کچھ خوشی اور مفاد حاصل نہو تو مناسب ہے کہ آدمی اپنی خوبی

تقریر اور مکالمت دلپذیر سے اونکو مستفید کرے اور جو وہ اِس لایق بھی نہون تو ایسے دوستون سے نفرت و پرہیز کرنا چاہیئے۔

۲- دوستون کے مرتبے کا لحاظ ضرور ہے اگر وہ عمر مین بڑے ہون تو بہ نسبت خود زیادہ باتین کرنیکے اونکی گفتگو غور سے سُننا لازم ہے تاکہ تجربہ حاصل ہو۔ اور جو وہ عمر مین چھوٹے ہون تو اونکو اپنی پر لطف تقریر سے مستفید کرنا چاہیئے۔

۳- جب کسی سے گفتگو کرنا چاہو تو اول موقع اور وقت کو دیکھ لو بات کیسی ہے اچھی یا ضروری ہو لیکن بے موقع یا ناوقت کہی جاویگی تو ضرور بُری معلوم ہوگی۔

۴- جب اہل مجلس گفتگو کرتے کرتے سکوت اختیار کرین تب ایسی بات چھیڑنا چاہیئے جو عام دلچسپی کی ہو اور کسی خاص شخص یا فرقے کے خلاف نہو۔ اور مجلس مین جانیکے قبل ایسی باتین سوچنا چاہیئے کہ جنکے سبب سے بازار مکالمت گرم رہے۔

۵- جب کسی سخن جدید یا مفید کا محفل مین مذکور ہووے اوسکو جب اپنے مکان پر جاوے لکھ رکھے لیکن جو واہی تباہی ذکر درمیان آوے اوسپر خیال نکرنا چاہیئے۔

۶- مجلس مین مطلق خاموش بیٹھا رہنا نہ چاہیئے سب مجلسیون کو زیبا ہے کہ تقریر دلپذیر سے ایک دوسرے کو خوش رکھین۔

۷- اگر مجلس مین شور و غوغا کوئی برپا کرے تو تم اوس مین ہرگز شریک مت ہو اگر کسی مقدمہ مین مباحثہ ہو تو تم خاموش بیٹھکر اول سب کی رائے اور تجویز کو سُن لو بعدہ اپنی رائے سب مجلسیون کے حضور بیان کرو۔

۸- یاد رکھنا چاہیئے کہ آدمی کو اپنے عیوب اور قبایح ہرگز معلوم نہین ہوتے لہذا کسی کی گفتار و رفتار پر بے مروتی سے لب اعتراض کھولنا مناسب نہین۔

۹- اگر کوئی اہل مجلس کسی شخص کی مذمت کرے تو مناسب یہ ہے کہ پہلے شاکی کو نصیحت کرین اور جو اوسپر لحاظ نکرے تو تم خاموش ہو جاؤ تاکہ اوسکو معلوم ہو جاوے کہ تم کو شکایت کا سننا ناگوار ہے۔

۱۰- اِس نیت سے گفتگو نہ کرو کہ لوگ تمہاری تقریر پر تحسین و آفرین کرین اور اپنے منہ سے اچھی تعریف

کرنے سے پرہیز کرو کہ بڑا دلیل کلام ہے

۱۱ جب کسی کا ذکر پیش آوے اور کوئی شخص اوس باب مین ایسی بات جو تمکو مطلب سے دور معلوم ہو کہے تو مناسب ہے کہ کچھ اعتراض مت کرو کیونکہ شاید اور صاحب محفل اُسکے کلام کو معقول اور مناسب تصور کرین یا اوسکے کلام سے کوئی بات مفید منکشف ہو جائے۔

۱۲۔ بے تکلفی سے گفتگو کرو کہ ارباب مجلس بہی بے تکلف ہو کر بات چیت کرین اور اِس طور سے بہت سی باتین مطلب کی ظاہر ہو وین۔

۱۳ مجلس مین بیٹھکر کسی سے خفا اور رنجیدہ نہو اگر کوئی تمکو برا کہے یا کسی طرح سے ناراض کرے تو برداشت کرجانا چاہیئے کیونکہ وہ محل قضیہ و جھگڑے کا نہین ہے اگر حریف تمہارا خشمگین اور تند مزاج ہو تو تم بکمال تحمل اوسکے ساتھ گفتگو کرو آخر کو تم غالب ہوگے اور وہ مغلوب کیونکہ غصہ کی بھڑک سے آدمی کی عقل کا چراغ گل ہو جاتا ہے اور لوگ جانب داری اوسی شخص کی کرتے ہین جو موقع خشم مین تحمل اختیار کرے اور اپنے مزاج کو درجۂ اعتدال سے لغزش ندے۔

۱۴۔ اول سوچ سمجھ کر کہو اور فضول گوئی اور بات کا کاٹنا برا ہے اگر کوئی شخص کسی روایت کو بیان کرے تو سُننے والے کو لازم ہے کہ باوصف آگہی کے اپنی واقفیت ظاہر نکرے اور ذکر ختم ہونے دے تاکہ کہنے والے کے بیان مین خلل واقع نہو۔

۱۵۔ جو امر تم سے نہ پوچھین اُسکا ذکر نکرو اگر سوال اوس جماعت سے ہے کہ جسمین تم بھی داخل ہو تو جواب دینے مین کچھ تامل کرو تاکہ دوسرا شخص جواب دے بعد اسکے اگر تم اوس سے بہتر جواب دے سکتے ہو تو ایسی احتیاط سے بیان کرو کہ کسی کے اوپر طعنہ اور طنز عاید نہو۔

۱۶۔ اگر دو شخص آپسمین گفتگو کرتے ہون تو تیسرا بے ضرورت دخل ندے جب تک وہ اوسکو مشورہ مین شریک نکرین اور جو پوشیدہ رکھین تو دریافت نکرے۔

۱۷۔ سوار یا بزرگ کی خدمت مین تہ دار بات نہ کہے اور ملاقات کے وقت ابتدائے کلام اچھی بات سے کرے گفتگو کے الفاظ بہت صاف اور شستہ اور بآواز معتدل ہون تاکہ مخاطب بے دقت سنے اور سمجھے۔

اونکے ساتھ ادب سے بات چیت کرنا چاہیے۔ بات کو بڑھا کر یا بنا کر نہ کہو صاف اور مختصر کہو اونکی شان مین بُرا لفظ ہرگز زبان پر نہ لاؤ۔ بولنے مین اس قدر تیزی وشتابی نہ کرنا چاہیے کہ بات سمجھ مین نہ آئے نہ اسقدر رُک رُک کر بولے کہ سُننے والے کا جی اوکتا جائے۔ اونکے حضور مین اگر وہ اس درجے کے ہون تو نیک بات نیک فالی سے شروع کرنا چاہیے۔ جیسے حق تعالیٰ آپکی عمر دراز کرے۔ حضور کے دشمن پامال ہون۔ اقبال برقرار رہے بخت بلند ہو۔

۱۸۔ جب چھوٹون سے گفتگو کرو تو نرمی ومہربانی سے کرو غرور وشیخی مت جتاؤ۔ کوئی حقارت کا لفظ مت بولو۔ کسی قصور پر ملامت کرنا ہو تو ہمیشہ تنہائی مین کرو۔

۱۹۔ کوئی بات دوبارہ نہ کہے لیکن ضرورت کی حالت مین۔

۲۰۔ فحش اور بیہودہ لفظ کبھی زبان پر نہ لاوے اور جو ضرورت ایسے بیان کی ہو تو کنایہ یا اشارے سے بہت ادب ولحاظ کے ساتھ بیان کرے۔

۲۱۔ جو بات بے پوچھے معلوم ہو سکے اُسکے پوچھنے مین عجلت نکرنا چاہیے۔

۲۲۔ کج بحثی ناروا ہے اگر بحث مین حریف کا قول سچ اور صحیح ہو تو اوسے منصفانہ قبول کرو اور ہر شخص سے موافق اوسکی فہم ولیاقت کے بات یا اختلاط کرو۔

۲۳۔ احمق سے دور رہنا چاہیے اپنے سے اعلیٰ کے ساتھ ہنسی نہ چاہیے ہر کس وناکس کو مزاج مین دخل نہ دینا چاہیے آدمی کو سبکے سامنے شرمندہ نکرنا چاہیے۔

۲۴۔ مجلس مین ایسے لوگون کے سامنے زبان کو بند رکھنا چاہیے کہ سُن سُن کر بات کو اوڑا دین اور ایک روز اوسکے ذریعہ سے اپنا مقابلہ کرین۔

۲۵۔ یہ بات تھوڑے ہی آدمیون کو معلوم ہے اگرچہ بہت کام کی ہے کہ جب کوئی کسی سے بات کرے تو پہلے اُسکو اتنا اپنے دل مین ضرور سوچ لینا چاہیے کہ جس سے مین بات کرنا چاہتا ہون اوسکا دل میری بات سُننے کو زیادہ چاہتا ہے یا اپنی بات سنانیکو پس لازم ہے کہ بول چال مین پہلے اس امر کا خیال کرکے لطف ولطایف کا طریقہ ملحوظ رکھے اور قول وفعل وحرکات مین کسی کو آزردہ نکرے۔

۲۶۔ بات بات پر ہاتھ ہلانا مُنہ بنانا آنکھ مٹکانا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور ہاتھ جوڑ کر بات کرنا اور گڑگڑانا بیحیائی

اور مسخرے پن کی باتین زبان پر لانا خلاف تہذیب ہے۔

آداب مجلس و طریقہ نشست و برخاست ذی علم و شریف لوگون کی صحبت اختیار کرنا واجب ہے اور جاہل و بداطوار کی مصاحبت سے پرہیز لازم ہے صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے کیونکہ جیسے بدن علالت طبیعت سے مضمحل اور علیل ہوتا ہے ویسے ہی صحبت بد سے عقل بیمار اور کاہش پذیر ہوتی ہے خردمند اگر اوسکے علاج مین غفلت کریگا پایہ خردمندی سے ساقط ہوگا۔

۲- جو شخص اپنے پاس آئے اوس کے ساتھ تین باتون سے پیش آئے۔ اوّل اوسکو جگہہ دے۔ دوسرے اوسکی طرف متوجہ ہو۔ تیسرے جو بات وہ کہے اوسکو سُنے اور جواب معقول دے۔

۳- پانچ شخصون کی صحبت سے حذر کرنا اور اونکی مصاحبت سے دور رہنا ضرور چاہیے۔ ایک احمق کی صحبت سے کیونکہ احمق کی حماقت سے یہ بات ممکن ہے کہ وہ ارادہ بھلائی کا کرے اور مقتضائے حمق سے کوئی کام ایسا کر بیٹھے کہ جو برائی کا باعث ہو بیت

نیش کب مارے ہے عقرب آپ سے		ہے طبیعت کا یہ اوس کی مقتضا	

اور احمق کی یہ پہچان ہے کہ کام کی حقیقت سے ماہر نہو اور اگر اوسکے روبرو بیان کرین تو بھی نہ سمجھے اگر سمجھے تو اولٹا سمجھے۔ دوسرے بزدل اور پست ہمت کی صحبت سے دور رہے اس واسطے کہ بروقت ضرورت کے تجھکو طرح دیگا اور دوستی سے انحراف کریگا۔ تیسرے بدخصلت کی صحبت سے کیونکہ بدخو سے امید سلامتی کی منقطع ہے اس لئے کہ جب اوسکی خوے بد حرکت مین آویگی تمام حقوق صحبت کے بالاے طاق رکھے گا اور جو اوسکے دل مین آویگا کریگا چوتھے جھوٹے کی مصاحبت سے کیونکہ دروغ گو اپنی دروغ گوئی سے باز نہ آئے گا اور تو ہمیشہ فریب کھاوے گا۔ پانچوین فاسق اور بدکردار کی صحبت سے کیونکہ جو شخص فسق و فجور پر مصر ہوتا ہے اور راتدن اوسمین غرق رہتا ہے وہ حق تعالی سے نہین ڈرتا ہے اور جو شخص خدا سے نہین ڈرتا وہ بندے کے ساتھہ کیا سلوک کریگا۔ پس اوس سے علٰحدہ رہنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ بزرجمہر نے کہا ہے کہ صحبت نیک ہمنشین کی مثل عطرفروش کے ہے اگر وہ اپنے عطر مین سے کچھہ نہ دے تو بھی اوسکی خوشبو سے دماغ معطر ہوجائے اور مصاحبت بد لوگون کی مثل لوہا

کی بھٹی کے ہے کہ اگر اوسکی آگ سے آدمی بچ جاوے تو دہوئین کی اذیت سے نہین بچ سکتا۔

۴۔ چلنے مین جلدبازی ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ بے وجہ دوڑنا جھپٹنا چھچھورپن ہے لیکن اتنی سستی بھی نہ چاہیے کہ وقت ضائع ہو۔ سردی کے وقت تیز قدم اور گرمی کے وقت آہستہ چلنا مناسب ہے۔ چلتے وقت راستہ دیکھکر چلنا چاہیے۔ بار بار پیچھے مڑکر دیکھنا بے وقوفی ہے۔ سواری ہو تو ایسی تیز نہ ہانکنا چاہیے کہ کسی کو صدمہ یا تکلیف پہونچے۔

۵۔ مغروروں اور عورتوں کی طرح نازونخرہ سے نہ چلے ہمیشہ سر نیچے کئے نہ رہے اور ہاتھ زانو پر رکھکر نہ بیٹھے کہ یہ دلیل غلبۂ حزن وفکر کی ہے نشست مین پاؤن پھیلاکر نہ بیٹھے نہ پاؤن پر پاؤن رکھے اور بادشاہون کے حضور اور استاد اور باپ وغیرہ بزرگ لوگون کے روبرو دوزانو بیٹھے اور گردن کو کج نکرے۔

۶۔ حرکات عبث سے جیسے ڈاڑھی یا کسی عضو سے کھیلنے سے احتراز کرے اور ناک اور مُنہ مین اونگلی نڈالے نہ اونگلی چٹکائے۔

۷۔ جب کسی مجلس مین جائے تو اپنی حیثیت سے نیچے یا اونچی جگہہ پر نہ بیٹھے اگر ناواقفیت سے بے موقع بیٹھ گیا ہو تو جب معلوم ہو تو فوراً اپنی جگہہ آہستگی سے واپس آئے اگر مجلس مین جگہہ نہ ملے تو گھبرانا یا بُرا ماننا نہ چاہیے چُپ چاپ وہان سے الگ ہو جائے اور بلا اجازت نہ بیٹھے۔ اور اگر مجلس کا میزبان خود ہی ہے تو خود سب سے بہتر جگہہ نہ بیٹھے۔

۸۔ کسی کی عیادت کو جائے تو دیر تک نہ بیٹھے۔

۹۔ اگر کوئی خط لکھتا ہو تو اوسکے خط کی طرف نہ دیکھے کہ حماقت کی علامت ہے۔

۱۰۔ اگر جلسہ ہو تو انگڑائی جمائی اور ڈکار سے پرہیز کرے بار بار تھوکنا عیب ہے ناک صاف کرنیکی ضرورت ہو تو اسطرح صاف کرو کہ حاضرین نہ دیکھین نہ آواز سُنین۔ ناک آستین یا دامن سے پاک کرنا بے تمیزی ہے اِس کام کے واسطے رومال چاہیے۔

۱۱۔ غیر حق کے روبرو سوائے ہاتھ پاؤن اور چہرے کے بدن کا کوئی حصہ نہ کھولو۔ بجز ضرورت ناف سے لیکر زانو تک ہر وقت پوشیدہ رکھو خواہ جلسہ ہو خواہ تنہائی۔ غرض چلنے پھرنے اوٹھنے بیٹھنے مین کوئی حرکت ایسی نہ ہو

جسکو دیکھکر کوئی نفرت کرے یا کسیکو تکلیف پہونچے ۔

کتخدائی نوع انسان کی وہ ترقی جو اسکی بقائے نسل کے ساتھ لازم ہے غالباً زیادہ تر اسپر منحصر ہے کہ انسان بلوغ کے بعد ایک نیا رشتہ پیدا کرے جو نوع انسان کے دو قدرتی پارٹیون یعنی مرد و عورت کے درمیان مین پیدا کیا جاتا ہے ۔ تمام فلاسفرون کے نزدیک یہ امر واجب ہے کہ نوع انسان کو عام طور پر ترقی دیجاے مگر کل ترقیان شاید اس قدر لحاظ کئے جانیکے قابل نہین ہین جسقدر کہ نفس نوع کی زیادتی کا سلسلہ مضبوط کرنا ضروری ہے ۔ یہ ایک ایسا امر تہا کہ اسکی ممانعت آج تک دنیا مین کسی مذہب اور کسی آئین کی روسے نہین کی گئی ۔ گو ہندؤن کے پچھلے چلّہ کش کتخدائی سے پرہیز کرنیکو ایک مستحسن امر تصور کرتے ہین اور انہین کی تقلید مین اکثر مذاہب کے صوفیہ نے اس سے پرہیز کرنا ایک مستحسن امر خیال کیا مگر نہین اگلی آرین لوگ جو ہندؤن کے مقدس دیوتاؤن کے قریب تھےؐ انہون نے صرف نوع انسان کے بڑہانیکے لئے اِس رشتہ کو زیادہ کثرت سے رواج دینے کی کوشش کی ۔ اگلی دنیا مین کسی وقت یہہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ کسی قوم نے اِس معاملہ کی ممانعت پر کوئی سخت قانون جاری کیا ہو یا کسی وجہ سے رسم وغیرہ کے طور پر یہ سلسلہ موقوف ہوگیا ہو ۔ ہان اتنا ضرور تہا کہ زمانہ نے چونکہ اوسوقت پوری تہذیب کو رواج نہین دیا تہا لہذا کوئی خاص ایسی پابندی نہ تہی کہ کوئی مرد کسی خاص عورت کا شوہر قرار دیا جائے یا کوئی عورت کسی خاص مرد کی پابند کر دیجاوے اِس سے قطع نظر کرکے کہ توالد و تناسل کو ترقی دینا کوئی واجبی امر ہے کہ نہین دنیادی سوشل معاملات مین کتخدائی کی بہت ضرورت ثابت ہوتی ہے ۔

اوّلاً تو انسان شاید کوئی ایسا شادی والم کا ساتھی اور ہمدم نہ پائیگا جیسی ایک عفت مآب اور نیک طینت جورو ہوتی ہے پہر چونکہ نیچرل نظام کی روسے اپنی بسر اوقات کے لئے سرمایہ بہم پہونچانا مردون کے ذمے کر دیا ہے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو خانگی معاملات کی اصلاح کرے اور یہ کام فطرۃً کچھہ عورتون ہی سے خوب ہوسکتا ہے ۔ سب سے بڑہکر یہ بات ہے کہ حسرت نصیب اور پریشان حال مرد کی گھبراتی ہوئی طبیعت کو بچی ہمدردی کے ساتھہ بہلانا اور تسلی دینا اوسی کا کام ہے جو عمر بہر کا ساتھ دینے کے لئے اور عزت اور ذلت کے شریک ہونے کے لئے جورو قرار دی گئی ہے ۔ تمام دنیا کی اصل حالتون کا پتہ غربا اور ادنی طبقہ کے لوگون سے لگتا ہے کیونکہ

اُمرا ایسے ہوتے ہین جو اپنی کثیر دولت کے باعث سے غم و الم کے متحمل بہت کم ہوتے ہین اور زمانے کی مختلف حالتونکا تجربہ اون کو شاذ و نادر ہی حاصل ہونیکا اتفاق ہوتا ہے۔ مگر ہان ادنی لوگون کو برابر نشیب و فراز کا تجربہ حاصل کرنے پر کامیابی حاصل ہوتی ہے اور اِسی لیئے انسانی نیچرل حالت کا صحیح موازنہ کچھہ اونہین کی بارٹی سے خوب ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد بیشک یہ کہہ سکتے ہین کہ کتخدائی کی ضرورت جس قدر اِس طبقہ کو پڑتی ہے وہ انسان کی فطرتی حالت کا مقتضا ہے۔ رنج و مصیبت کے عالم مین ایک مونس و غمگسار کو انہین کی آنکھین ڈھونڈا کرتی ہین مگر شادی کی ضرورت سے زیادہ اِس امر پر غور کرنا واجبی ہے کہ لڑکون کی کس سن مین شادی کرنا چاہیے کیونکہ موجودہ وقت مین ایسا کوئی نہ نکلیگا جو عقلاً یا شرعاً یا عرفاً کتخدائی کو بُرا سمجھے مگر ہان یہ مسئلہ بے شک ہندوستان کی حالت کے لحاظ سے زیادہ زور دینے کے لایق ہے کہ ہمکو اپنی نوع کے لیئے کون زمانہ مناسب ہے کہ جسمین یہ عمدہ نیچرل رسم ادا کیجاے۔

ہندوستان کی کثیر آبادی جو ہندؤن کی ہے اسمین یہ رسم خاندانی حیثیت سے بڑھ گئی ہے کہ کم سنی ہی مین لڑکون کی شادی کردی جاے۔ اونکے یہان بیشک عموماً شادی ایسے وقت مین کیجاتی ہے جبکہ لڑکا خود نہین سمجھہ سکتا کہ اِس کتخدائی کی کیا غایت ہے اور چونکہ اوسوقت مین اُسکے مزاج کی کیفیت اور نیز اوسکے ہوش و حواس قابل اعتبار نہین ہوتے لہذا میان بی بی کے باہمی اتفاق کی بہت کم امید کیجا سکتی ہی اور یہ شادی طبعی شوق کو تھوڑا بھی جوش نہین دیسکتی۔ اِس سے چھوٹا مگر اور سب سے بڑا حصہ آبادی ہند کا جو مسلمانون کو جگہہ دے رہا ہے اِسکا رواج عموماً اِس طور پر ہے کہ بلوغ کے بعد اور قبل اسکے کہ انسان کو خاندان کی اصلاح کے لئے سرمایہ بہم پہونچانیکا سلیقہ حاصل ہو شادی کیجاے گو عام طور پر یہ رسم ہے مگر بہت سے آرزومند والدین جو لڑکے کے پروان چڑھنے کو اپنی عمر کا بہت بڑا سرور خیال کرتے ہین اور جو پیاری بہو کی صورت دیکھنے کا شوق رکھتے ہین وہ اپنے بچون کی شادی کم سنی ہی مین کردیتے ہین۔ عام اِس سے کہ اونکا لڑکا اونکی بہو کی قدر کرنیکے قابل ہو یا نہو۔

ہندوستان کی شادیون مین عموماً خود دولہا دولہن کو ذرا بھی دخل نہین ہوتا اور اسکا لحاظ بالکل نہین کیا جاتا کہ خود شادی کرنیوالون کی رضامندی ہے کہ نہین۔ یہ امر اگرچہ تمام اگلی قومون مین تھا جو ہندؤنکے اگلے آرین لوگ اُسکو ضروری خیال کرتے تھے اور خود مسلمانون کے مقتدایان دین کی یہ واجبی پالسی تھی مگر زمانہ نے ہندوستان

مین اِن اُنکی مذہبی رسوم کو منسوخ کرکے نئی رسوم قایم کردی ہین جو خانگی انتظام کے بارے مین نہایت درجہ مضر ہین لازم ہے کہ کسی طرح سے ایسا سامان بہم پہونچا دیا جاے کہ عورت اپنے شوہر اور شوہر اپنی جورو کے حالات دریافت کرکے اپنا اطمینان کرسکے اور یہ امر کسی کے لئے موجب بدنامی نہو۔ زیادہ تر عدم واقفیت کی وجہ یہی ہے کہ ہندوستانی رسوم کے لحاظ سے کسی عصمت مآب شریف خاندان کی لڑکی کا آیندہ شوہر کے حالات دریافت کرنیکی کوشش کرنا بہی بدنامی کا موجب سمجہا گیا ہے لیکن یہ تو اب بہی ممکن نہے کہ والدین حالات دریافت کرکے جانبین کو کسی نہ کسی طرح آگاہ کردین اور اونکی راے اونکی شادی مین شریک کرلین اگر ایسا کرین تو نہایت مناسب ہے۔ سن کے متعلق مختلف رائے ہین۔ اکثر احباب تو عام طور پر یہ رائے دے رہے ہین کہ لڑکون کی شادی اوسوقت کرنا چاہیے جبکہ وہ تمام علوم وفنون اور عام تحصیل سے فراغت پاکر برسر کار ہو جائین۔ یہ امر اِس لحاظ سے کہ اُسوقت شادی کرنے مین شوہر اپنا بار آپ سنبہال سکیگا اور اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے مین مشغول ہو سکیگا کہا جا سکتا ہے کہ عمدہ ہے لیکن بعض جسوقت دوسرے پہلو پر نظر کرتے ہین اور موجودہ نسل کی خراب حالتون کو دیکہتے ہین اور اُن لوگون کو جنکے سن بوجہ خامی تعلیم کے کتخدائی کے قابل نہین سمجہے جاتے انتہا درجہ کا تعلیم کی طرف سے بدشوق اور رندمشربی کی طرف راغب پاتے ہین تو مجبور ہوکر اُنہین کہنا پڑتا ہے کہ افسوس اِن لوگون کی شادی کیون نہ کردی گئی کہ یہ ناشایستہ عادتین نہ پیدا ہوتین جو شادی ہو چکنے کے بعد بہی تمام عمر نہین جاتین۔ کچہہ عجب نہین کہ ایسے ہی خیال ہندوستان مین اوائل عمر مین شادی کر دینے کے رواج کے بانی ہوئے ہون۔ دونون پہلو پر غور کرنے سے اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ کمسنی مین تو شادی ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ اول تو یہ سن تعلیم وتحصیل کا ہے اسمین شادی کر دینے سے تعلیم کو نقصان پہونچ جانیکا اندیشہ ہے۔ دوسرے طبًا بہی مناسب نہین۔ تیسرے اگر تعلیم علوم کے ساتہ تعلیم تہذیب واخلاق بہی کی جاوے اور بُری صحبت سے لڑکون کو بچایا جاوے تو بہت نیک اثر اونکی موجودہ اور آیندہ حالت پر پڑ سکتا ہے۔ بہرحال افراط وتفریط کو قطع نظر کرکے اگر ایک اصول ملنظر رکہا جائے تو خالی از فائدہ نہوگا۔ وہ یہ کہ اُن لڑکون کی شادی جو علم حاصل کرنے یا ہنر سیکہنے کی طرف دل سے متوجہ ہین اور شادی کی طرف راغب نہین ہرگز اوس وقت تک نہ کرنا چاہیئے جبکہ وہ تحصیل

علم وہنر سے فارغ نہو جاوین اور کمانے کے قابل نہون لیکن ہان جو ناعاقبت اندیش لڑکے پڑہنے لکہنے کی طرف توجہ کم کرین یا آوارگی کے آثار اونمین ظاہر ہون تو بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اون کی شادی جلد کردی جاوے تاکہ وہ آوارہ ہوکر ننگ خاندان نہو جائین۔

لڑکیون کی شادی کرنے مین ضرورت سے زیادہ دیر لگانے مین انواع اقسام کی قبائح متصور ہین۔ اکثر دیکہا گیا ہے کہ اُن خاندانون مین بہی جہان بدنصیب رسم کی وجہ سے لڑکیون کو تعلیم بہی نہین دیجاتی اور کوئی عقلی و فرضی وجہ مناسب وقت پر شادی کرنیکی مانع نہین ہوتی وہان بہی پچیس پچیس تیس تیس برس لڑکیان بٹہار کہی جاتی ہین۔ ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ مان باپ کی محبت اجازت نہین دیتی کہ وہ جلدتر کسی دوسرے گہر کی ہوجائین۔ اس محبت نے یہ عجیب اثر پیدا کیا کہ اکثر معزز خاندان بدنام ہوگئے۔



جوہر دوسرا

حقوق والدین و اُستاد و طریقہ معاملت و ہمسایہ و دوست و دشمن کے بیان مین کم

حقوق والدین خالق برحق نے عالم اسباب مین والدین کو اولاد کی ہستی کا سبب اور اونکی پرورش کا واسطہ بنا دیا ہے اوس حکیم مطلق نے اونکے دلمین ایک ایسا قوی جذبہ رکھدیا ہے کہ اونکی خدمت کی بجاآوری مین ہمہ تن محو ہو جاتے ہین وہ جذبہ کیا ہے؟ وہ اوس گہری محبت کا پرتو ہے جو خالق کو اپنی مخلوق کے ساتھ ہے اوسی پرتو کا اثر ہے کہ ماں باپ بچون کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہین کہ اپنی راحت پر اونکی آسایش کو ترجیح دیتے ہین۔ جب تک بچہ نشو ونما پاکر توانا و تنومند ہوتا ہے اوسوقت تک اوس کے لیے سامان زندگی مہیا کرتے ہین۔ ماں بچہ کے لئے کیا کیا دکھ سہتی ہے۔ اپنے دل وجگر کا خون پلاکر پالتی ہے۔ باپ کس محبت سے اپنے گاڑہے پسینہ کی کمائی اوسپر نثار کرتا ہے۔ اوسکی تادیب وتہذیب مین دل وجان سے کوشش اور مال سے دریغ نہین کرتا۔ اوسکو اپنے آپ سے افضل بنانا چاہتا ہے مال و دولت کو اسواسطے جمع کرتا ہے کہ اوسکی وفات کے بعد اوسکی آل و اولاد کے کام آوے۔ جب آج کل کا خطرہ اوسکے دلمین پیدا ہوتا ہے تو وہ اس خیال سے تسلی دیتا ہے کہ میرا خلف میری موئی مٹی کی نشانی کہلائیگا مین نہ ہونگا اور وہ دنیا مین سب کو میری یاد دلائیگا۔ غرض والدین کا وجود وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ جسکی برابری دنیا کی کوئی نعمت نہین کر سکتی پس سعادت مند وہی فرزند ہین جو اس نعمت کی قدر سچے دل سے کرتے ہین اور دست و زبان جسم وجان دولت و مال سے والدین کے حقوق خدمت کو بجالاتے ہین۔ اون کی خدمت گذاری اور فرمانبرداری

کوجناب باری کی شکر گذاری جانتے ہین والدین کے ساتھ محبت کرنا اور اونکی تعظیم وتکریم بجالانا حقیقت مین خدائے محبت کے آگے سر جھکانا ہے سچ کہا ہے کہ مان باپ کی اطاعت جہانتک ممنوعات سے مبرا ہو مین طاعت حق ہے۔ خدا کی نعمتون کے بعد اور کوئی چیز اوس نعمت کے برابر نہین ہے جو بچونکو مان اور باپ سے حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اول باپ فرزند کی پیدایش کا پہلا سبب ہے اور پھر اوسکی تربیت وکمال کا باعث کیونکہ جسمانی فائدہ اور کمال مانند غذا اور نشو ونما کی جو جسم کی بقا اور کمال کے باعث ہین اور نفسانی فائدہ اور کمال مثل علم اور ہنر اور معاشرت اور آسایش کے طریقون کے جو نفس کے کمال اور بقا کے باعث ہین باپ سے بیٹے کو حاصل ہوتے ہین اور سوائے اس کے باپ بیٹے کو اپنی جائداد کا ولی عہد اور وارث بناتا ہے اور بعد اوسکے فرزند کی پیدایش اور جسم کی پرورش کا دوسرا سبب مان ہے کیونکہ بچہ کی زندگی کا مدار مان کے دودھ پر ہے اور علاوہ اسکے طرح طرح کی محنت اور تکلیف اور خطرے مدت دراز تک گوارا فرماکے نہایت محبت سے فرزند کی سلامتی کو اپنی حیات سے بہتر جانتی ہے پس انصاف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دین اور دنیا مین خدا کے حقوق ادا کرنے کے بعد والدین کی اطاعت اور اونکے حقوق کی رعایت سے کوئی بزرگی زیادہ نہین ہے بلکہ ایک وجہ سے والدین کے حقوق کی رعایت کو خدا کے حقوق کی رعایت پر ترجیح ہے یعنی آفریدگار عوض کی پروا نہین رکھتا اور والدین ہمیشہ آرزومند اس بات کے ہین کہ فرزند سعادتمند ہو تاکہ اونکے حقوق ادا کیا کرے چنانچہ والدین کے حقوق کی رعایت تین امر پر منحصر ہے۔ اول سے محبت کرنا اور قول وفعل سے اون کو رضامند رکھنا جیسے تعظیم وشیرین کلامی انکسار واطاعت وغیرہ جہانتک کہ خدا کے حکم کے خلاف نہ ہو اگر ہو تو نرم خوئی اور دلجوئی کے ساتھ اغماض کرنا۔ دویم دنیا کی ضروری چیزین بدون سوال کے مدد کرے اور بدلے کی خواہش یا اظہار احسان کی تمنا نہ کرے۔ سوم حاضر وغایب دنیا اور آخرت مین اونکی خیرخواہی کا خیال رکھنا اور اونکی حین حیات اور بعد وفات اُن کی نیک نصیحت اور وصیت پر عمل کرنا مخفی نرہے کہ والدین کی محبت فرزند ونکی نسبت طبعی ہے یعنی خلقی اور اولاد کی محبت اونکی نسبت ارادی ہے۔ اِس لئے شرع کے عالمون نے اولاد کو والدین کی

خدمت کیواسطے جس قدر تاکید فرمائی ہے اوس قدر والدین کو اونکی پرورش کے لیے نہین کی تحریر
بالا سے مان اور باپ کے حقوق مین ایک نہایت باریک فرق ثابت ہوتا ہے یعنی باپ کے
اکثر حق روحانی ہین اسلیے فرزندون کو سن تمیز مین تحصیل علم کے بعد اونسے اچھی طرح آگاہی ہوتی
ہے اور مان کے اکثر حقوق جسمانی ہین اسواسطے فرزند ابتدائے سن سے جانتے اور مان سے
زیادہ الفت رکھتے ہین پس موافق اِس قول کے ہر فرزند باپ کے حقوق کو زیادہ تر اطاعت
اور ذکر خیر کے ذریعہ سے ادا کرے کیونکہ اوس سے روح کو فرحت ہوتی ہے اور مان کے حقوق
کو بیشتر صرف زر اور موجود کر دینے اسباب آسایش و آرام کے وسیلہ سے بجا لاوے کیونکہ اوس
سے جسم کو راحت پہونچتی ہے - اور فرمانبرداری والدین کی جسقدر رضامندی کا سبب ہے نافرمانی
اونکی اوسیقدر خدا کی ناخوشنودی کا باعث ہے - اور ماں باپ دادا چچا ماموں بڑا بھائی اوستاد
خسر خوشدامن اور باپ دادا کے دوست اور بزرگ سب ہم رتبہ ہین ان کا ادب وحق بھی
ملحوظ رکھنا چاہیے - پس اول انسان کو حقوق نعمت الٰہی شکر و سپاس کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے
بعدہٗ حقوق والدین و اُستاد و مرشد و اہل قرابت و ہمسایہ و مسکین و مسافر کی حتی الوسع ادا
کرنی چاہیئے اور جو عزیز کہ مفلس ہون اونکے حقوق عطا سے اور جو تونگر ہون اونکے حقوق دعا
و ثنا ادا کرنا لازم ہے چنانچہ کہتے ہین کہ

حضرت فقیہ علی مخدوم صاحب بڑے صاحب کمال تھے اونکی والدہ صاحبہ نہایت پرہیزگار تھین
ہمیشہ عبادت مین مشغول رہتین مخدوم صاحب بچپن سے اپنی مان کی خدمت حد سے زیادہ کرتے
ایک روز رات کو اونکی مان نے پانی پینے کو مانگا مخدوم صاحب بہت خوشی سی پیالہ جلدی اپنے ہاتھ
سے دھوکر اوس مین صاف پاکیزہ ٹھنڈا پانی بھر کر اونکے پاس لے آئے دیکھا کہ اونکی آنکھ لگ گئی
ہے مخدوم صاحب پانی ہاتھ مین لیے چپکے کھڑے رہے کہ شاید آنکھ کھل جاوے اور پانی مانگین
لیکن ادب کے سبب سے ذرا آواز نہ دی کہ اونکی نیند مین خلل نہ آوے خاموش انتظار مین رات
بھر کھڑے رہے صبح کے وقت والدہ صاحبہ جاگین دیکھا کہ فرزند سعادتمند پیالہ پانی کا بھرا ہوا

ہاتہ مین لئے کہڑا ہے پوچہا کہ اے پیارے بیٹے تم کب سے کہڑے ہو حضرت بولے آپنے جسوقت پانی طلب کیا تہا اوسیوقت مین لے آیا تہا میرا جی نہ چاہا کہ آپ کو جگاؤن یا چلا جاؤن اونکی والدہ صاحبہ نے درگاہ الٰہی مین دعا کی کہ اے پروردگار میرے اِس میرے بیٹے کو دو جہان مین سرفراز کر چنانچہ مخدوم صاحب کو دین و دنیا کی سعادت حاصل ہوئی اور بڑے صاحب کرامت ہوئے۔

ایک صاحب اپنی سوانح عمری مین ایک روایت رقم فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ کوہ ایٹنا کی آتش فشانی کے وقت مین قرب کے شہرون کے باشندے اپنی حفاظت جان و مال کیواسطے گہر چہوڑ چہوڑ کر بہاگے اوسوقت ہر شخص اپنی عزیز ترشے نکالنے کی پریشانی مین تہا اُس جگہ ایک شخص کے دو بیٹے تہے اونکو یاد آئی کہ اونکے ماں باپ جو دونون ضعیف تہے اپنی جان کی حفاظت بہاگ کر کرنے لایق نہین ہین پس اوسی وقت اونہون نے آپسمین صلاح کی مال و متاع تو پہر بہی مل سکتا ہے لیکن جنسے ہم پیدا ہوئے ہین اونسے بڑہکر دولت ہمکو کہین نہ ملیگی چلو سب مال و اسباب کو چہوڑکر اون کو نکال لاوین پس فوراً دونون گئے اور ایک نے باپ کو اور دوسرے نے ماں کو اپنے کاندہے پر چڑہا لیا اور اُس آگ سے بچاکر اون کو بحفاظت علٰحدہ بٹہا دیا مطلق کسی چیز کا خیال نہ کیا تمام گہر کا اسباب جلکر خاک ہو گیا۔

ایک صاحب اپنی کتاب مین ایک عجیب روایت لکہتے ہین کہ کسی روم کے حاکم نے ایک عورت مجرمہ جرم شدید کو جیلخانہ مین قتل کیواسطے داروغہ محبس کے سپرد کیا جس شخص کے اختیار مین قتل کرنیکا کام تہا اوسنے اوس عورت کی اولاد کے خیال سے اوسکے مارڈالنے مین تاخیر کی اور کسی حیلہ سے اوسے فوراً قتل نہ کیا بلکہ اوسکی لڑکی کو جو خود بہی صاحب اولاد تہی جیلخانہ مین آنے جانے دیتا تہا مگر جب وہ اندر جاتی تو بکمال ہوشیاری اوسکی تلاشی لے لیتا تہا کہ مبادا کوئی کہانے پینے کی چیز اپنے ہمراہ لیجاوے اوسنے اپنے ذہن مین سمجہ لیا تہا کہ بہ سبب تکلیف آب و دانہ کے وہ عورت خود ہی مرجاے گی اور اس تدبیر سے ایک کہنے والی عورت سختی سے جلاد کے ہاتہون قتل ہونے سے بچ جائیگی اسیطرح جب چند روز گذرے تو داروغہ محبس کو تعجب ہوا کہ لڑکی اب تک اپنی ماں کے پاس آتی جاتی ہے اور کسیطرح

نہین معلوم ہوتا کہ اوسکی مان اتنے روز تک کیسے زندہ ہے اور روزانہ جامہ تلاشی مین کسی عنوان سہو غفلت نہین ہوئی آخر الامر جو کچہہ معاملہ مان اور بیٹی مین تنہائی مین گذرتا تہا اوسکو کسی موقع سے دیکہا تو بڑا تعجب ہوا کہ بیٹی جو ہر روز جیلخانہ مین جایا کرتی تہی اپنی مان کو اپنا دودہ پلایا کرتی تہی اور بیٹی کے دودہ سے مانکی جان اتنی روز تک سلامت رہی تہی یہ عجیب معاملہ اونکے حاکم کے گوش گذار ہوا تو عفو قصور ہوکر مان کی جانبری کی گئی اور اوس فرمانبردار لڑکی کو اوسکی معتوب مان کی صرف جان ہی نہین بخشی گئی بلکہ اون دونون کے واسطے تمام عمر کو پنشن مقرر کی گئی اور جس مقام پر وہ جیلخانہ تہا وہان اِس فرزندانہ محبت کے معاملہ کی یادگار مین ایک عمارت بنادی گئی۔

نقل ہے کہ ایک ایماندار سوداگر شہر پارس دارالسلطنت ولایت فرانس کے متصل کسی قصبہ مین دوکانداری سے گذر اوقات کیا کرتا تہا اور حقوق والدین وزن وفرزند کو واجبات سے جانکر ہر ایک کو باسایش تمام رکہتا تہا اسی سبب سے اُسکو نہایت نیکنامی حاصل تہی اتفاقات زمانہ سے دفعتًا اوسکو ایسا نقصان عظیم پہونچا کہ سوداگران شہر پارس کا روپیہ جو اوسکے ذمہ واجب الادا تہا ادا کرنا مشکل ہوگیا لاچار ایک سخت دل سوداگر کے روپیہ کی عوض جیلخانہ جانا پڑا اوسکا بڑا بیٹا ہسوداگر کے مکان پر پہونچا اور دونون ہاتہ اوسکے سامنے جوڑکر کہنے لگا کہ اے صاحب اگر مین بغیر اپنے باپ کے گہر جاؤنگا تو اپنی مان کو دل شکستگی کے باعث مردہ پاؤنگا اور سوائے اسکے میرے باپ کی دوکانداری کا بالکل اعتبار جاتا رہیگا ہم سب لڑکے آوارہ وخراب خستہ گلی کوچہ مارے مارے پہرینگے اگر آپ کو یون میرے باپ کا چہوڑنا منظور نہین تو اوسکی عوض مجکو جیلخانہ مین بہیجدیجیے اور تاوقتیکہ میرا باپ آپ کا قرضہ نہ ادا کرے مجہکو اوسکی عیوض قید رکہیے سوداگر یہ کلمہ حسرت انگیز سنکر نہایت مضطرب ہوا اور اِس بلند ہمت لڑکے کی محبت وجان نثاری کے جوش نے اوس کے دل پر غلبہ کیا لڑکے کا ہاتہہ پکڑکر اوٹہالیا اور ایک حکمنامہ اوسکے باپ کی رہائی کے باب مین لکہکر حوالہ کیا اور تہوڑے روز بعد اوسکو بہی اپنے کاروبار مین شریک کرلیا اور اپنی پوتی کے ساتہہ اوسکی شادی کردی اور اپنی کل مال ومتاع کا اوسکو وارث چہوڑ مرا۔ یہ نتیجہ باپ کی اطاعت کا ہے بزرگون نے سچ فرمایا ہے کہ

اے لڑکو اپنے مان باپ کی اطاعت کرو تاکہ آیندہ کو تمہارے واسطے بہتر ہی ہو۔

حکایت۔ ایک ملاّ ہر روز بازار سے چہ روٹیان خریدتا تہا اوسکے ایک دوست نے پوچہا اے عزیز چہ روٹیان تو کیا کرتا ہے جواب دیا ایک روٹی تو مین اپنے پاس رکہتا ہون ایک پہینک دیتا ہون دو او دہار دیتا ہون باقی دو سے قرض ادا کرتا ہون دوست نے کہا تمہاری بات سمجہ مین نہ آئی صاف کہو تو فہم مین آوے کہا ایک روٹی مین آپ کہاتا ہون ایک خوشدامن کو دیتا ہون دو بیٹا بیٹی کو اور دو مان باپ کو کہلاتا ہون۔

اوستاد کی محبت اگرچہ خدا کی محبت کے بعد والدین کی محبت کا مرتبہ ہے اور کسی محبت کو ان دونون محبتون سے برابری نہین ہو سکتی ہے لیکن شاگرد کے نزدیک اوستاد کی محبت کا رتبہ باپ کی محبت سے اس لئے زیادہ ہو سکتا ہے کہ اوستاد کی محبت اِن دونون محبتون کے بیچ مین واقع ہے کیونکہ خدا پیدا کرنے والا وجود اور سب نعمتونکا اور باپ سبب ظاہر ہونے وجود اور حاصل ہونے نعمتونکا ہے مگر اوستاد نفس کی تربیت مین ایسا ہے جیسا باپ جسم کی تربیت مین اور جسم کی تکمیل اور پرورش مین خدا کا پیرو ہے اِس لئے اوسکی محبت خدا کی محبت سے نیچی اور باپ کی محبت سے اوپر ہے پس اوستاد کو روح کی تربیت اور جسم کی پرورش کے سبب سے رب روحانی اور رب جسمانی یعنی پالنے والا روح اور جسم کا کہنا چاہیئے ۔ چنانچہ لوگون ذاسکندر رومی سے پوچہا کہ تجہے باپ کا بنا زیادہ ہے یا اوستاد کا کہا اوستاد کا کیونکہ باپ زندگانی فانی کا سبب ہے اور اوستاد حیات باقی کا پس نفس اور جسم کے مرتبہ کے موافق اوستاد کا مرتبہ باپ سے زیادہ جاننا چاہیئے اور اوستاد اور باپ کی بزرگی اور تعظیم مین روح اور جسم کے مرتبہ کا لحاظ رکہنا مناسب ہے اِس موقع کے مناسب ایک واقعہ نصیحت آمیز لکہنے کے لائق ہے وہ یہ ہے۔

کہتے ہین کہ ایک روز ملکۂ انگلستان کا بڑا لڑکا پرنس آف ویلس پڑہنے کے وقت اپنی کتاب کی طرف سے عدم توجہی کر کے کہیل مین مشغول ہو گیا یہ بات مس بلیارڈ نے کہ شاہزادون اور شاہزادیون کی حفاظت اور تعلیم و اتالیقی کے عہدہ پر ممتاز تہی دیکہکر کہا کہ شاہزادہ یہ وقت کہیلنے کا

نہین ہے کتاب پر دل لگا کر اپنا سبق یاد نہ کروگے تو ہم آپ کو کونے مین کہڑا کر دینگے شاہزادہ نے جواب دیا کہ ہم نہ سبق یاد کرینگے نہ کونے مین کہڑے ہونگے ہم انگلستان کے شاہزادہ ہین کیا مقدور ہے کوئی ہمین کونے مین کہڑا کرے اور یہ کہکر دو شیشون مین اسطرح کی لات ماری کہ وہ دونون ٹوٹ گئے تب تومس بہت حیران ہوئی اور حکم دیا کہ کوئی شخص جاکر شاہزادہ کے باپ پرنس البرٹ کو بلالائے غرض ایک لحظہ مین پرنس البرٹ بہی وہان آئے اور یہ ماجرا سنکر اپنے کمرے سے ایک کتاب انجیل کی اوٹھالاے اور اوس مقام کو شاہزادہ کے گوش گذار کیا جس مقام پر کہ سینٹ پال نے لکہا تہا کہ بچون کو اپنے اوستاد اور اتالیق کا کہنا ماننا چاہیے اور کہا کہ بیٹا اسمین کچہہ شک نہین ہے کہ تم انگلستان کے شاہزادہ ہو اور اگر اچہی طرح سے رہوگے تو کسی روز بادشاہ بہی ہوجاوگے لیکن ابہی تم لڑکے ہو اور لڑکون کو جو کچہہ اونکے اوستاد حکم دین بے تامل بجالانا چاہیے اور حضرت سلیمان کا مقولہ ہے کہ جس شخص کو اپنا لڑکا پیارا ہوتا ہے وہ اپنے لڑکے کو تنبیہ کرتا ہے اسلیئے مین تمکو تنبیہ کرتا ہون پس جب تک کہ تم اپنا سبق نہ یاد کرلو اور جبتک کہ مس تمکو بیٹھنے کی اجازت نہ دیوے اُس کونے مین کہڑے رہو۔ ہمکو اس حکایت کے دیکھنے سے شیخ سعدی رحمۃ کا کلام جو گلستان مین ہے یاد آگیا **ابیات**

بادشاہے پسر بمکتب داد	لوح سیمینش در کنار نہاد
بر سرِ لوح این نوشت بزر	جور اوستاد بہ ز مہر پدر

طریق معاملت ہمسایہ کے ساتھ

جن شخصون کے مکانات قریب قریب ہوتے ہین وہ ہمسائے کہلاتے ہین۔ نیک اور شریف آدمی ہمیشہ اپنے ہمسایہ کی مدد کرتے ہین۔ اوسکی راحت کو اپنی راحت اور اوسکی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجہتے ہین۔ بدتر انسان وہ ہے جس سے اوسکا ہمسایہ ناراض ہو۔ ہمسایہ برا ہو یا بہلا اوسکے ساتہہ نیکی کرنا چاہیے۔ اگر نیک ہے تو تمنے اوسکا حق ادا کیا اگر بد ہے تو تم اوسکی بدی سے

مشغول رہو گے۔ اونکی غیبت نہ کرو۔ اوسکے عیبون کو اپنے عیبون کی طرح چھپاؤ۔ اگر اتفاقاً ہمسایہ سے کچھہ رنجش ہوجائے تو خاموشی کے ساتھہ آپس ہی مین فیصلہ کرو عدالت مین نالش فریاد لیکر نہ جاؤ کیونکہ عدالت کا فیصلہ بڑی قیمت سے حاصل ہوتا ہے پھر بہی وہ دلون کی کدورت کو دور نہین کرسکتا۔ جو سعادت مند بچے ہین وہ اپنے ہمسایون کا کام کاج نہایت خوشی سے کرتے ہین پاس پڑوس کے غریب اور بیکس بڑہیون کا سودا سلف بازار سے لادیتے ہین وہ اونکو دل سے پیار کرتی اور دعائین دیتی ہین۔ خدا ایسے بچون کی عمر مین برکت دیتا اور اون کو خوش نصیب کرتا ہے۔

ہم کو سب کے ساتھہ مہر و محبت کرنا لازم ہے خاصکر اپنے ہمسایون کو اپنے جگر کی برابر عزیز سمجھنا چاہیئے مثل مشہور ہے ہمسایہ مان کا جایا۔ اچھے آدمی اپنے پڑوسیون کو نہین ستاتے اور نہ اپنے بال بچون کو مکانات قرب جوار مین اینٹ و پتہر پہینکنے دیتے ہین بلکہ اس قدر صلح و آشتی سے رہتے ہین کہ جب کبھی اون کو کوئی برا بھلا کہتا ہے تو وہ تحمل کو کام مین لاکر خاموش ہوجاتے ہین اور دانا لوگ ہمسایونکے گھر ہر روز اور ہر وقت نہین جاتے بایں لحاظ کہ کوئی ہماری کثرت آمد و رفت کے سبب سے ناخوش نہ ہوجاوے اور اپنے ہمسایہ کی نسبت کوئی جھوٹی خبر کہ جسمین اوسکا نقصان یا بدنامی متصور ہو نہین اوڑاتے حتی الامکان اوسکی فلاح اور بہبود مین کوشش کرتے ہین اور ایک دوسرے کے بال بچون کی حفاظت رکھتے ہین اور حالت بیماری مین مددگار ہوتے ہین۔ کہتے ہین بھائی دور کا نہین بھلا پڑوسی پاس کا بھلا۔ شریف آدمی اپنے ہمسایہ کے مقابلہ مین اپنا نقصان اور خطرہ گوارا کرتا ہے چنانچہ یہ بات ذیل کی حکایات سے ظاہر ہے۔

حکایت۔ ایک غریب کسی امیر کا ہمسایہ تہا ایک روز امیر کا لڑکا اوس غریب کے گہر گیا اتفاقاً وہ سب کہانا کہا رہے تہے اوس لڑکے کا بہی جی چاہا کسینے نہ دیا نا کام روتا ہوا گہر آیا مان باپ نے سبب پوچہا لڑکے نے سرگذشت سنائی اور ضد کی کہ وہی کہانا کہاؤنگا ناچار امیر نے ہمسایہ کے گہر جاکر شکایت کی کہ ہمین آپ سے ایسی امید نہ تہی کہ ہمارا بچہ آپکے مکان پر آوے اور آپ سب کہاتے ہون اور اسے نہ پوچہین اور وہ مایوس روتا ہوا گہر جائے ہمسائیگی مین ایسی بے مروتی اور بے رحمی نہ چاہیئے پڑوسی دیر تک شرمندگی سے سرنگون رہا اور کچہہ نہ کہہ سکا آخر کار بولا کہ اس بے مروتی کا سبب ناگفتنی ہے کچہہ نہ پوچہئے کہ اس مین بندہ کی

پردہ دری ہے امیر نے مبالغہ کیا اُس غریب نے بیان کیا کہ جو غذا ہمنے کہائی ہمپر حلال اور آپکے فرزند پر حرام ہے دل کو گوارا نہ ہوا کہ صاحبزادہ کو ایسے چیز کہلا دین امیر نے کہا سبحان اللہ وہ ایسی کون چیز ہے جو اوروے شرع ایک کے واسطے حلال اور دوسرے کے لئے حرام ہے اوسنے عرض کیا کہ مفلس اور محتاج اور مجبور کو مردار حلال اور ذی مقدور پر حرام ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ میرے بال بچون پر تین فاقے برابر گذرے اور مین تہیدستی سے مجبور تہا آج ایک مقام پر مردار گوشت پڑا دیکہا اوٹھا لایا اور پکا کے سب عزیزونکے ساتھ کہاتا تہا کہ مخدوم زادہ آیا اور بچپن کے سبب سے مانگنے لگا بندہ اوسکی تواضع بمجبوری نہ کرسکا خطا معاف فرمائے۔ امیر نیک نہاد یہ سرگذشت عبرت خیز سنکر آبدیدہ ہوا اور پڑوسی کو کمال شفقت سے اپنے گہر لایا اور بہت کچہ نقد دیکر رخصت کیا۔

حکایت جرمن کے ملک مین لڑائی کے وقت سوارونکا ایک صوبہ دار اپنا رسالہ لے کے فوج سے کچہ دور گیا کہ گہوڑون کے واسطے دانہ گہاس لاوے چنانچہ وہ ایک ترائی کی جگہہ مین پہونچا وہان بہت درخت تہے مگر کوئی کہیت نظر نہ آیا کہ اوس سے دانہ گہاس لیتا آخر کو صوبہ دار نے ایک چہوٹا سا مکان دیکہا اور اوسکے دروازہ کو کہٹکہٹایا تب ایک بوڈہا دروازہ کہولکر نکلا اوس سے صوبہ دار نے کہا کہ اے بابا ہمکو کوئی کہیت بتاؤ جس سے ہم دانہ گہاس لیوین بوڈہا اوسکو ساتھ لیکر ایک طرف کو روانہ ہوا جب کچہ دور نکل گیا تب ایک اچہے جو کے کہیت پر پہونچے صوبہ دار نے اسکو دیکہکر بوڈہے سے کہا کہ کہڑا رہ یہ کہیت ہمارے کام کے لایق ہے اوسنے کہا کہ اے صاحب اوسے مت لیجئے کچہ اور آگے چلئے تب وہ آگے بڑہے آدہ کوس کے فاصلہ پر ویسے ہی دوسرے کہیت پر آئے جب سپاہی اُسے کاٹ کے اپنے گہوڑے پر سوار ہوئے تو صوبہ دار نے اوس بوڈہے سے پوچہا کہ تم کس واسطے ہمکو اتنی دور لے آئے کیونکہ وہ پہلا کہیت اِس سے اچہا تہا بوڈہے نے جواب کہ یہ تو سچ ہے مگر وہ پہلا کہیت میرا نہین ہے میرے پڑوسی کا ہے اور یہ کہیت میرا ہے اگر مین آپ کو پہلے کہیت سے دانہ گہاس لینے دیتا تو میرے پڑوسی کا نقصان ہوتا اور اسمین فقط میرا نقصان ہے مجہے بہ نسبت پڑوسی کے نقصان کے اپنا نقصان گوارا ہے۔

دوستون کے ساتھ برتاو کرنیکا طریقہ

جاننا چاہیئے کہ سچا دوست بہت ہی نایاب ہی ارسطا طالیس نے کہا ہے کہ آدمی بہرحال دوست کے محتاج ہوتے ہین فراغت کے وقت اختلاط اور خوش طبعی کے لئے اور مصیبت مین مدد کے لئے۔ اور حقیقت مین بڑے بڑے بادشاہون کو جو خلایق کی نسبت نہایت مستغنی ہین فقیر اور مسکینون سے بڑھکر اسکی احتیاج ہی۔ اور افسقراطیس نے کہا ہے کہ اگر تمام دنیا ایک شخص کو حاصل ہو اور وہ دوستی کے فائدہ سے محروم رہے تو زندگی اوسپر وبال ہے کیونکہ مصیبت کیوقت مال وخزانہ کچھہ فائدہ مند زیادہ اوس دوست سے کہ آفت کے دن مددگار رہو نہوگا چنانچہ یہ بات اس حکایت سے ثابت ہی

حکایت۔ ڈاونشیاس نامی بادشاہ سیراکوس کے ملک کا ہمیشہ بڑے کام کیا کرتا تہا ایک روز یہ بات معلوم کر کے کہ ڈیمن نامی ایک شخص تقصیروار اور قابل پہانسی دینے کے ہے اوسنے ڈیمن سے کہا کہ تمہارا جرم ثابت ہوا تم پہانسی دئے جاؤگے ڈیمن نے بادشاہ سے کہا کہ ایک نظر اپنے لڑکے بالون کو دیکہہ لون کیونکہ مرنے کے بعد اونکی ملاقات نہوگی اتنی فرصت ملے تو گہر جاؤن بادشاہ نے فرمایا ہمکو کیونکر یقین ہو کہ تم گہر سے پہر آؤگے اوس نے جواب دیا کہ اگر آپ کو یقین نہین ہے تو مین تہیاس اپنے دوست کو اپنی عیوض چہوڑے جاتا ہون اگر مین حاضر نہو سکون تو میری جان کے بدلے میرا جانی دوست اپنی جان دیگا۔ یہ اقرار کر کے وہ اپنے گہر چلا گیا۔ قبل اوس کی واپسی کے بادشاہ قیدخانہ مین گیا اور تہیاس سے پوچہا کہ تمنے حماقت کی جو ڈیمن کی بات پر اعتماد کیا یہ کیونکر جانتے ہو کہ وہ اب واپس آکر تمہارے واسطے اپنی جان دیگا۔

تہیاس نے جواب دیا کہ اے بادشاہ ہم اپنے دوست کیواسطے خوشی سے جان دیسکتے ہین اگر وہ اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے اور ڈیمن ہرگز عہدشکنی نہ کریگا اور وہ ضرور اور بالیقین آئے گا مگر ہم خدا سے دعا مانگتے ہین کہ ہمارے دوست کی جان بچے اور ایسا ہو کہ وہ یہان نہ آسکے ہمارے مرنے سے کچہہ نقصان نہین اور اوسکے مرنے سے اوسکے بال بچے تباہ ہوجاوینگے بادشاہ یہ گفتگو سنکر متعجب ہوا

جب ڈیمن وقت معین پر نہ پہونچا اور جلاد پتہیاس کو قید خانہ سے باہر لایا تب وہ کمال شوق و نہایت خوشی سے پہانسی کی لکڑی پر چڑہا اور دیکھنے والون کو ہاتہون سے اشارہ کرکے کہتا جاتا تہا کہ مین جانتا ہون کہ خدا بہت راضی ہے میری دعا قبول ہوئی کہ میرے مرنیکے بعد ڈیمن زندہ رہے جب پتہیاس نے یہ کہا لوگون نے رونا شروع کیا اور جونہین جلاد نے اوسکے قتل کرنے کی تیاری کی اتنے مین ڈیمن فوراً گہوڑے سے اوترا اور پہانسی کی لکڑی پر چڑہکر پتہیاس سے گلے ملا اور بولا کہ خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اوسنے تجہکو بچایا پتہیاس نے کہا کہ اے دوست تو کیون آیا تیری مراجعت تیری اور میری تخریب کا سبب ہے۔ کیونکہ مین خوب جانتا ہون کہ اب تو قتل سے بچ نہین سکتا اور تو بہی یقین کر کہ بغیر تیرے میری زندگی محال ہے بادشاہ یہ سنکر حیران ہوگیا اور دل مین رحم آیا اپنے تخت سے اوتر کے پہانسی کی لکڑی پاس گیا اور کہا ہنے مثل تمہارے دوست نہین دیکہے تم سچے دوست ہو زندہ رہو خالق نے تمکو یقین کا عوض دیا اور راست باز مشہور کیا اور ڈیمن کو معاف کرکے رہا کردیا فقط پس کیا خوش نصیب وہ شخص ہے جو دوستی کی نعمت عظمی سے محظوظ ہے۔

نصیحت۔ جو شخص کسیکی محبت اختیار کیا چاہے تو اوسکو لازم ہے کہ پانچ باتون کا مدام لحاظ رکہے تاکہ محبت راست اور درست آئے اور پایۂ ثبات پائے۔ [۱] اول یہ کہ اپنے دوست کے خلاف حکم نہ کرے کیونکہ عدول حکمی باعث رنج و ملال کا ہوتی ہے اور رنج و ملال محبت مین خلل انداز ہے۔ [۲] دوسرے دوست کے روبرو کوئی بات دروغ آمیز زبان آشنا نہ ہونے دے کیونکہ جہوٹ پایۂ محبت اور مصاحبت کو لغزش مین لاتا ہے اور مدام خوار و بے اعتبار رکہتا ہے۔ [۳] تیسرے دوست کے راز کو افشا نہ کرے کیونکہ جو افشاے راز کرتا ہے وہ صحبت کی لیاقت نہین رکہتا۔ [۴] چوتہے دوست کوئی خیانت نہ دیکہنے پائے کیونکہ خائن پایۂ اعتبار سے ساقط ہوتا اور محبت مین خرابی لاتا ہے۔ [۵] پانچوین دوست کے سامنے کسی کی غیبت اور برائی نہ کرے کیونکہ وہ تصور کرے گا کہ ایسے ہی میری غیبت اورون کے روبرو کرتا ہوگا اور یہ بات مخل صحبت ہے۔ ارباب خرد کے نزدیک سب سے بہتر صحبت کتاب کی ہے کیونکہ اسمین نہ کوئی شرط ہے نہ اسکو رنج ہے نہ ملال اور کہا ہے کہ اگر کوئی کسی سے دوستی کیا چاہے پہلے اوسکے

احوال کی تفتیش کرے کہ اوسنے لڑکپن مین اپنے مان باپ سے کیا کیا سلوک کیا ہے کیونکہ جو کوئی حقوق والدین کے ادا کرنے مین نالایق رہا اوس سے بھلائی کی امید نہین۔ تلاش کرنا چاہیے کہ یہ شخص دوستون کے ساتھ کیا سلوک اور کس طور پر معاملہ کرتا رہا پھر دریافت کرے کہ اوسنے اپنے ولی نعمتون کی شکرگذاری کی یا ناشکری اگر ناشکری کی تو اوسکی دوستی کی خواہش نہ کرے کیونکہ بدخصلتون مین سے کوئی کمینی خصلت ناشکری کے برابر نہین ہے اور نیک اوصاف مین سے کوئی وصف شکرگذاری سے افضل نہین یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اگر ہر قسم کے لہو لعب کا اشتغال راگ رنگ کا سننا اور ارباب نشاط سے صحبت کرنا اوسکو دوستون کی ملاقات سے باز رکھتا ہے۔ اور لالچی۔ طماع۔ بخیل۔ بدعہد۔ بدمزاج بے وفا ہے یا حرص اوسپر غالب ہے تو اوسکی دوستی قبول کرنیسے احتراز کرنا چاہیے۔ مردم شناسی کا ایک سہل طریقہ یہ ہے کہ جو شخص عموماً وعدہ کا سچا ہے وہ بہت باتو نمین اچھا ہے جب ان تمام صفتو نمین پورا نکلے اوسے دوست کامل اور یار غار جاننا چاہیے۔ اور اُسکے جوہر اتحاد کو نقد جان کے ساتھ گنجینۂ دل مین محفوظ رکھنا چاہیے اگر ایسا آدمی ہاتھ لگے تو ایک ہی دوست پر اکتفا کرنا اولیٰ ہے کیونکہ بہت سے اشخاص کے مراسم حقوق کو بجالانا مشکل ہے اسواسطے کہ شاید بمقتضاے تعداد احوال مختلف ہون تو ایک کی موافقت سے خوشی حاصل ہو اور دوسرے کی مصاحبت سے رنج۔ اور کمال اختلاط اور ما فی الضمیر کے مطلع ہونے کے بعد مخالفت ازبس مضر ہے۔ پس احتیاط ملحوظ رکھنا چاہیے اور بقدر ضرورت قناعت کرنا لازم ہے اور جسوقت دوست ہاتھ آجاوے تو رعایت حقوق کو واجب جانکر اوسکے کامو نمین سعی کرنا چاہیے اور اوسکی تعریف و توصیف مین بلا تملق و نفاق کے زبان کھولنا چاہیے اور تھوڑے عیب اور ادنی قصور کا جو دوستون کی طرف سے ہو خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ اوس سے چشم پوشی کرنی لازم ہے کیونکہ افراد بشری خطا سے خالی نہین ہوسکتی اگر تم فرشتہ خصلت دوست چاہو گے تو مدت العمر تلاش کروگے نہ کوئی ایسا ملیگا نہ تم اوسے دوست بناوگے انجام یہ کہ دوستی کے فواید سے محروم رہجاؤگے۔

اس باب مین اپنے عیبون کا سوچنا بہت مفید ہے اگر بنظر انصاف دیکھو گے تو ثابت ہوگا کہ ہم خود بھی مبرا نہین ہین پس چاہیے کہ دوسرون کو بھی ادنی خطاؤن مین معذور سمجھو اور معاف کرو۔

قیام واستحکام محبت کیواسطے لازم ہے کہ محبون کو نعمت ومراتب مین بے منت شریک کرے ۔
جب اوسپر مصیبت پڑے جان ومال سے اپنے تیئن فدا کر دے اور اونکے ساتھہ سلوک کرنے مین سوال
کا منتظر نہ ہے بلکہ آثار وعلامات سے اونکے احوال کو معلوم کرنا چاہیئے ۔ ۳ ۔ اگر کسی امر مین کوئی سبب کدورت
کا پیدا ہو تو صاف دلی سے بے تکلف بیان کرے کہ صفائی ہو جائے ۔ ۴ ۔ جنگ وجدل اگرچہ مذموم
ہے مگر دوستون کے ساتھہ نہایت ہی نازیبا کیونکہ اوس سے مخالفت اور مخاصمت پیدا ہوتی ہے ۔
۵ ۔ دوستون کو کسی علم وادب کے بتانے مین دریغ نہ کرے ۔ ۶ ۔ جب دوست سے کسی عیب کا مشاہدہ
کرے اوسکے ساتھہ اظہار موافق کرنا اِس طور پر جو تنبیہ لطیف کے ساتھہ ضرور ہے اور اُس سے عیب کے
ظاہر کرنے مین غفلت اور شرم نہ کرے کیونکہ یہ صورت محض خیانت کی ہے اور طریق تنبیہ لطیف کا یہ ہے
کہ پہلے کسی مثل یا اور کسی شخص کی نقل و سرگذشت کا نتیجہ اوسکو سنا دے اگر مفید نہ ہو تو بطور کنایہ کے
اشارہ اوسکا کرے پھر جو تصریح کی احتیاج ہو تو خلوت کے وقت پیش بندی کے بعد بیان کر دے اور
اوسکے بعد اور شخص سے اگرچہ وہ اوسکے محبون سے ہو اخفا رکھے ۔ ۷ ۔ غماز (چغلی کرنے والا) کو ہرگز
دخل نہ دے کیونکہ ہر چند محبت کی بنا استوار ہو مگر اوسکی غمازی سے منہدم ہو جائے گی حکیمون نے نمام
کی تشبیہ اوس شخص سے دی ہے جو ناخن سے دیوار مستحکم کو کھود دے اور ایک اونگل جگہہ نکالے پھر
سوراخ کرے پھر تیشہ سے اوسکو بڑہائے حتی کہ آخر کو اوس دیوار کو ڈہا دے ۔ الحاصل محبت کی حفاظت
مین بہت ہی احتیاط کرنی واجب ہے کیونکہ مدار انتظام امور اور اقوام مصلحت جمہور اوسپر موقوف ہے
ظاہری دوستونکے ساتھہ ظاہری برتاؤ رکھے اسطرح کہ اگر کوئی اونمین سے موجود نہ ہو تو اورون کے
روبرو اوسکا حال پوچھے کہ اِس سبب سے اُن کو محبت بڑہے اور یہ معلوم ہو کہ ہر ایک کے ساتھہ ایسا ہی
معاملہ ہے اور اگر کوئی صادق دوستونمین سے آجاوے تو اوسکی بہت تعظیم کرے کہ اورونکو ترغیب دوستی
صادق کی ہو اور دوستان ظاہری کو اپنی مہربانی ایسی ظاہر کرے کہ گویا اون کو دوست حقیقی سمجھتا ہو
مگر کوئی راز اپنا نہ کہے سچ کہا ہے کسی ظریف نے کہ آج کل کے دوست جیسے آنکھین اور بھوین کہ آنکھہ
سے قریب ہے اور ایک ایک کو دیکھہ نہین سکتی بھون سے بھون ملی ہے مگر ٹیڑہی ہے لفظ دوستی

تکلف سے زبانون پر جاری ہے اور دشمنی دلونمین پوشیدہ جو کچھ زبانون پر ہے اوسکا اثر دل مین
نہین اگر بظاہر زبان محبت آمیز الفاظ سے آشنا ہے تو دل باطن مین کینہ کے سمندر مین غوطہ زن ہے
دوستی سالہا سال مین صورت پکڑتی ہے اور دشمنی ایک لمحہ مین اوسکی بنیاد یقین پر ہے اور اسکی
گمان پر اسکا کوئی خریدار نہین اور اسکے ہزارون مشتری - حکیم سولون کا قول ہے کہ دوست وہ
ہین کہ جب سامنے ہون تو ایک دوسرے کی عزت کرین اور جب غایب ہون تو نیکنامی اور نیکی
کے ساتھہ یاد کرین - ۲ - سچی محبت تین خصلتونمین ہے کہ پسند کرے کلام دوست کو کلام غیر پر
اور اختیار کرے ہم نشینی دوست کو صحبت غیر پر اور قبول کرے خوشی دوست کی غیر کی خوشی پر -
۳ - تین باتون سے دوستی احکام پاتی ہے ایک ملاقات کے وقت سلام مین سبقت کرنا دوسرے
جہان بیٹھے پہلے دوست کو اچھی جگہہ بٹھانا تیسرے دوست کی عدم موجودگی مین اوسکی طبیعت
کے موافق تعریف و توصیف کرنا اور اچھے نام کے ساتھہ پکارنا - سب سے زیادہ مصیبت زدہ
وہ آدمی ہے جسکا کوئی دوست نہو اور جو مل بھی جاے تو ادنی رنج کے واسطے ہاتھہ سے کھو بیٹھے -
۵ - ایک حکیم سے پوچھا کہ بھائی اچھا یا دوست کہا بھائی اگر دوست ہو پھر پوچھا کہ محبت کیا شے
ہے کہا وہ جو بھلائی کرنے سے بڑہے اور برائی کرنے سے نہ گھٹے - ۶ - ایک حکیم کا قول ہے کہ جب دوستی
پکی ہوجاتی ہے تو ادب اوٹھ جاتا ہے - ۷ - حکیم بزرجمہر نے کہا ہے کہ مین نے اپنے اوستاد سے
پوچھا کہ مین کس سے بے خوف ہون کہا دوست سے کہ حاسد نہو پوچھا کہ دوست ناشایستہ سے ترک
واسطہ کیونکر کرنا چاہیے کہا تین طور سے ایک یہ کہ اوسکے دیکھنے کو نہ جانا دوسرے اوسکا حال نہ پوچھنا
تیسرے اوس سے کچھہ مانگنا - ۸ - اسی حکیم سے نوشیروان نے پوچھا کہ غم کس چیز سے غلط ہوتا ہے
کہا رفیق موافق اور ملاقات محبان صادق سے پوچھا دوست صادق کون ہے کہا جو تجھکو تیرا عیب
بتادے اور دوسرونسے چھپاوے اور ہنر وہ چند کرکے دکھاوے اور تجھپر احسان کرے تو یاد نرکھے اور
جو تو نیکی کرے اوسکو نہ بھولے اور اگر تو کوئی خطا کرے تو اوسکی گرفت نہ کرے - ۹ - پھر فرمایا ہے
کہ دوست چند قسم کے ہوتے ہین ایک بمنزلہ غذا جنسے ہمیشہ کام پڑے ایک بمنزلہ دوا جنسے گاہ

ماجے واسطہ ہو ایک زبانی یعنی صرف موہنہ کے دوست ایک نانی جو روٹی کی خاطر یار بن جاتے ہین اور ایک
جانی جو یار جانباز ہوتے ہین آور تین قسم کے آدمی دوستدار دیکھجاتے ہین ایک اپنا دوست ایک اپنے
دوست کا دوست ایک اپنے دشمن کا دشمن۔ ۱۰۔ دوستون پر عنایت اور دشمنون پر رعایت کرنا
چاہیے عنایت سے دوستی بڑہتی ورعایت سے دشمنی گھٹتی ہے ستم کرنے سے دوست دشمن ہوجاتا
ہے اور مروت واحسان سے دشمن دوست بنتا ہے اگر اتنا مقدور نہو کہ احسان وسلوک کرکے
دشمنون کو دوست بناوے تو لازم ہے کہ ستم کرکے دوستون کو دشمن بہی نہ بناوے ۱۱۔ جو شخص دوستون
کے دشمن کے ساتھہ صلح کرتا ہے وہ دوستونکی ایذا چاہتا ہے۔ ۱۲۔ جو شخص دوست بے عیب کا
خواہان ہوگا اوسکے دوست کم ہونگے اور جو دوست کے ساتھہ ہر بات پر تکرار کریگا اوسکے دشمن
بہت ہونگے اور جو کوئی دوستون سے اپنا فائدہ تکیگا وہ ہمیشہ رنج اوٹھاویگا۔ ۱۳۔ اگر دوست
کو اپنے دشمن کی صحبت مین دیکھو تو آزردہ نہو کیونکہ اگر وہ سچا دوست ہے تو دشمن کے ہاتھہ سے
تمہارا نقصان نہونے دیگا اور جو ناقص ہے تو ایسا ناقص دوست دشمن کے حوالہ بہتر۔ ۱۴۔ یار نیک
سے ملنا اور یار بد سے علحدہ رہنا چاہیئے کیونکہ یار نیک سے امید نیک بن جانیکی ہے اور یار بد سے
اندیشہ بد ہوجانیکا ہے۔ ۱۵۔ دوستون سے اظہار محبت ایکبارگی نکرنا چاہیئے مبادا کبہی کمی ظاہر ہو
تو دشمن ہوجاوین۔ ۱۶۔ دو شخصون کے ساتھہ جو باہم دشمن ہون بات ایسی کرنا چاہیئے کہ اگر وہ دونون
باہم دوست ہوجاوین تو تم کو ندامت نہ اوٹھانی پڑے۔ ۱۷۔ دانا دشمن بہتر ہے نادان دوست سے
۱۸۔ محبت عجب رشتہ ہے بیگانہ کو یگانہ کردیتا ہے جو محبت جلد ہوتی ہے جلد جاتی رہتی ہے اور جو
بدیر ہوتی ہے دیر تک رہتی ہے۔ ۱۹۔ جسکا ظاہر و باطن یکسان نہو اوسکی محبت سے بچنا چاہیئے۔
۲۰۔ نتیجہ محبت کا الفت طرفین کی ہے اور الفت طرفین باعث عدم آزاری جانبین یعنی محب آزار
محب گوارا نہین کرتا۔ ۲۱۔ اگر کسیکی محبت یا عداوت اپنی نسبت دریافت کیا چاہے تو جیسا آپ اوس
سے ہو ویسا ہی اوسکو اپنے ساتھہ تصور کرے بقول شخصے ؎

دل را بدل رہیست درین گنبد سپہر	از سوے کینہ کینہ و از سوے مہر مہر

۲۲-تین بات سے دوستی مین خلل آتا ہے - مذہب کی حجت سے - قرض دیکر مانگنے سے - دوست کی غیبت کرنے سے -

دشمنون کے ساتھہ برتاؤ رکھنے کا طریقہ

مخفی نرہے کہ دشمنون کی کئی قسمین ہوتی ہین نزدیک اور دور اور ہر ایک دو نوع کے ہین ظاہر اور پوشیدہ اہل حسد مخفی دشمنون کے شمار مین ہین - دشمن قریب سے بہت احتراز کرنا چاہیے کیونکہ وہ اکثر جزئیات احوال پر واقف ہوتا ہے کہانے پینے اور وارد و صادر ہونے مین اوس سے غافل نرہنا چاہیے اور دشمنون کے ساتھہ گذران کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اگر ہوسکے تو لطف و لطائف مین اون کے دلون سے عداوت اوٹھادے اور بغض و حسد کی بیخ نکال ڈالے اگر یہ ممکن نہو تو ظاہرداری رکھے اور کسیطرح اظہار مخالفت نہ کرے اسلئے کہ دفع شر کے واسطے کوئی طریقہ نیکی اور خیرات سے بہتر نہین ہے اور اوسکی سفاہت کی طرف التفات نکرنا چاہیے بردباری اور مدارات کو اپنا شعار کرنا واجب ہی اور نزاع اور خصومت سے محترز رہنا لازم کیونکہ یہ طریق دولت و نعمت کے زائل ہونے اور ہمیشہ فکر اور پریشان خاطر رہنے کا سبب ہے بلکہ جان و مال کے نقصان اور فساد برپا ہونیکی بنیاد ہے اور عمر گرامی اِس سے عزیز تر ہے کہ دشمن کے ساتھہ معارضہ کرنیکی فکر مین گذرے - ۲- وطیرہ دانشمندی و شرط ہوشیاری یہ ہے کہ دشمنون کے احوال کی جستجو مین رہے اور اونکے ہر کام پر واقف ہونیکے لئے کمال سعی کرے پھر جب اونکے احوال سے مطلع ہو جائے تو اوسکے مخفی رکھنے کی کوشش کرے ہرگز افشا کرنے کو جایز نہ رکھے مگر ضرورت کے وقت کہ شاید وہ کسی حیلہ سے اوسکے دفعہ کرنے مین مشغول ہو ۳- ہرگز دشمن پر بہتان لگاکر اوسے متہم نکرے کیونکہ جہوٹ کہنا دشمن کے قوی اور غالب ہونیکا موجب ہے - ۴- حاکمون سے مخالفون کا شکوہ نکرنا چاہیے کیونکہ جب اوسکی حقیقت سے خبردار ہونگے تو اوسکی چغلی پیش نہ جائے گی - ۵- دشمنون کے ہر فرقے کی رسم و عادت سے ضرور خبردار ہونا چاہیے تاکہ اوسکا مقابلہ کرکے دفع کرے اور جس چیز سے اونہین اضطراب پیدا ہو اوس سے بہی واقف ہونا

لازم ہے تاکہ وقت پر اوسکو کام مین لاوے افلاطون نے کہا ہے کہ دشمنون کی عداوت دفع کرنے کا طریق مستحسن یہ ہے کہ اپنے تئین اون فضیلتون مین جو اون مین ہون اونپر غالب رکھے اور طعن و تشنیع اور لعنت و غیبت نکرنا چاہیئے کیونکہ یہ خصلت عورتون کی ہے اور عقل و دانائی کے طریقہ سے بعید ہے۔

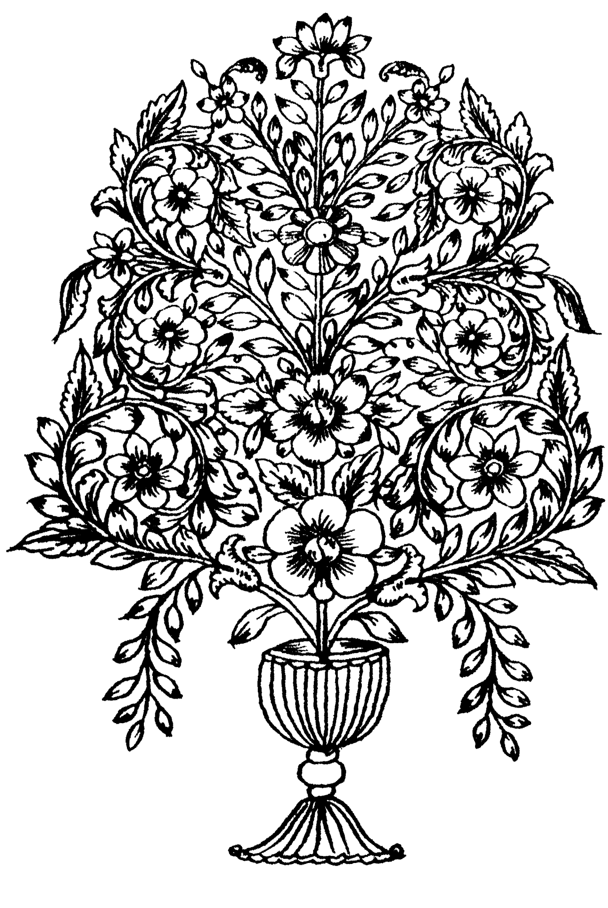
۶۔ جب دشمن کو کوئی آفت ایسی پہونچے جس سے اپنے تئین بہی امن نہو تو ہرگز طعن نکرے اور اظہار خوشی سے پرہیز کرے کیونکہ جب حقیقت مین وہ آفت مشترک ہے تو گویا اپنے اوپر طعن کیا۔ ۷۔ اگر دشمن اپنے اوپر اعتماد کرے یا پناہ لے تو چاہیئے کہ فریب و خیانت سے محترز ہو کر بخشش اور مروت کی شرط بجا لاوے تاکہ نیک خوئی اور راستی اوسکی سب کو معلوم ہو اور بُرائی اور بدخوئی دشمن کی طرف عاید ہو۔

۸۔ دشمنونکے دفع کرنیکے تین طریق ہین۔ ایک یہ کہ آپ سے اصلاح پر آجاوین اگر یہ میسر نہو تو کسیکو درمیان لاکر ایسا کرے۔ دوسرے یہ کہ اونکی شرارت سے مقام دور و دراز یا سفر مین رہکر بچ رہنا تیسرے بیخ کنی ہے۔ مگر یہ بات سب تدبیرونکے بعد ہے اور اوسپر اقدام جب کرے کہ دشمن بالذات شریر ہو اور اوسکی بدذاتی سے کسی طرح نہ بچ سکے اور جانے کہ دشمن مجہپر فتح پاتا ہے اور اگر اوس کے دفع کرنیکا طریق اور مخالف سے بن آوے تو سب سے بہتر۔ ۹۔ حاسد کو فضیلت و نعمت اور اسباب سعادت جو اوسکے غم و حسد کے باعث ہون دکہا کر ایذا دینا چاہیئے اوس کے عیبون کو ظاہر کر دینا لازم ہے تاکہ آدمی اوس کی بدخوئی سے واقف ہون اور اوسے متہم جانین اور ایسے شخص کی عداوت کے دفع کرنیکی سعی بے فائدہ ہے جیسے کسی نے کہا ہے **بیت**

ہر عداوت کا دفع ممکن ہے		پر نہ زائل ہو جو حسد سے ہو	

جو لوگ نہ دوست ہین اور نہ دشمن اونکے ساتھ گذران کرنا حسب مراتب مختلف طور پر چاہیئے اونسے کشادہ روئی کے ساتھ ملاقات کرنا واجب ہے مگر اونکی بات کے ماننے مین جلدی نکرے اور اونکے ظاہر احوال پر فریفتہ نہو کیونکہ ہر ایک شخص کی غرضون کی اطلاع بتامل ہوتی ہے بعد اسکے جو بہتر اور مناسب ہو اوسپر عمل کرے اور کمینون کے ساتہہ بردباری سے گذران کرنا چاہیئے اونکے احمق پن اور گالی دینے کا خیال کرکے اوسکے بدلے کے قصد مین نرہے بلکہ سلوک و رفق و مدارات

کے ساتھ اون سے بجات حاصل کرے اور تکبر کرنے والون سے تکبر کرنا ضرور ہے تاکہ اوس سے عبرت پکڑین کیونکہ اونسے تواضع کرنا اونکی گمراہی کی زیادتی کا موجب ہوگا۔ اگر اونسے تکبر کی چال چلے تو شاید متنبہ ہوکر اوس خصلت سے باز رہین۔ **نکتہ**۔ دشمن تین طرح کے ہین ایک اپنا دشمن۔ ایک اپنے دوست کا دشمن اور ایک اپنے دشمن کا دوست۔ **نکتہ**۔ دشمن جب سب چالاکی کر چکتا ہے تو دوست بنکر کام تمام کرتا ہے۔ **قول** ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ ہزار دوست ہون تو کم جانے اور ایک دشمن ہو تو بہت سمجھے **نکتہ** دشمن سے ہر بار بدی مت کر شاید کبھی دوست ہو جائے۔



جوہر تیسرا

آداب خدمت ملوک کے بیان مین

بادشاہ اور حکام کے ساتھ رعایا اور توابعین کے برتاؤ کا یہ طریقہ ہے کہ اپنے دل وجان سے اونکے ساتھ اتحاد حاصل کرین اور زبان سے اونکی مدح وثنا مین مصروف رہین اور ہاتھ پاؤن سے اونکی اطاعت اور خدمتگذاری دل سے کرین اور اونکے امر ونہی کے قبول کرنے مین اگر خلاف حکم خدا کے نہو بقدر امکان بحسب الطاقت سعی بجالانا اور بطیب خاطر اداے حقوق شاہی سے جیسے خراج وغیرہ ہرگز سرتابی نکرنا چاہیے۔ ظاہر وباطن سے اونکی تعظیم وتکریم مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرین اور ضرورت کے وقت جان ومال کو اونپر تصدق کرین کیونکہ دین ودنیا اور آل واولاد کی حفاظت اونکی ذات عالی پر موقوف ہے۔

جو لوگ شاہی خدام کے شمار مین ہین اون کو چاہیے کہ اپنے منصب سے زیادہ خصوصیت پر دلیری نکرین کیونکہ بادشاہونکی صحبت کو آگ مین جانے اور شیر کے ساتھ اختلاط کرنے سے تشبیہ دی ہے اور سچ ہے کہ آداب سلطانی کی رعایت نہایت مشکل ہے ہر کسیکو اُسکے تحمّل کی تاب نہین طریقت کے مشایخون مین سے بعضون نے کہا ہے کہ جس نے بادشاہون کی خدمت نہین کی وہ گویا تعلق سے خالی ہے اوس سے راہ طریقت کا چلنا نہین ہوسکتا اسواسطے کہ بادشاہ ظل اللہ ہے اوسکی مجلسِ خاص کے آداب کی رعایت کرنی کمال نفسانی اور رسوم طریقت کے بجا لانیکا سبب ہے جسکو اونکی بارگاہ مین مداخلت ہو چاہیے کہ جو کام اوس کے سپرد ہو اوسمین مشغول رہے اور فضول کامون مین دخل ندیا کرے اور جو کام اونکی طرف سے ہو صدق ارادت سے اوسکی مدح وثنا کیا کرے نہ نفاق کے طور سے

کیونکہ جو کچہہ اون سے صادر ہوتا ہے البتہ کوئی عمدہ وجہہ اوسکی ہوگی پس اوس وجہہ کو استنباط کرکے اچھے طور
سے بیان کر دے اور اگر کسیکو اون کی نصیحت کرنے کا منصب ہو تو ملائمت اور حسن آداب سے عرض کرے
اور وزیر و مشیر کو چاہیے کہ بادشاہون سے جو رائے خلاف مصلحت سرزد ہو پہلی بار اوسکی موافقت کرے
بعد اوسکے بطریق سہولیت اوسکو اونکی خاطر سے دور کر دے کیونکہ بادشاہ کو نصیحت وہ کرے جسکو نہ خوف جان
ہو نہ امید نان اور حکیمون نے کہا ہے کہ بادشاہ سیل کی مانند ہین جو کسی پہاڑ سے بہے اگر کوئی اوسے
ایکبارگی کسیطرف کو پہیرا چاہے تو اپنے تئین ورطہ ہلاکت مین ڈالے لیکن اگر پہلے چہوڑ دے اور آہستہ
آہستہ تدبیر سے ایک طرف کو خس و خاشاک سے باندہے تو پہیرنا اوس کا آسان ہے اور بادشاہون سے
مقصد حاصل کرنے کے لئے طور معقول کو وسیلہ کرنا چاہیے اور الحاح و مبالغہ کرنا بہتر نہین اور حرص سے
اجتناب اور قناعت مین کوشش کرنا لازم ہے کیونکہ دنیا اوسی کو چاہتی ہے جو اوس سے مونہہ پہیر لے
اور جو کوئی اوسکو چاہے تو اوسکی طرف سے وہ پیٹہہ پہیر لیتی ہے اور چاہیے کہ جان و مال سے اونکی آرائش
طلب کرے نہ اپنا تجمل - ابن مقفع کے آداب مین لکہا ہے کہ اگر سلطان تجہے بہائی کہے تو اوسکو خداوند نعمت
کہا کر اور کتنا ہی تیرا مرتبہ زیادہ ہو تو تعظیم مین اوسکی مبالغہ کر اور جب اوس کے پاس کسی نوع کا تقرب
تجہے حاصل ہو تو خلوت مین گفتگو کرکے بہت سا تملق و تضرع مت کر کہ وحشت اور بیگانگی کی علامت
ہے اور وزیر کو چاہیے کہ اپنے ارادے کو سلطان کی مرضی کے تابع کر دے کیونکہ جب تک دو شخص ایک
نہین ہوتے اتحاد کا رابطہ نہین ہوتا حکیمون نے فرمایا ہے کہ بادشاہ کی نسبت چہہ باتون کا تابعدارون
کو خیال رکہنا چاہیے - اول اپنی خواری و زاری و عجز و خدمتگذاری کو کہانا چاہیے کیونکہ بادشاہون
کی ہمت اور مزاج عالی ہوتا ہے ہر ایک سے پرستاری چاہتے ہین اور اپنے تئین اسکے قابل سمجہتے
ہین - دوسرے تحمل محنت و مشقت اور صبر مکروہات پر کرنا چاہیے کیونکہ بادشاہون کی خدمت
مین محنت ہوتی ہے اور راحت و لذت محال ہے - تیسرے جو کچہہ سونچے خواہ کہے یا کرے چاہیے کہ
مصلحت بادشاہ کی اوسمین سونچ لے - چوتہے نرمی سے ظلم کو بادشاہ کے نزدیک برا اور عدل کو
تعریف کرکے اچہا ثابت کرے اور جسطرح ہو سکے ظلم سے بادشاہ کو روکے اگر بادشاہ کے ظلم پر راضی

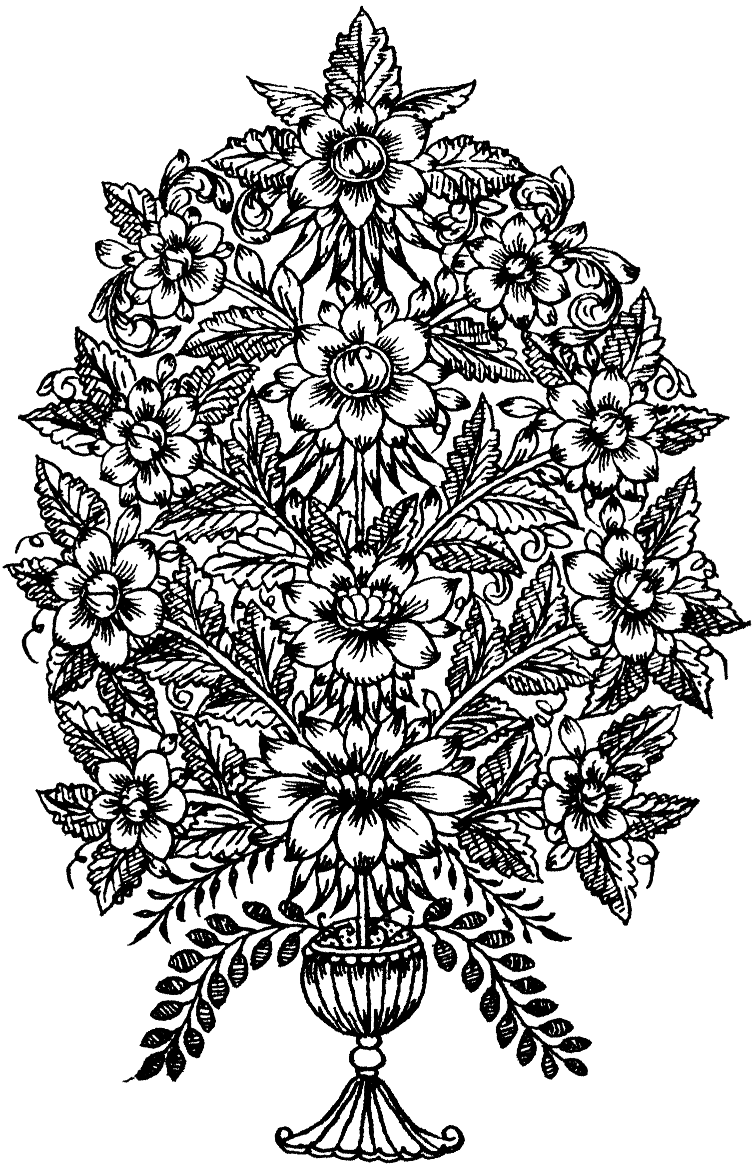
ہوگیا تو اوس ظلم مین یہ بہی شریک ہوا۔ **پانچوین** بادشاہ کو نیکی کرنے پر مستعد رکہے کہ اوسکی نیکی سب کو پہونچے کیونکہ عمدہ انعام وہ ہی ہے کہ عام ہو جیسے سورج کی روشنی اور پانی کی جہڑی سبکو پہونچتی ہے۔ **چھٹی** جب تک کسی پر اعتماد کلی نہو اور بارہا آزمایا نہو اوسکی تعریف بادشاہ کے آگے نکرے تاکہ بوقت امتحان حضور شاہ مین شرمندہ نہ ہو۔ **ساتوین** جو شے بادشاہ کو قسم اسپ و نوکر و متاع وغیرہ مرغوب ہو اپنے واسطے قبول نہ کرے بلکہ استدعا کر کے نذر کردے۔ **آٹھوین** جب بادشاہ کوئی بات کہے بدل وجان و عقل و ہوش و چشم و گوش متوجہ رہے اور کسی فکر و کام مین مشغول نہو کیونکہ سلاطین بہت غیرتمند ہوتے ہین اونکی توجہ کے وقت کوئی دوسری طرف نظر یا بات کرتا ہے اُس سے ناراض ہو جاتے ہین۔ **نوین** مجلس شاہی مین کسی سے سرگوشی یعنی کانا پہوسی نکرے کیونکہ بادشاہ کے حضور مین جب دو شخص کچہہ بہید کی باتین کرین اور بادشاہ نہ سُنے تو اوسکو بہت طرح کے گمان و خیالات ہونگے اور غالباً اونکی طرف سے اوسکے دل مین کدورت پیدا ہو جائے گی۔ **دسوین** جب بادشاہ کوئی سوال کرے تو جواب مین سبقت نکرے جب تک کہ خاص اوس سے پوچہا نہ جاوے کیونکہ ایسی بات سُبکی اور خفت کا سبب ہے اور دوسرے لوگ اِس صورت مین دشمن ہو جاوینگے اور عیب گیری سخن کی کرینگے۔ پس چپ رہنا چاہیئے تاکہ اور لوگ جواب دین اور ہر بات کا عیب و ہنر پہلے معلوم ہو جاوے پہر جو بات سب سے اچہی معلوم ہو وہ عرض کرے۔ **گیارہوین** جب تک کہ بادشاہ کچہہ نہ کہے ابتدائے سخن نہ کرے اور جب پوچہے جواب بقدر ضرورت دے اور جب بادشاہ کی خواہش زیادہ سُننے کی ہو تو مضائقہ نہین۔ **بارہوین** اگر بادشاہ کسی بات سے آگاہ نہ کرنا چاہے تو ہرگز اوسکی تلاش و تحقیقات کی فکر نہ کرے کیونکہ اگر اوسکو قابلیت واقفیت کی ہوتی تو اُس سے وہ بات خود کہی جاتی اور دریافت کرنے مین اوس بات کے مبالغہ کرنا باعث غضب بادشاہی ہے **تیرہوین** تحفہ اور عطیہ سے جو بادشاہ عنایت کرے بےپروائی نکرے خواہ وہ شے تہوڑی ہی ہو کیونکہ بادشاہونکا تہوڑا تحفہ بہت ہے اور بےپروائی عنایت شاہی کو حقیر جاننے کی علامت ہے دانائی سے بعید ہے کہ بادشاہ کا فیض کیسی طرف متوجہ ہو اور وہ پہیر دے۔ **چودہوین** طریق امانت سے قدم باہر نرکہے کیونکہ امانت ایسی صفت

ہے کہ ادنی آدمی کو صاحب عزت کر دیتی ہے اور خیانت ایسی رذیل عادت ہے کہ ذی عزت شخص کو ذلیل کر دیتی
ہے۔ **پندرہوین** جو کچھ بادشاہ عطا کرے اوسپر خوشی سے قناعت کرے اور زیادہ طلبی اور حرص نہ
کرے **سولہوین** بادشاہ کے حضور و غیبت مین نیکی اور انعام بادشاہ کے بیان کیا کرے اور کسی
سے کوئی کلمہ خلاف ادب بادشاہ کی نسبت اگر سنے تو اوسے ملائمت سے ملامت کرے و نصیحت
کرے اگر نہ مانے اوسکی صحبت و ملاقات ترک کر کے اُس سے بات نکرے۔ **سترہوین** جو کام سپرد ہو اوسکا
ربط کرے اور ہمیشہ حاضر باش رہے کہ جب بادشاہ طلب کرے فوراً حاضر ہو اور ایسی ہر دم کی حاضری
سے کہ موجب ملال شاہی ہو پرہیز کرے۔ **اٹھارہوین** محبت و عنایت بادشاہ پر اعتماد نکرے اور
بہت خدمتگذاری کا غرور نرکھے کیونکہ اِس غرور کے سبب سے خدمت کو بھول جاویگا اور پادشاہ پر یہ ظاہر نہ
کرے کہ میرا حق خدمت سابقہ آپ پر ہے بلکہ نئی ملازمت و خدمت و دعاگوئی و فرمانبرداری سے حق
ثابت کرتا رہے تاکہ اخیر خدمت اول حق خدمت کو تازہ کر دے کیونکہ جو بات آگے ہوگئی بادشاہ لوگ
اوسکو فراموش کر دیتے ہین اور کسیکی خدمت کے احسانمند نہین ہوتے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ اپنے
تئین حقدار خدمت لینے کا جانتے ہین۔ **اونیسوین** محل و موقع عرض کو نگاہ رکھے کیونکہ جیسے
نماز بیوقت قبول نہین اسیطرح عرض حاجت بھی وقت پر ہو تو منظور ہوتی ہے۔ **بیسوین** اگر بادشاہ
عزیز رکھے تو چاہیے کہ جو لوگ اُسکے مقرب ہین یا خدمت قدیم رکھتے ہین اونسے بیشی نہ چاہیے کیونکہ
بیوقوفی اور خفت کی دلیل ہے شاید وہ شخص جس سے ترجیح چاہتا ہے بادشاہ کو بہت پیارا ہو یا خدمت
شرط کے ساتھ کی ہو کہ بادشاہ اوس کے حق کو کبھی ضائع نکرے گا اور جب اوسکے رفع کی فکر مین ہو تو بادشاہ
اوسکی طرف ہو جاوے اور یہ شرمندہ ہو۔ **اکیسوین** ظلم بادشاہ سے رنجیدہ نہ ہو اور اوسکی سختی و غضب
کو خوشی سے قبول کرے کیونکہ سلطنت کی عزت اور حکومت کا دبدبہ زبان کو بے سبب لوگون کی بدآبروئی
پر کھول دیتا ہے پس اگر بسبب اُس شان کے کہ لازمہ سلطنت ہے کسیکو بادشاہ بُرا کہے تو چاہیے کہ
دعا دیوے۔ **بائیسوین** اگر بادشاہ کے غضب مین پڑ جاوے تو کسی سے شکایت نکرے اور گناہ
کا الزام اپنی طرف عاید کرے اور پھر کوشش معافی و ازالہ خشم کی کرے **تیئیسوین** اگر بادشاہ کسی سے

خفا ہو یا اوس کی رائے مین کوئی سقم ہو تو اوس سے الگ رہے اور اُس سے اختلاط نکرے اور اوس کی تعریف نکرے یا جب تک بادشاہ کا غصہ رفع نہو جاوے اور اُمید معافی کی نہو۔ اُس سے عذر خواہی نہ کرے اور کنارہ کشی کی نکرے بعدہٗ بطور مناسب عذر کرے کہ پھر وہ راضی اور مہربان ہو جاوے۔ **چوبیسوین** بادشاہ کی اطاعت کو جبر نہ سمجھکر تہ دل سے ادائے خدمت مین مستعد رہے اور بادشاہ کی رضامندی کا خیال رکھے اور ایسا کرے کہ اوسکی خوشی حاصل ہو اور وہ چار طرح سے ہو سکتی ہے۔ **اوّل** یہ کہ جو کچھ بادشاہ کہے اوسکی تصدیق کرے سوائے امر مخالف دین و شرع کے **دویم**۔ بادشاہ کی رائے و تدبیر کی تعریف کرے **سویم** اوسکی خوبیان ظاہر کرے۔ **چہارم**۔ اوس کے عیب چھپاوے کیونکہ جو نادان اپنے ولی نعمت کی خدمت مین بیدل اور اپنے آقا سے سرکشی کرتے ہین وہ آخر کار اوسکی نتیجہ مین ایذا پاتے اور نقصان اوٹھاتے ہین چنانچہ بمصداق اس مضمون کے یہان ایک حکایت نصیحت آمیز لکھی جاتی ہے۔ **حکایت** ایک روز بدن کے تمام اعضا متفق ہوکر معدہ کا گلہ کرنے لگے کہ ہم کماتے کماتے تھکے جاتے ہین اور یہ کمبخت معدہ مفت مین ہماری کمائی ہضم کرتا جاتا ہے آخر سب نے اوسکی اطاعت سے سرکشی کی پاؤن نے رفتار ہاتھون نے کاروبار ترک کیا۔ آنکھون نے بصارت سے آنکھ چورائی کان سماعت سے بے بہرہ ہو گئے ناک نے سونگھنا۔ زبان نے چکھنا چھوڑ دیا۔ جب اعضا کی نافرمانی اِس حد کو پہونچی کہ ہر ایک نے اپنا اپنا کام بند کر دیا تو غریب معدہ کو غذا کہان سے میسر ہو سکتی کچھ عرصہ تک بے آب و دانہ صبر کئے پڑا رہا آخر کار ہر ایک عضو کو ایذا پہونچی اور اونکی طاقت زائل ہونے لگی۔ ہاتھ کف افسوس ملنے اور پاؤن ایڑیان رگڑنے لگے آنکھون نے رونا جھیکنا شروع کر دیا۔ کان بھی مارے ضعف کے سُن ہو گئے۔ ناک کا بھی ناک مین دم آگیا زبان کا بولنا بند ہوا معدہ نے کہا او میرے مددگار و اب تم کو معلوم ہوا کہ جو کچھ تمہاری محنت و مشقت کی بدولت مجھکو پہونچتا تھا وہ رائگان نہین جاتا تھا بلکہ خود تمہارے ہی صرف مین آتا تھا جو غذا تم مجھکو حوالہ کرتے تھے مین اوسکو ہضم کرتا تھا اور جو خون اوس سے پیدا ہوتا وہ رگون کے وسیلہ سے کل اعضا مین حصہ رسد تقسیم ہو جاتا تھا۔ اوسی سے تم سب کی پرورش ہوتی تھی بس جبکہ اعضا نے اپنی ناعاقبت اندیش حرکت کا نتیجہ صاف صاف دیکھ لیا کہ اپنے مربی اور سرپرست سے مخالفت اور سرتابی مین کیا

کیا صورت وخرابی ہوتی ہے توبہت نادم وخجل ہوئے اور توبہ کی کہ آیندہ سے ایسی خطا نہ کرین گے پچیسوین
رازداری کہ سب ادبکی اصل ہے اختیار کرنا چاہیے اور بادشاہ کے بہید چہپانے مین مبالغہ کرے اور طریق
احتیاط اس باب مین یہ ہے کہ بادشاہ کے ظاہری قول کہ جو سب نوکرون کو معلوم ہون چہپاوے کہ
رازداری کا ملکہ حاصل ہو اور اگر بادشاہ کو اوسکے حال کی خبر ہو اور کبہی کوئی بہید کہل بہی جاے تو اوسپر تہمت
نہ آوے کیونکہ افشاے راز عقل وفراست سے دریافت ہوسکتا ہے کہ کس نے کیا ہوگا۔ **قول**
حکیم بزرجمہر نے کہا ہے کہ مینے اپنے اوستاد سے پوچہا کہ سردار کا حق تابعدار پر کیا ہے کہا یہ کہ اوسکا بہید نہ
کہے اوسکی خدمت مین پہلوتہی نہ کرے۔ اور اوسپر دوسرا سردار نہ قبول کرے۔ اس باب مین حکایات ذیل
طریق اطاعت سلطانی کے واسطے نظیر ہین **حکایت** سلطان محمود ایاز کو نہایت دوست رکہتا تہا
اسلیے تمام ارکان دولت نوکر چاکر اوس سے دشمنی رکہتے تہے ایک روز ان سبہون نے بادشاہ سے کہا
کہ ایاز ہر روز اکیلا جواہر خانہ مین جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کچہ چراتا ہے ورنہ جواہر خانہ مین اوسکا کیا کام
ہے بادشاہ نے فرمایا کہ جب مین اوسے اپنی آنکہہ سے دیکہون تب باور کرون دوسرے روز اُن لوگون
نے خبر دی کہ اسوقت ایاز ایک صندوق کہولکر پرانا اور میلا کپڑا پہنتا ہے یہ دیکہتے ہی بادشاہ نے اندر جاکر
ایاز سے پوچہا کہ تو نے کیون ایسا سڑا کپڑا پہنا اوس نے عرض کی کہ خداوندمین جب آپ کی خدمت مین
نہ تہا تب یہی کپڑا رکہتا تہا اب مین آپ کے دولت واقبال سے اچہا اور بیش بہا کپڑا رکہتا ہون اسلیے اپنے
پرانے کپڑے کو ہر روز دیکہتا ہون اور پہنتا ہون کہ اپنی قدیمی حالت کو فراموش نکرون اور خداوندنعمت کی
قدر پہچانون جب بادشاہ نے یہ جواب سنا تب اوسکی بات نہایت پسند کرکے اوسکا مرتبہ بڑہایا سچ کہا ہے کہ
سگ حق شناس بہتر ہے مردم ناسپاس سے **نقل** ہے کہ سلطان محمود کی مہربانی کے سبب سے کچہ لوگ
ایاز پر حسد کرتے تہے اور اوسکی شکایت کیا کرتے تہے کہ ہم قدیم لوگون کے سامنے اوسپر اعتبار اور مہربانی
کی کیا وجہ ہے وزیر نے اس بات کو بادشاہ سے عرض کیا بادشاہ خاموش ہو رہا ایک روز چند عطر کے شیشے
کسی بادشاہ نے تحفہ طریق بہیجے تہے سلطان محمود نے حاضرین مین سے ہر ایک کو ایک ایک شیشہ دیکر فرمایا
کہ توڑ ڈالو سب نے تعمیل حکم مین توڑ ڈالے بادشاہ نے فرمایا کہ شیشے کیون توڑے سب نے عرض کیا

کہ حکم عالی کی بجاآوری مین ایسا کیا ہے بادشاہ نے ایاز سے پوچھا کہ تو نے کیون توڑا عرض کیا کہ البتہ مجھے بڑا قصور
ہوا سزاوار اِس کا ہون کہ میرا بھی کاسۂ سر تیہر سے توڑا جائے تب سب سے بادشاہ نے فرمایا کہ سبب
میری عنایت کا ایاز پر یہی ہے۔



جوہر چوتھا

دستور مملکت وطریقۂ سلطنت کے بیانمین

بادشاہون کواِس بات پرغور کرنا چاہیئے کہ اون کا اختیار رعیت کے کامون پرکسقدر رہنے سے رعیت کی فلاح و بہبود ہوتی ہے اور پہر وہ اختیار کسقدر بڑہنے سے اونکی تخریب کا باعث ہوجاتا ہے بعضے بعضے ملکون مین حکام اپنی رعیت کے کامون پراتنا اختیار رکتے ہین کہ اگرکسی کے گہر مین کوئی مرجاوے توسوائے آئین کے حکم کے اورطرح پر وہ اوسکا ماتم نہین رکہہ سکتا یا اگرکوئی شخص تجارت کیا چاہے توسوائے اُن چیزون کے جن کے لئے حاکم کی اجازت ہے اور چیزونکا سودا نہین کرسکتا ایسی ایسی باتون پرحاکم کا اختیار رہنے سے کسیطرح رعیت کی بہتری نظر نہین آتی لیکن اِسی طور پربہت سی باتین ایسی ہین کہ جنپر حاکمون کا اختیار نرہنے سے رعیت کی خرابی اورتباہی متصور ہے مثلاً اگر ہرایک شخص کو اختیار ہو کہ چاہے جتنے آدمی نوکر رکہے اور چاہے جہان قلعہ بناوے چاہے جسے لوٹ لیوے اورچاہے جسے مارڈالے توخیال کرنا چاہیئے کہ کس قدر ملک مین بے انتظامی اوربدعملی ہوجاوے گی پس اِس حالت مین حاکم کا اتنا ہی اختیار رہنا بہتر ہے کہ جس سے سوائے بہلائی کے رعیت کی کچہہ بُرائی نہوسکے اوراسیواسطے آئین اورقانون بنتے ہین کہ جسمین ہرایک بات کے درمیان اوسیقدر حاکمون کی مداخلت اوراختیار رہے کہ جس سے ملک کی بے انتظامی کا ڈر نہ ہو اگرچہ یہ سچ ہے کہ حاکم اپنی رعیت کی بہتری کیواسطے کسی بے وقوف کو عاقل اورغریب شخص کو بغیر دوسرے کی دولت مین لینے کے دولتمند نہین کرسکتا اور نہ کسی بُرے آدمی کو بہلا بنا سکتا ہے یہ باتین انسان کو صرف اپنی محنت

دکوشش سے حاصل ہوتی ہین لیکن توبھی حاکم بہت سے ایسے کام کرسکتا ہے کہ جس سے اوسکی رعیت کو اِن تینون چیزون کا حاصل کرنا بہت آسان ہوجاوے۔ حاکم اُنکی جان مال اور حرمت کی حفاظت کرے کہ اِس بات سے بُرا کام نکرکے اچھی کامون کی طرف دل دیوینگے اور دل مین کسی بات کی وحشت نرہنے سے علم و ہنر حاصل کرنے کی فرصت پاوینگے۔

طریقۂ انتظام گورنمنٹ یہ ظاہر ہے کہ ملک کے سب کام تو ایک آدمی سے نہین ہوسکتے پس ایک ایک کام کو ایک ایک آدمی کے ذمہ کردینا چاہیے اور حاکم اُن سب آدمیون پر نگاہ رکھے کہ کسی طرف کسی کام مین کوئی شخص سستی نکرنے پاوے اور یہ کام دو طرح کے ہین۔ پہلے تو حاکم کو اپنی رعیت باہر کے دشمنون سے بچانی پڑتی ہے اور اِس کام کو صیغہ بیرونی[1] کہتے ہین اور وہ دو طرح کا ہے ایک تو صلح[2] کے ساتھہ دوسرا لڑائی[3] سے۔ دوسرے رعیت کو آپسمین لڑنے جھگڑنے اور ایک کو ایک پر زیادتی کرنے سے باز رکھنا پڑتا ہے اور اِس کام کو صیغہ خانگی[4] کہتے ہین اور اِس کام کے واسطے تین طرح کے آدمی چاہیئے پہلے[5] تو آئین بنانیوالے دوسرے[6] آئین کے سمجھانے والے تیسرے[7] وہ لوگ جو آئین کے حکمون کی تعمیل کرتے ہین اب اِن سب کامون کے لئے آدمی وغیرہ رکھنے کو خرچ کی واسطے روپیہ چاہیئے اسواسطے حاکم اپنی رعیت سے ضرورت کے موافق محصول کے طور پر روپیہ لیتا ہے اور اِس روپیہ کے وصول کرنیکے کام کو تحصیل[8] کا کام کہتے ہین

---

[1] اسکو انگریزی مین فارن ڈپارٹمنٹ کہتے ہین — Foreign Department.

[2] اسکو ڈپلومیٹک ڈپارٹمنٹ کہتے ہین — Deplomatic Department.

[3] اسکو وار ڈپارٹمنٹ کہتے ہین — War Department.

[4] اسکو ہوم ڈپارٹمنٹ کہتے ہین — Home Department

[5] اسکو لیجس لیٹو ڈپارٹمنٹ کہتے ہین — LeqislativeDepart ment.

[6] اسکو جوڈیشل ڈپارٹمنٹ کہتے ہین — Judicial Department.

[7] اسکو اگزیکیوٹو ڈپارٹمنٹ کہتے ہین — Faecutive Depart ment.

[8] اسکو فنانشل ڈپارٹمنٹ کہتے ہین — Financial Department.

جہانتک کہ حاکم رعیت کی جان ومال وحرمت کی حفاظت کے واسطے اوس سے روپیہ لیوے وہان تک تو انصاف ہے اور جب حاکم رعیت سے روپیہ وصول کرکے اپنے کام مین صرف کرنے لگے یا اپنے پہننے کے لئے ہیرے موتی خریدے یا سونے چاندی کے تخت اور پلنگ بنواے اور واہیات کامون مین اون روپیونکو خرچ کرڈالے اور رفاہ رعایا اور حفاظت جان ومال وحرمت کی اوس سے کچھ نکرے تو یہ سراسر ظلم ہے اب ان سب کامون کا جدا جدا دفترون مین بٹ جانا اور دو دو چار چار کام پر ایک ایک آدمی کا رہنا یا ایک ایک کام کے لئے دو دو چار چار یا زیادہ آدمی کا مقرر ہونا ملک اور آمدنی کی کمی اور زیادتی پر موقوف ہے سواے اسکے چونکہ انتظام احوال خلائق بادشاہ کے حکم پر منحصر ہے اگر اون کی طبیعت تہذیب وتربیت رعایا کی طرف متوجہ نہو تو قباحت اوسکی تمام خلقت وسلطنت پر موثر ہو پس اہتمام تعلیم ودرستی اخلاق رعیت ذمہ سلاطین واجب ہے اسواسطے حکام کو اپنی رعیت کے پڑہانے لکہانے کے واسطے بہی ایک جدا سررشتہ جسے سررشتہ تعلیم[1] کہتے ہین مقرر کرنا چاہیئے اور اس بات کا خیال رہے کہ جب تک کوئی آدمی اچہی طرح لکہا پڑہا نہو کسی کام پر مقرر نہونیہ پاوے۔

جاننا چاہیئے کہ حکومت بہی بہت طرح کی ہے اور ہر قسم کی حکومت ہر ملک کے لئے بموجب اوسکے آدمیون کے لیاقت اور حوصلہ کے موافق ہوتی ہے دنیا مین اب تک بہت ملکون کے اندر خود مختار بادشاہی حکومت ہے اور ایسے ملک کے حاکم کو بیحد اختیار حاصل رہتا ہے چاہے ایک دم مین سینکڑون آدمی کا خون کرڈالے اور چاہے ایک لحظہ مین ہزارون شہر اوجاڑ ڈالے لیکن جس جس ملک کے درمیان کہ علم اور عقل کی روشنی اچہی طرح پہیل گئی ہے وہان لوگ اس خود مختار بادشاہی حکومت کو اوٹہا کر ملک کے بندوبست کے واسطے پنچایت مقرر کرتے جاتے ہین اور اوسکو پنچایتی حکومت کہتے ہین چنانچہ امریکہ مین بہت دن سے یہی حکومت چلی آتی ہے اور فرنگستان کی اکثر ولایتون نے بہی آج کل یہی طریقہ اختیار کیا ہے ایسی حکومت رہنے سے رعیت اپنا بندوبست آپ کرتی ہے اور سواے اپنی بہلائی کے کبہی کوئی کام اپنی خرابی کا نہین ہونے دیتی طریقہ اوس پنچایت کے بنانے کا یہ ہے کہ گاؤن گاؤن اور شہر شہر کے آدمی اپنی جگہہ پر

[1] اسے انگریزی مین ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ کہتے ہین Educational Department.

اکٹھا ہوکر ایک مقرر عرصہ کے لئے کسی ہوشیار اور معتبر شخص کو اپنا وکیل کرتے ہین اور ایسے ایسے پانچ سات سو وکیل اکٹھا ہونے سے وہ اوس ملک کی پنچایت کہی جاتی ہے اور جو کچہہ کام کہ وہ کرتے ہین گویا تمام رعایا کا کیا ہوا سمجہا جاتا ہے لیکن اکثر اقالیم اس طریقہ کو زیادہ مستحسن نہین سمجھتین۔

طریقۂ تقرر پارلیمنٹ سوائے اِن اوپر لکہی ہوئی دو قسمون کے ایک تیسری اور بہی آئینی بادشاہت ہے کہ جواب انگلستان مین ہے اسمین نہ تو بادشاہ کو مثل بادشاہی حکومت کے رعیت کی خرابی اور بربادی کرنے کا اختیار رہتا ہے اور نہ رعیت مین سے کسی کو مثل پنچایتی حکومت کے بادشاہت نرہنے کے سبب اوس ملک مین زیادہ اختیار حاصل کرنیکا حوصلہ ہوتا ہے پس جو اُس ملک کا آئین ہے اوسی کے بموجب رعیت اور بادشاہ دونون ایک سلسلے سے کام کرتے چلے جاتے ہین اور اگر کچہہ احتیاج کسی آئین کے بدلنے کی پڑتی ہے تو جب تک کہ بادشاہ اور رعیت دونون کی ایک رائے نہو تب تک کسیطرح وہ آئین بدلا نہین جا سکتا اور اِسی بات کے لئے وہان ایک مجلس جسے **پارلیمنٹ** کہتے ہین مقرر ہے اوسکے دو درجے ہین پہلے درجہ مین تو اراکین سلطنت بیٹھتے ہین اور دوسرے درجہ مین رعیت کے وکیل جو گاؤن گاؤن اور شہر شہر سے آتے ہین جگہ لیتے ہین پہلے درجہ والے تو بادشاہ کی ترجیح کرکے کوئی بات ایسی نہین ہونے دیتے کہ جسمین اُسکا نقصان ہو اور دوسرے درجہ والے رعیت کی طرفداری کرکے اونہین کوئی اسطرح کی بات نہین کرنے دیتے کہ جس سے اُن کی خرابی ہو غرض جو بات کہ پارلیمنٹ سے ہوتی ہے اوس سے بادشاہ اور رعیت دونون کی بہلائی متصور ہے اور یہ دستور ہے کہ جب تک کوئی آئین پارلیمنٹ کے دونون درجون سے منظور ہوکر بادشاہ کے دستخط سے مزین نہو جاوے تب تک وہ آئین کے طور پر ہرگز نہ مانا جاوے گا۔

دنیا کے بعض بعض ملکون کا حال اب تک ایسا ہے کہ قزاقی اور رہزنی کی وجہ سے کسی شخص کو یہ امید نہین کہ وہ بغیر اپنی قوت بازو کے قتل و غارت سے محفوظ رہ سکیگا۔ کاشتکار جسوقت کہیت مین تخم ریزی کرنے جاتا ہے تو ایک مددگار کو جو نیزہ و شمشیر سے مسلح ہو اپنے ہمراہ لیجاتا ہے تاکہ اوسکے بیج اور مویشی نہ لُٹ جائین ایسی حالت مین جو کام ایک شخص کر سکتا ہے وہ دو کے ذریعہ سے پورا ہوتا ہے اور پیداوار دونون مین تقسیم ہو جاتی ہے

اِسی طرح وحشی قومون کا زیادہ وقت اپنی حفاظت و دوسرون پر حملہ کرنے مین صرف ہوتا ہے جن ملکون مین واب حکومت نہین ہے وہان غارتگری کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے اکثر باشندے جوانی مین مارے جاتے ہین بہت کم ایسے ہین جو سن رسیدہ ہو کر مرتے ہین۔

جو محنت ہر شخص اپنی جان و مال کے لئے برداشت کرتا ہے وہی محنت ایک خاندان بلکہ ایک بستی کے لئے کافی ہو سکتی ہے اِسی بنیاد پر حکومت قائم ہوتی ہے اور جب حکومت استحکام کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے تو تھوڑے سے آدمی مسلح ہو کر لاکھون کی پاسبانی اندرونی اور بیرونی دشمنون سے کر سکتے ہین۔

ملک کے انتظام اور امن وامان قائم رکھنے کے لئے جو کچھہ خرچ پڑتا ہے وہ جملہ رعایا سے وصول کیا جاتا ہے اوسکو ٹیکس یا خراج کہتے ہین پس رعایا کو لازم ہے کہ اپنی جان کی سلامتی اور مال کی حفاظت کا معاوضہ نہایت شکر گذاری کے ساتھ بلا عذر ادا کرے۔ بعض لوگ ایسے کج فہم ہین کہ وہ سرکاری ٹیکس کو ایک جبر خیال کرتے ہین وہ نہین جانتے کہ اگر نصف اوقات اونکی اپنی حفاظت مین صرف ہوتی تو بہ نسبت ٹیکس کے بہت زیادہ خرچ پڑتا اور جو امن و حفاظت حکومت کی بدولت حاصل ہے وہ ہرگز میسر نہ ہوتی۔

اسمین شک نہین کہ دنیا مین اکثر حکومتین ایسی پائی جاتی ہین کہ جو اہل حکومت اپنے عیش و کامرانی کے مقابلہ مین رعایا کی مصیبتون کی کچہہ پروا نہین کرتے لیکن یہ بُرائی اُن آفتون کے مقابلہ مین محض ناچیز ہے جو حکومت کے نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہین۔

اصل یہ ہے کہ حکومت کے ظلم وستم کو تو انسان برداشت کر سکتا ہے الا بے امن و بے سری حالت کا تحمل سخت دشوار ہے۔ جبکہ بدتر سے بدتر حکومت بھی عدم حکومت سے بہتر ہے تو ظاہر ہے کہ عمدہ حکومت کی برکتین تو بے انتہا فوائد پر مشتمل ہونگی عمدہ گورنمنٹ کا بڑا مقصد رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہے اور اوس کے ساتھہ تربیت عقلی۔ تہذیب اخلاق۔ بیمار مسکینون کا علاج۔ تندرست مسکینون کی پرورش مگر یہ برکتین سب متفقہ کوشش کے بدون بہت کم حاصل ہو سکتی ہین۔

بعض علما کہتے ہین کہ جو محاصل ملک کا گورنمنٹ لیتی ہے وہ ملکی دولت مین سے کم ہو جاتا ہے اونکی دلیل یہ ہے کہ گورنمنٹ کا کام نفع پہونچانا نہین ہے بلکہ نقصان سے بچانا ہے اگر یہ قول تسلیم کیا جائے

توبھی یہ خرچ کچھ بیجا نہین ہے کیونکہ مضرت سے بچنا بھی ہمارا ایک بڑا مقصد ہے چنانچہ دواکو ہم خوشی یا ذائقہ کے واسطے نہین خریدتے بلکہ دفع امراض کے لئے مول لیتے ہین مگر ہم کبھی یہ نہین خیال کرتے کہ دوا مین جو خرچ ہوتا ہے وہ فضول ہے۔

مخفی نرہے کہ بادشاہ طبیب عالم کا ہے اور طبیب کو مرض اور اوسکی علامتون کی پہچان اور دواشناسی سے چارہ نہین ہے پس ہرآئینہ سلطان پر واجب ہے کہ بادشاہت کے مرض اور اوسکے علاج کے طریقہ سے واقف رہے۔ چونکہ تمدن مراد ہے ہر قسم کے آدمیون کے مجتمع ہونے سے تو جب تک ہر ایک اُن فرقون مین سے اپنے اپنے مراتب کے موافق رہے اور اپنے اپنے پیشہ مین مشغول ہوا اور وجہ معاش بھی حسب مدارج فراغت ہو تو بیشک مزاج عالم کا روش اعتدال پر اور امور مملکت مین انتظام برقرار رہے اور جب اس طریق سے انحراف ہوا اختلاف و عناد پیدا ہو کہ جو سبب رابطۂ اُلفت کے ٹوٹ جانے کا ہے اور اِس سے خلل و فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ پس سلطان کو اصناف خلق کو ہموار رکھنا چاہئے تاکہ اعتدال تمدن کا حاصل ہو اور جیسے مزاج ترکیب عناصر کا اونکے ہموار رہنے سے اعتدال پر ہے ویسے ہی اعتدال مزاج تمدن چار صفتون کی ہمواری سے متصور ہے۔

پہلی اہل علم جیسے فقیہ۔ عالم۔ قاضی۔ نویسندہ۔ محاسب۔ مہندس۔ طبیب۔ شاعر جنکی قلم کی مدد سے دین و دنیا کے ارکان مستحکم ہین۔ دوسری اہل تیغ جیسے پہلوان و سپاہ اور قلعہ کے نگہبان کیونکہ خلایق کی بہبود بغیر اونکی تیغ خونخوار کے متصور نہین۔ تیسری اہل معاملہ جیسے سوداگر اور صاحب مال و متاع۔ ہنر و پیشے والے کہ اونکے ذریعہ سے سامان خوراک اور ہر قسم کے تحائف مہیا ہوسکتے ہین اور دور دور کے باشندے انواع و اقسام کے طعام و اسباب آسایش سے فائدہ پا سکتے ہین۔ چوتھی اہل زراعت جو نباتات کی تدبیر کرنیوالے اور قوت لابدی کی پیدا کرنیوالے ہین جنکی سعی و تردد کے بغیر اثاثہ زیست ممکن نہین۔

چونکہ جہانبانی ایک کار عظیم الشان ہے اِس واسطے بادشاہکو سلطنت کے ہر کام و رعایا کی بہبود کی کیفیت سے خبردار ہونا ضرور ہے اور اہتمام مملکت و سرانجام ہزارہا کاروبار رعیت کے واسطے ایک شخص کی دو آنکھین۔ ایک دل و ایک زبان کافی نہین۔ پس بادشاہ کو اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ اور تالیف

قلوب خلائق اختیار کرنا لازم ہے تاکہ رعایا بھی نیک اور اوسکی دوست بنے چنانچہ ارسطا طالیس کا قول ہے کہ بادشاہ مثل ندی کے ہے اور ارکان دولت مثل نہرون کے جیسا رنگ و مزہ ندی کا ہوگا ویسا ہی نہرون کا ہوگا۔ اور ایک شخص کو ملازمان درگاہ سے جو حلیہ امانت و دیانت و اعتبار سے مزین ہو منتخب کر کے شریک امور سلطنت اور ممتاز بمنصب وزارت فرمائیے تاکہ جسوقت دوستون اور لائق اہلکارون کی امداد سے اور لوگون کے چشم و گوش و دل و زبان پر قادر ہو تو گویا سب کچھ اپنی آنکھون سے دیکھے اور اپنے کانون سے سنے اور اپنی زبان سے کہے اور اس طرح بند و بست ملک داری آسان ہو جائے۔

بادشاہون کو رعایا پر شفقت کرنا لازم ہے کیونکہ زیر دست و غربا پروردگار کی امانت کے طور پر اہل اقتدار کے ہاتھ مین سپرد ہین اونکے کرم سے غریب و بیکس آسودہ حال اور شکستہ دل اونکے رحم سے ستم ظالمون سے فارغ البال ہو سکتے ہین پس بادشاہ کو حال رعایا و کاروبار مملکت سے خبرداری ضرور چاہیے کیونکہ اگر بادشاہ غفلت و بے خبری اختیار کرے تو ظالمون کے ظلم کے سبب سے آبادی مین خرابی واقع ہو اور کمی آبادی موجب قلت خراج اور قلت خراج باعث زوال سلطنت ہے اور مخبر معتبر مقرر کرنا چاہیے کہ کاروبار ملک کی خبر دیا کرین اور بعد آگاہی خلل و فتور کے دور کرنے مین کوشش کرنا لازم ہے۔ چنانچہ اکبر بادشاہ خفیہ شب کو احوال رعیت دریافت کرنے کیواسطے گشت کیا کرتے تھے کیونکہ بہت سی باتین ایسی ہوتی ہین کہ مقربان درگاہ اون کو سننے نہین پاتے اگر سنا بھی تو اپنی مصلحت یا وقت و موقع کے خیال سے بادشاہ کے گوش گذار نہین کر سکتے ہین۔

حکیمون نے کہا ہے کہ بادشاہ مین سات خصلتین ہونا ضرور لازم ہین [۱] پہلے علو ہمت کہ تہذیب و اخلاق سے حاصل ہوتی ہے۔ [۲] دوسرے رسائی عقل و فکر کی یہ نہایت دانائی اور تجربہ سے ہاتھ لگتی ہے۔ [۳] تیسرے قوت عزیمت یہ عقل درست اور بڑی مضبوطی سے میسر آتی ہے اور اوسے عزم الملوک کہتے ہین یہ تین چیزین جملہ خوبیون اور فضیلتون کے حاصل کرنیکی اصل ہین۔ [۴] چوتھے مشکلون پر صبر کرنا کہ صبر کشائش مقصد کا وسیلہ ہے۔ [۵] پانچوین سیرچشمی تاکہ مال رعایا مین طمع نہ کرے۔ [۶] چھٹے لشکریون کی موافقت

ساتوین حب نسب اسلئے کہ یہ موجب اتفاق قلوب اور ہیبت ووقار کا ہے۔
بادشاہون کو چار چیزون سے احتراز کرنا لازم ہے ایک خشم وغضب سے کیونکہ غضب وغصہ عاجزون کا
کام ہے اور بادشاہ عاجز نہین ہوتا بلکہ سب ماتحت اور زیر دست اوسکے ہوتے ہین۔ دوسرے قسم سے
کیونکہ قسم واسطے دور کرنے تہمت کے ہوتی ہے اور بادشاہ کو کس کی مجال ہے کہ تہمت لگاوے تیسرے
سیم وزر اور مال ومتاع مین بخل کے ساتھہ پیش آنے سے کیونکہ وہ بخل کرے جسکو اندیشہ محتاجی کا ہو اور
بادشاہ محتاج نہین ہوتا چوتھے کذب ودروغ سے کیونکہ دروغ گوئی بسبب امید یا بیم کے ہوتی ہے
اور امید وبیم کام زیر دست ومحکوم کا ہے نہ زبردست وصاحب حکومت کا۔
شفیق بلخی نے ہارون رشید کو سر دربار نصیحت کی کہ خدا نے تجھے دوزخ کا نگہبان بنایا ہے اور تین چیزین عطا
کی ہین۔ مال۔ تلوار۔ تازیانہ۔ تاکہ تو اونکے وسیلہ سے لوگون کو دوزخ مین نہ جانے دے پس مناسب
ہے کہ مال سے محتاجون کی مدد کر تاکہ وہ روپیہ کی خواہش سے برے کام نکرین۔ تلوار سے ڈاکو اور خونی
کو قتل کر تاکہ رعیت کو نہ ستاوین اور تازیانہ سے مجرمون کو سزا دے تاکہ فساد سے باز رہین اگر ایسا کریگا تو
تجھکو اور تیری رعیت کو دوزخ نصیب نہوگی ہارون سنکر بہت خوش ہوا اور شفیق پر بہت شفقت کی۔
حکیم بزرجمہر وزیر نوشیروان عادل سے منقول ہے کہ جو بادشاہ ان گیارہ اخلاق سے موصوف ہو
اوسکی سلطنت مین ہرگز زوال نہ آوے اور اندیشہ دشمن سے ایمن رہے۔ اول یہ کہ خشم وغضب سے
احتراز ہو بادشاہون کو چاہیئے کہ ذراسی بات کے سبب سے زیر دستو نپر سیاست روا نرکھین اور آتش
غضب سے خانمان ہستی اُن بیچارون کا غارت نکرین مگر چونکہ ریاست کو سیاست واجب ہے اور سیاست
بغیر قہر کے ممکن نہین پس چاہیئے کہ قہر حد اعتدال سے متجاوز نہو یعنی مجرم پر بقدر جرم قہر کرین نہ یہ کہ مجرم ایک
شخص خاص اور تمام قبائل مجرم ماخوذ ہون اور جو مجرم پر قہر بحد اعتدال ہو تو اوسکا نام عدل ہے اور عدل
یہی کہلاتا ہے کہ ظالمون سے انتقام لیا جاوے اور مظلومونکی داد دیجائے۔ دوسرے صداقت وراستی
اور بادشاہون مین یہ صفت ہونا ضرور لازم ہے کیونکہ اگر اس طائفہ علیہ مین صداقت نہو تو طرح طرح کے
فتور امور مملکت مین واقع ہون اور کسیکو بادشاہ کا اعتبار نرہے۔ تیسرے مشورت اور صحبت عاقلونکی کیونکہ

رونق ملک اور دولت کی تدبیر ورائے و دانشمندون سے ہوتی ہے اگر امرا و وزرا بارگاہ سلطنت کی دانش سے
بے بہرہ ہون اور بادشاہ اونکی مشورت پر عمل کرے تو جلد اوسکی سلطنت مین زوال آجاوے۔ [٤] چوتھے تواضع
اور معنی تواضع کے یہ ہین کہ اپنے تئین دوسرون سے کمتر اور اورون کو عزیز اور عزت دار تصوّر کرنا اور تواضع
بادشاہون مین ہونا باعث تالیف قلوب ہے اور جب سب بادشاہ سے مانوس ہونگے تو دشمنون کے دل
مین ہیبت زیادہ اور سلطنت کو استحکام حاصل ہوگا اور اگر خلقت بادشاہ سے مانوس نہ ہوا ور متنفر ہو تو
دشمن فرصت پاکر حملہ کرین اور رعایا دشمنون کے ساتھ ملکر مدد دے سلطنت کو زوال آجاوے اور دشمن
غالب ہون۔ [٥] پانچوین تفتیش حال زندانیان بادشاہ پر واجب ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بیگناہ لوگ
غرضمندون اور مفسدونکے اہتمام مین تکلیف قید مین مدّتون مبتلا رہتے ہین اور یہ بات عاقل جانتے ہین
کہ بیگناہ مظلومون کی دعا جناب الٰہی مین قبول ہوتی ہے۔ [٦] چھٹے حفاظت راہ کیونکہ جب تک راہ چورون
اور ٹھگون سے صاف نہ ہو مسافر اور سوداگر اپنا اسباب لیکر بے دغدغہ نہین گذر سکتے اور اگر بسبب خوف
رہزنون کے آمد و رفت تاجرون کی مسدود ہو تو سلطنت کی بدنامی عالم مین اور کاروبار مین خلل واقع ہو۔ [٧] ساتوین
سیاست و عفو بقدر جرم مفسدونکی سیاست اور اونکو سزا کرنا سلطنت کے انتظام اور رونق کا سبب اور دوسرون
کی عبرت کا باعث ہے اگر مفسدون کی سزا نہ کیجاوے تو خلقت اونکے ظلم سے پامال ہوا اور ایسے قصور کے
صدور پر کہ حد سزا عاید نہو سکتی ہو عفو کرنا بہتر ہے کیونکہ کبھی کبھی بتقاضائے بشریت اچھے اچھے شخصون سے
خطا ہوجاتی ہے۔ [٨] آٹھوین آرایش سپاہ اور فراہم کرنا آلات حرب کا۔ ظاہر ہے کہ سپاہ مملکت کی حصار ہے اور
قیام سلطنت اوسکی موجودگی پر منحصر ہے پس مناسب ہے کہ فوج کو آسودہ حال رکھین اور روپیہ دینے مین
دریغ نکرین اور کسی شریف قوم کا کوئی شخص سردار مقرر کرین تاکہ سپاہی اوسکی اطاعت سے ننگ و عار نکرین
اور فوج کو ہمیشہ ریاضت اور محنت مین سرگرم رکھین آرام طلب نکرین کیونکہ سپاہ آرام طلب متحمل تکلیف
جنگ کی نہوسکیگی اور چونکہ سپاہ بغیر ہتھیار کے بیکار ہے لہذا مہیا رکھنا آلات حرب کا ضروریات سے ہے
کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زیادہ فوج کی ضرورت ہوتی ہے اور اوسوقت ہتھیار موجود نہین ہوتے تو کام
مین خلل ہوتا ہے۔ [٩] نوین رعایت اپنے قبائل و احباب کی یعنی اپنے اقارب کو عطا و بخشش سے خوشحال و خرسند

وفارغ البال رکھے تاکہ بوجہ حاجتمندی کے خیالات فاسد اونکے دل مین پیدا نہون اور دشمنون ملکر خلل اندازِ ارکان سلطنت کے نہون - دسوین تعین جاسوسون کا یعنی جاسوس معتمد مقرر کرنا چاہیے کہ حال خیر خواہون اور بدخواہون سے ہمیشہ خبر دیا کرین کہ سلاطین اولوالعزم غیر ملک کے بادشاہون کا حال جاسوس سے بکہ دریافت کرتے ہین اور اونکی فکر اور خیالات جہانگیری سے مطلع ہوتے ہین - گیارہوین عنایت حال ارکان سلطنت وارباب خدمت پر یعنی بقدر حسن خدمت مراتب اون لوگون کے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ اورون کو حوصلہ ہو اور جسکو حسن خدمتی کے عوض سرفراز کرین اوسکو معتمد الیہ بنا دین اور ونکی بدگوئی نسبت اوسکے نہ سنین مگر بحالت شک بخوبی تحقیق کرین اور اگر بوجہ ضعیفی خدمت سے معذور ہو تو اوسکو موقوف نکرین بلکہ اوسکا کچھہ وظیفہ مقرر کر دین - انمین سے اکثر باتین آئین گورنمنٹ ہند مین پائی جاتی ہین اور جب تک انپر عملدرآمد رہیگا سلطنت حوادث زمانہ سے محفوظ رہے گی -

بادشاہ کو چاہیے کہ گیارہ قسم کے لوگون کا اعتبار نکرے - اول ایسے بدآدمی کا کہ ظاہر مین نیک مرد کی صورت رکھے کیونکہ ایسا آدمی صاحب نفاق ہوتا ہے - دوسرے بیدین پر کہ وہ کسی مذہب پر عقیدت نرکھتا ہو کہ ایسے شخص سے وفاداری کی امید نہین - تیسرے ایسے شخص پر کہ حرص مین مبتلا ہو کہ ایسا شخص ذراسی بات مین تعریف کرتا ہے اور ذراسی بات مین لالچ مین آجاتا ہے - چوتھے ایسے آدمی پر کہ مرتبہ سے گر گیا ہو اور ابتر حالت مین ہو کیونکہ ایسا شخص ہمیشہ غضبناک رہتا ہے - پانچوین ایسے شخص پر کہ بادشاہ نے اوسکو نکالدیا ہو اور ہنوز قصور معاف نہ کیا ہو کیونکہ ایسا آدمی ہمیشہ خائف رہتا ہے - چھٹے ایسے گناہگار پر کہ ایک گروہ کی شرکت مین جرم کیا ہو اور دوسرون کا قصور معاف ہوگیا ہو اور اوسکو ہنوز اس نظر سے رہنے دیا ہو کہ یہ عفو سے محروم کیا جاوے - ساتوین اوسپر کہ دوسرون کی شرکت مین قید ہو اور اوسکے ساتھی رہا ہو گئے ہون اور وہ قید مین پڑا ہو - آٹھوین دشمنون اور حاسدون پر کیونکہ اونکے کینہ کی حد نہین ہے - نوین جو شخص ستایا ہوا و فاقہ سے ہو کہ ایسا آدمی بگڑا ہوا ہوتا ہے - دسوین اوسپر کہ وہ بادشاہ کی نسبت بادشاہ کے دشمن سے زیادہ امید رکھتا ہے کیونکہ اوسکا مقصد بادشاہ کے نرہنے سے برآویگا - گیارہوین اوسپر کہ اوسنے اپنے دشمن سے ستم اوٹھایا ہو اور بادشاہ نے مدد اوسکے دشمن کی کی ہو کیونکہ وہ اس صورت مین

مددگار کا بہی دشمن ہوجائیگا۔

۴۲ کتاب تحفة العجائب مین تذکرہ عبداللہ بن مقنع درج ہے کہ اُنہون نے کہا کہ کتب حکما مین کہ خزانہ بادشاہ فارس مین موجود تہین مینے لکہا دیکہا ہے کہ آگے کے بادشاہ بہ سبب [۹] نو خصلتون کے کہ کیومرث بادشاہ کی عادتون مین سے تہین تمام بادشاہان جہان پر فضیلت رکھتے تہے۔ [۱] اول یہ کہ اپنی بیٹی غیر کو نہ دیتے تہے۔ [۲] دویم غیرون کی بیٹی سے شادی کرتے تہے۔ [۳] سویم یہ کہ آپ کبہی کسی کے یہان نہ کہاتے تہے اور ونکو اپنے دسترخوان پر کھلاتے تہے۔ [۴] چہارم یہ کہ اگر کسی کو انعام دینا ہوتا تو کسی سے مشورہ نکرتے تہے [۵] پنجم اگر کسی پر عطا و بخشش کرتے تو اوس قدر مقدار کو وظیفہ کے طور پر مقرر کرکے ہر سال اوسکو پہونچاتے تہے [۶] ششم یہ کہ کرتے تہے بہت اور کہتے تہے تہوڑا [۷] ہفتم یہ کہ مجرم کو سزا کبہی نہ کرتے جب تک کہ آتش غضب فرو نہوجاتی [۸] ہشتم یہ کہ کبہی اس قدر شراب نہ پیتے کہ عقل زائل ہوجاوے۔ [۹] نہم یہ کہ رزیل اور اوباش کی صحبت نرکہتے اور حکما و اہل دانش و علما سے مصاحبت رکہا کرتے تہے۔

صاحب تصنیف تحفة العجائب نے لکہا ہے کہ جب نوشیروان کی ملک و دولت کی خوب ترقی ہوئی اور دور دور کے بادشاہ خراج گذار ہوئے اتفاقاً ایک مرتبہ قیصر روم اور خاقان چین اور راجہ ہندوستان اوس کے حضور مین حاضر تہے اُس وقت بادشاہون مین طرح طرح کے کلام اور گفتگو باہم ہونے لگی نوشیروان نے قیصر روم سے پوچہا کہ عالم مین کس شے کو آپ زیادہ چاہتے ہین جواب دیا کہ کوئی شے مجھے ایسی پیاری نہین ہے جیسی یہ بات کہ کوئی شخص مجہسے کچہہ حاجت رکہتا ہو اور مین اوسکو روا کردون۔ پہر خاقان سے بہی یہی سوال کیا اوسنے یہ جواب دیا کہ مجھے سب سے زیادہ یہ بات عزیز ہے کہ کوئی مجہکو آزردہ کرے اور جب مین اوسپر قادر ہون معاف کردون۔ پہر بادشاہ نے راجہ ہندوستان سے بہی یہ بات پوچہی کہا کہ مین یہ بات چاہتا ہون کہ جب مین اپنے محل مین با استراحت کرتا ہون تو نیک لوگ میرے انصاف کے امیدوار اور بد لوگ میری سیاست سے خائف اور بیقرار رہین۔ پہر نوشیروان نے فرمایا کہ اس سے زیادہ مجہکو کوئی بات مرغوب نہین کہ مین بیگناہ رہون تاکہ بیخوف ہوکر زندگی بسر کردون۔

کتاب تحفة العجائب مین لکہا ہے کہ جب عبدالملک بن مروان نے منصور دوات دار کو اپنی وزارت دی تو

اوس سے کہا کہ تو ہمارے حضور مین تین باتون کے کہنے سے پرہیز کرتا رہیو کیونکہ وہ خصلت تیری عزت کی افزونی کا سبب ہوگی۔ ۱ اول یہ کہ کبھی جھوٹ نہ کہنا کیونکہ جھوٹا آدمی نظر خلایق مین خوار و بے اعتبار رہتا ہے۔ ۲ دویم میرے حضور مین کبھی میری تعریف نکرنا کیونکہ بہ نسبت تیرے مین اپنا حال زیادہ جانتا ہون اور تیری تعریف سے نہ میری شہرت زیادہ ہوگی اور نہ خوشی۔ ۳ سویم کسی کی بدی و غیبت مجھہ سے نکرنا کیونکہ اگر تو رعیت کی عیب گوئی کرے اور مین اوسکی ایذارسانی پر کمر کس لون تو خلقت کا دل مجھہ سے متنفر ہو جاوے اور اُمرا و غربا رنجیدہ ہو کر مجھہ سے خائف ہون اور اِس سبب سے ملک مین خلل و فساد پیدا ہو۔

حکیم ارسطو نے سکندر کو نصیحت کی کہ جب تو کسی سے لڑائی کے واسطے جاوے تو دس باتین ملحوظ رکھہ۔ ۱ اول یہ کہ غرض لڑائی سے سوائے نیکی اور طلب دین حق اور دفع ظلم و فساد کے اور کچھہ نہو۔ ۲ دویم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین دعاء خیر کرنا اور اوس سے مدد مانگنا اور صدقہ دینا اور فقرا سے دعا کی درخواست کرنا چاہئے ۳ سوئم شرائط ہوشیاری بجالانا اور مخبرون اور جاسوسون کو مقرر کرکے احوال دشمن مفصل دریافت کرنا چاہیے۔ ۴ چہارم لشکر پر ایسی مہربانی کرنی چاہیے کہ سب لوگ ایک دل اور ایک زبان رہین کہ اتفاق فوج کا بادشاہ کے ساتھہ سبب ظفر اور قوت کا ہے اور موافقت بزرگون اور اقرباؤن اور ارکان سلطنت کی اس معاملہ مین ضرور ہے۔ ۵ پنجم لشکر کو اچھے وعدہ اور بہتری کے اقرارون سے قوی پشت کرنا اور اُن وعدونکے پورا کرنے کی نیت کرنا چاہیے۔ ۶ ششم حتی المقدور دل کو لڑائی کے فتح کی خوشی مین نرکہنا چاہیے کیونکہ اگر شکست ہوگئی تو طرا رنج و ندامت ہوگی ۷ ہفتم تدبیر لڑائی اور سپہ سالاری کیواسطے ایسے کو تجویز کرنا چاہیے کہ اوس مین تین صفتین ہون ۱ اول شجاع و قوی دل ہو اور اِس بات مین مشہور ہو تا کہ دشمن کے دل مین اوسکی ہیبت بیٹھے۔ دوسرے رائے صائب اور عمدہ تدبیر کا آدمی ہو اور لڑائی کی گھاتون سے واقف ہو کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شجاعت سے بڑہ کر رائے کام آتی ہے اور حیلہ و فریب لڑائی مین بُرا نہین بلکہ خوب ہے اور وہ شخص جنگ آزمودہ و صاحب تجربہ ہو ۸ ہشتم جب کوئی شخص لڑائی مین اچھا کام دے اوسکی تعریف کرنا اور اوس کو بہت سا انعام دینا چاہیے کہ اورون کو حوصلہ جان نثاری ہو۔ ۹ نہم۔ لڑائی کے روز غفلت ہرگز نہ چاہیے کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ فتح قریب ہونے والی تھی کہ ایک دم کی غفلت سے کام بگڑ گیا۔ ۱۰ دہم۔ اگر دشمن کا لشکر

شکست کہاوے ہرگز اوسکے پیچھے نجانا چاہیے کیونکہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ بہاگے ہوئے لشکر نے مقابلہ کر کے قوت پائی اور غالب لشکر کو مغلوب کر لیا ہے اور آرسطو نے یہ بہی نصیحت کی کہ اگر کوئی تجہ سے لڑنے آوے تو دو باتون سے خالی نہوگا یا تو تجہے اُسکے مقابلہ کی طاقت ہوگی یا نہین اگر ہے تو بہتر ہے کہ جس تدبیر سے ہو سکے اوسکو دشمنی سے باز رکہنا چاہیے اگر نہ مانے تو جو شرائط حرب بیان ہوئین اُنکو کرنا چاہیے اور اگر طاقت مقابلہ کی نہین ہے تو جاسوس مقرر کرنا چاہیے اور حفاظت راہ و ناکہ و بند و بست قلعہ مین کمی نہ کرنا چاہیے اور لڑائی جہگڑا کرنا لازم نہین کیونکہ طالب صلح آخر کو فتحیاب ہوتا ہے سکندر نے انہین باتون پر لڑائی مین عمل درآمد اپنا کیا وہ فوائد دیکہے کہ حیطۂ تحریر سے باہر ہے نکتہ اگر ظفر درکار ہے تو سردار پر ہاتھ ڈال کیونکہ سردار کے مرنے سے فوج بیدل ہوکر خود مغرور ہو جائے گی۔

شاہ چین نے سکندر سے پوچہا تو نے سلطنت مین لذت کس چیز سے پائی کہا تین چیز سے ایک دشمنون کے مغلوب کرنے سے دوسرے دوستون کے سرفراز کرنے سے تیسرے محتاجونکی حاجت بر لانے سے۔

حکیمون نے کہا ہے کہ سلطنت کو دو تدبیر سے محفوظ رکہنا چاہیے ایک دوستون کے درمیان الفت و اتحاد سے۔ دوسرے دشمنون کے مابین جنگ و جدل سے کیونکہ جب مخالف باہم مشغول جنگ رہین گے تو اون کو اور کسی امر کی فرصت باقی نرہیگی۔ چنانچہ جب سکندر بادشاہ دارا کے ملک پر غالب ہوا عجم کی فوج کی نسبت سوچا جو بیشمار تہی کہ اگر چہوڑ جاؤن مبادا سب اتفاق کرلین پہر اوسکا دفع کرنا دشوار ہوا اور بیخ کنی کرنا ملت و مروت کے قاعدہ سے بعید ہے۔ پس حکیم ارسطاطالیس سے مشورت طلب کی کہا کہ اوسکو متفرق کر دینا اور ہر گروہ پر جدا جدا حکومت و ریاست موضع کی مقرر کر دینا چاہیے تا کہ آپسمین بگڑ جائین اور تو اونکے شر دفتنہ سے محفوظ رہے سکندر نے اون کو طوائف الملوک کر دیا اور اوس وقت سے اردشیر بابک کے عہد تک کسیکو ایسا موقع میسر نہوا کہ کسی قسم کی شورش و سرکشی کرسکے۔

خسرو پرویز نے ایک بزرگ سے پوچہا کہ خلقت مین سیاست کے لایق کون ہے کہا اے بادشاہ خلقت کے پانچ گروہ ہین۔ اول وہ لوگ کہ اپنی ذات سے نیک ہین اور اونسے نیکی خلق کو پہونچتی ہے ایسے لوگون کی تقویت کرنا اور اونکو صحبت مین رکہنا چاہیے۔ دوم ایسے لوگ کہ نیک ہین مگر نیکی کا اثر اون سے کسیکو نہین پہونچتا

اونکو عزیز رکھنا چاہیے اور نیکی کی تحریک کرنا چاہیے۔ سوئم ایسے کہ میانہ حال ہین یعنی اون سے دکسیکو خیر سو پہنچتی ہے نہ شر اون کو راہ خیر بتانا اور شر سے ڈرانا چاہیے۔ چہارم ایسے لوگ کہ بد ہین مگر کسی سے بدی نہین کرتے اون کو خوار رکھنا چاہیے کہ ترک بدی کرین۔ پنجم وہ لوگ کہ بد ہین اور اون کی بدی خلائق کو ضرر رسان ہے اون کو سیاست کرنا چاہیے اوّل وعدہ سے پھر ہدایت سے پھر ضرب سے بعد اسکے قید آخر کار قتل کرنا لازم ہے۔

سوالات وزرا و جوابات نوشیروان بادشاہ

نوشیروان عادل کا وزرا کو حکم تہا کہ بعد صدور حکم شاہی کے اوّل تعمیل مین تعجیل کرین بعدہ اوس حکم کے صادر ہونیکی وجہ دریافت کرین تاکہ اوسکی حقیقت سے بادشاہ اون کو آگاہ کردے اور معلوم ہو جائے کہ اول خوب نیک و بد سمجھ لیا ہے تب حکم دیا ہے بادشاہ کے عدل و دانائی پر دلیل گذر جانے سے اون کو کامل اطلاع نیک و بدکی ہو جاویگی۔ اگر بفرض محال وہ حکم اقسام ممنوعات سے ہو یا یہ احتمال ہو کہ اسمین بعد زمانہ دراز خرابی پیدا ہوگی تو اوس کے سبب کی آگاہی کے واسطے بار بار عرض کرین تاکہ دلیل پسندیدہ جو حکم کے نفاذ کا باعث ہو حاصل ہو وزیرون نے حسب الحکم بادشاہ سے ہر امر کا سبب در حکم کی وجہ دریافت کی اور جو جواب باصواب حاصل ہوا اوسکو اپنے سوال کے قریب لکھکر دستخط کروالیا چنانچہ اسیطرح جامع قوانین عدل و سخا نسخہ توقیعات کسرے جسکے چند مفید سوال و جواب یہان لکھے جاتے ہین تیار ہوا ہے۔

سوال۔ حضرت نے کس وجہ سے فرمایا ہے کہ سلاطین دوربین کو از راہ دانشمندی واجب ہے کہ جب کار ملکی یا مالی کسی کاروان کو سپرد فرماوین تو اوس کام کے لئے اہل دانش و فرہنگ سے کسی اور کو بھی جو نیک رائے و درویشہ مین مشہور ہو اور از روے استحقاق و استعداد اوس کام کو کرسکے پہلے سے اپنی نظر مین رکھے۔ **جواب**۔ اسواسطے کہ اگر کوئی حادثہ پیش آئے اور کوئی شخص مثل اوسکے میسر نہو تو اوس حالت مین کار مفرما ناچار کسی نااہل و فرومایہ کا محتاج ہوگا یعنی اگر بمقتضائے قضا و قدر وہ کارگذار امر ضروری مین مبتلا ہو اور اوسکی برابر کوئی دوسرا اوس کار اہم کے لائق جس مین تاخیر نہونا چاہئے دستیاب

نہوتو ناچار اوس شایستہ کارگذار کی جگہہ چندروز کے لئے کسی ناشایستہ اہلکار کو مامور کرنا لازم آئیگا جسکے سلوک ناہنجار سے اُس کام مین خلل ہوگا۔ سوال۔ کس دلیل سے فرمایا ہے کہ حاکمون کو واجب ہے کہ بیکار و کارگذار کے مرتبہ مین برابری نکرین یعنی کاروانی اور معاملہ فہمی پر عمل کرکے پہلے ہر کارکن اور عامل کا مرتبہ بنظر انصاف دیکھین اور کارگذار و بیکار مین باندازۂ تفاوت رتبہ ترجیح و بزرگی دین سب کو برابر نکرین جواب اس سبب سے کہ سب کو برابر کرنے سے ناقص اپنی بزرگی کے گمان سے آپ کو اہل رتبہ جانتے ہین اور کامل خوددانی مین مصروف رہکر دل سے کام نہین کرتے پس اِن دونون صورتون مین اجرائے امور مین خلل واقع ہوکر ہر کام کی آبروریزی ہوتی ہے اور کارخانہ روزگار سے رونق اوٹھ جاتی ہے۔ سوال ہمیشہ لشکر کشی اور نہضت مین جانب مقصد معتمدون سے پوشیدہ رکھنے کی کیا وجہہ یعنی جب بادشاہ کو کوچ کرنا منظور ہوتا ہے کسی واقف راز سے بھی یہ ارشاد نہین ہوتا کہ فلان طرف لشکر لیجاؤنگا اسکا کیا باعث ہے جواب اِس واسطے کہ مادہ خوف و امید سب طرف بجمیع وجوہ زیادہ ہو یعنی سمت توجہہ و جانب عزیمت چھپانے کی وجہ یہ ہے کہ جب خبر نہضت سلطانی ہر طرف پہنچیگی ظالمان اطراف و جوانب باستماع اوسکے خائف و ترسان ہونگے و مظلوم خرم و شادان سوال اگر سمت عزیمت کا مخفی رکھنا فائدہ مند ہے تو بعضے سفرون مین حضرت برملا کیون فرماتے ہین کہ فلان طرف کوچ کرونگا اصلا پوشیدہ نہین فرماتے۔ جواب۔ اِس لئے کہ اُس طرف کے حکام کی دولتخواہی زیادہ اور اُن حدود کے عاملون کی درازدستی کم ظاہر ہو یعنی سمت ارادہ ظاہر کرنے سے یہ منظور ہوتا ہے کہ جب اُس جانب کے حاکم اپنی سمت عزیمت شاہ سے واقف ہونگے دولتخواہی زیادہ اور جور کم کرینگے سوال کس دلیل سے حضرت بار بار فرماتے ہین کہ بادشاہون کے لئے اپنا وعدہ وفا کرنا دشمن پر آدھی فتح ہے جواب بے وفائی کی ضد وفا ہے جو اصحاب دولت کی دوستی کے عدم استواری کا باعث ہے اور دشمن مصالح سے نا امید ہوکے لڑائی مین وہ چند کوشش کرتے ہین پس ایک آدمی کوشش کرنیوالا بامید جماعت کثیر نا امید سے زیادہ قوی ہے اگر بادشاہ ایفائے وعدہ کو اپنا شعار نکرے تو جمیع ارکین سلطنت کو اوس کی دوستی پر اعتماد نرہے اور اس وجہ سے دشمنون کو جنگ کی جرارت زیادہ ہو۔ بادشاہون کا وعدہ وفا

کرنا دو تنخواہون کے دل مین اوس کا اعتبار اور اطمینان پیدا ہونے کا سبب اور دشمنون کی ناکامیابی
کوشش کا موجب ہے اور یہ دونون صورتین یعنی اطمینان واعتماد یقین ہے کہ فتحمندی کا ثمرہ بخشین
سوال فلان شخص کہ قوم شرفا سے ہے ایک سند اپنے بزرگون کے نام کی کہ متضمن عطاے چار ہزار
دینار سالیانہ دائمی سرکار سے مرحمت ہوئی تہی گذرانکر عرض کرتا ہے کہ اِس سلطنت کی کچہری سے اِس
فرمان کے موافق کبہی یہ سالیانہ موقوف نہین ہوا مگر شروع جلوس مبارک سے ابتک کہ زمانہ دراز
گذرا روزینہ دائمی منقطع ہوگیا یعنی اُسنے نہین پایا جواب فرمان نافذ براے اجرار حکمنامہ صادر
ہو کہ ہمارے فرزندان سعادت مند بہی اسکے پابند ہون اور بزرگون کی فرمانبری سے انکار نکرین اس واسطے
ایسا فرمان جسپر بطنًا بعد بطنٍ عمل کرنا واجب ولازم ہے جاری ہو کہ پسران سعید ما بدولت اِسی قاعدہ سے
حکم آبا و اجداد کے اطاعت سے باہر نہون کیونکہ اگر مین اپنے بزرگون کے احکام بجا نہ لاؤنگا تو میرے
بعد میرے لڑکے میرے فرمانون کی تعمیل جاری کرنے مین کب تندہی کرینگے سوال آج کل کیون امر والا
شہریار صادر ہوا ہے کہ براے تقرری امر سیاست اشرار و پاسبانی شہر و دیار کوئی شخص معاملہ فہم کاردان
تجویز کر کے عرض کرین اب سب مردمان جہاندیدہ نے فلان مرد ستودہ کار آزمودہ کو پسند کیا ہے اور اُسے
لایق حکومت کوتوالی جانتے ہین جواب اِس عہدہ کے کارگذار مین یہ چار امر ضرور چاہییے۔ اوّل بدون
کا دشمن جانی ہو۔ دوم ہر بات کے مغز کو اور ہر کام کی اصل کو پہونچے۔ سوم ظالمون کے حق مین نہایت
سخت مزاج و درشت طبع ہو چہارم جو لوگ غریب و عاجز و زیردست ہون اور کسی کو آزار نہ پہونچاتے ہون
اُنکے لئے رحم دل نیکخو سراپا رحم ہو اور یہ مرد سنجیدہ آرام طلب اور کارپردازی سرکار کے لایق ہے یہ کار دشوار
اوس سے انجام نہ ہو سکیگا سوال حضرت باوجود کثرت عطا وعدہ کم کرتے ہین اِس کا کیا باعث ہے
جواب بادشاہ صاحب خزانہ کو جسکو کسی کا خوف اور کسی سے امید نہ ہو وعدہ کم کرنا چاہییے اور بخشش بہت
یعنی سزاوار رتبہ بادشاہان صاحب اقتدار یہ ہے کہ وعدہ کم کرین اور بہت دین اسلئے کہ دینے کا وعدہ اوس
حالت مین روا ہے کہ اسباب عطا بالفعل موجود نہون یہ امید ہو کہ آیندہ یہ اسباب مہیا ہو جاوینگے یا بخشش
مین کسی کا خوف ہو اور یہ باتین بادشاہون کے استقلال وحصول دولت واقبال مین مفقود ہوتی ہین۔

کتبۂ تاجہائے نوشیروانی

کتب حکمائے متقدمین مین لکہا ہے کہ نوشیروان عادل کے دنش تاج تہے جنمین بیش قیمت جواہرات جڑے تہے بادشاہ ایک تاج ہرروز سرپر رکھتا تہا اور حاضرین دربار مین سے ایک شخص باوشہکر جو کچھ تاج مین لکہا ہوتا تہا پڑہکر سب کو سُناتا تہا چنانچہ ہرتاج کا نوشتہ بتشریح ذیل تہا۔

نوشتہ تاج اول۔ کام کارشناس اور کاردان لوگون کو دینا چاہئیے۔ بلا سے گریز کرو۔ عاقلون کی نصیحت سنو۔ نہ کہنے لایق بات مت کہو۔ نہ ملنے والی چیز مت تلاش کرو۔ کام مین جلدی مت کرو۔ کام کے وقت پر کام کرو۔ جس کام کو کرنا چاہو اوسکا انجام سوچ لو۔

نوشتہ تاج دویم۔ کام مین صلاح کرلیا کرو۔ ناآزمودہ کو کام مت دو۔ اپنے اوپر سے مال فدا کرتے رہو۔ نیکی سے اپنے تئین نیک نام کرو۔ تونگری قناعت مین جانو۔ بردباری و بے آزاری کا پیشہ اختیار کرو۔

نوشتہ تاج سویم۔ احمقون لڑکون اور عورتون سے مشورہ مت کرو۔ بیگانی بُڑہیا عورت کو گہر مین مت آنے دو۔ اپنے تئین عورتون کا مطیع مت کرو۔ خداوند دولت سے کینہ مت رکہو

نوشتہ تاج چہارم۔ چورون کی نظر مت قبول کرو۔ بےشرم لوگون کے پاس مت بیٹہو۔ بادشاہ کی خدمت بے ادبی اور بے ہنری سے مت کرو۔ بدپڑوسی اور بدلوگون سے الگ رہو۔ اور ونکا جہگڑا آپ مت لو

نوشتہ تاج پنجم۔ نئی دولت والون سے قرض مت لو۔ بداصل خاندان مین شادی مت کرو چغل خور و بددیانت لوگون سے وفاداری کی امید مت رکہو۔ لالچی آدمی سے دوستی مت کرو۔ جو کوئی لعنت ملامت سے نہ ڈرے اوس سے دور رہو۔

نوشتہ تاج ششم۔ ناپختہ کار اور بزدلون کو لڑائی مین مت لیجاؤ۔ تندرستی اور مال پر مغرور مت ہو۔ جہان دیدہ بزرگون کی نصیحت یاد رکہو۔ اپنے اور دوسرون کے مرتبہ کا خیال رکہو۔

نوشتہ تاج ہفتم۔ صاحب علم و ادب و دانش کو خوار مت رکہو۔ جاڑے کا کام گرمی مین کرکہو

پیٹھ پیچھے سبکے نیکی کے ساتھ ذکر کرو۔

نوشتۂ تاج ہشتم ہر ایک کام کے آدمی سے نیکی کرتے رہو۔ خرچ آمد کے موافق کرو۔

نوشتۂ تاج نہم ۔ اوّل نیا درخت بو لو تب پورانا کاٹو۔ چادر کے موافق پاؤن پھیلاؤ۔ اپنے اوپر جو بات پسند نہ کرو وہ دوسرون پر بھی روا نہ رکھو۔

نوشتۂ تاج دہم اپنے سے چھوٹے پر مہربانی کرو۔ جوانی مین ضعیفی کی فکر کرو۔ بزرگون کی تعظیم کرو۔ دین کو دنیا کے واسطے مت بیچو

تشخیص وسیاست خدام کا بیان

نوکر چاکر بمنزلہ ہاتھہ پاؤن کے ہین یہی لوگ کاروبار مین پیشدستی و خدمتگذاری کرتے ہین اگر یہ نہون تو خود آدمی کو وہ کام کرنا پڑین اور بسبب فکر اور مصروفیت کار ذاتی کے باوجود زائل ہوتے شان و شوکت کے آدمی کسی فضیلت وصفت کو حاصل نہ کرسکے۔ پس چاہیے کہ اونکو خدا کی امانت سمجھکر اونکے ساتھہ نرمی اور رعایت کا طریقہ جاری رکھے اور اون سے اوسط درجہ سے زیادہ کام نہ لے اور اونکے آرام کا وقت بھی مقرر کرے کیونکہ اون کو بھی کسل و تکان وضعف ہوتا ہے اور یہ خوب سمجھہ لینا چاہیے کہ پیدایشی جوہر مین ہم مین اور اون مین شرکت ہے اور اسکا شکر بجا لانا چاہیے کہ خدا نے برترنے اونکو ہمارا تابع کیا ہے اور اونپر ظلم و زیادتی نہ کرنا چاہیے نوکرون کی نسبت شناسائی کے بعد امتحان اور تجربہ کرین اگر امتحان کی فرصت نہ پاوین قیاس اور انداز سے اوسکے مزاج کی کیفیت دریافت فرماوین نہایت بدصورت اور عجیب الخلقت سے کام نہ لین کہ اکثر عادتین صورت کے تابع ہوتی ہین جیسا کہ علم قیافہ مین ثابت ہوا ہے اور بیمار۔ لنگڑے۔ لولے۔ گنجے۔ کانے۔ بھروص اور مجذوم سے بھی پرہیز کرین اور بہت ذہین اور چالاک سے بھی ڈرتے رہین کیونکہ اکثر فریب بازی اور حیلہ سازی ان دونون باتون کے ساتھہ ہوتی ہے پس تھوڑی عقل اور حیا کو غنیمت جانین کیونکہ خدمت گذاری کے طریقہ مین سب خصلتون سے حیا بہتر ہے ملازمون مین سے اپنی ذات کی خدمت گذاری کے واسطے وہ شخص منتخب کیا جاوے جو

عاقل اور گویا اور دیانت دار اور باحیا ہو اور کار تجارت کیواسطے وہ جو کفایت پیشگی کے ساتہہ عقل و معاش اچہی رکہتا ہو اور مویشی کی نگہبانی کیواسطے وہ جو بلند آواز اور کم سوتا ہو علی ہذا القیاس جسوقت دانائی کی علامت خادم سے مشاہدہ کرے اوسکے ساتھہ احتیاط سے رہنا ضرور ہے اِس واسطے کہ اِن خصلتون مین اکثر مکر و حیلہ ہوتے ہین خادم کو جس کام کی لیاقت اوسمین پاوے اور اوس کی طبیعت بہی اوس سے مناسبت رکہتی ہو اوسمین مشغول کرنا چاہیے کیونکہ ہر ایک مین استعداد جدے جدے کام کی ہے جیسے کاشتکاری عموماً بیل کا کام ہے ہاتہی سے نہین ہو سکتا ہے اور بیل گردفر کے لایق نہین ہے اور نوکر کو تہوڑے قصور کیواسطے موقوف نکرنا چاہیے کیونکہ یہ فعل کم ظرف اور کوتاہ نظرون کا ہے اور اوس کے معزول کرنیکے بعد بے شبہہ ایک اور شخص اُس کے بدلے چاہیے پس نہین معلوم کہ اوس سے بہتر ہو یا بدتر آور خادمون کے دل مین اِس بات کو جمانا چاہیے کہ اونکی جدائی کسیطرح گوارا نہین تاکہ اون کی رغبت کا موجب ہو اور وہ بہی شرط ہواداری اور جان نثاری کی بجالاوین اِس لئے جب نوکر اپنے آقا کی ہر دم کی چاہت معلوم کرے گا تو اپنے تئین مال و اسباب مین شریک اوسکا سمجہکر بُرے بہلے مین خیر خواہ رہیگا۔ جب جانے گا کہ آقاؤن کا لطف و مہربانی مستحکم نہین ہے اور تہوڑے قصور مین خدمت سے معزول کر دیتے ہین تو اُسے عاریت کی مثل خیال کرکے شرط اخلاص اور دردمندی کی بجا نہ لائے گا خدمت لینے کی اصل یہ ہے کہ بنا اوسکی محبت پر ٹہہرے نہ صرف دفع ضرورت کیواسطے تا خدمت مُحِبّانہ کرین نہ محنتانہ مثل مزدورونکے بعد اسکے بنا اسکی رجا پر بہتر ہے نہ خوف پر تاکہ کام اگر محبانہ نکرین تو البتہ مزدورانہ کرین اور مظلومون کی طرح نکرین اسلئے کہ جب نوکر کے دل مین خوف ہوا تو وہ خواہش دلی سے کسی کام مین اقدام نکریگا بلکہ بقدر رفع ضرر کے اوسکا قصد کریگا اور لازم ہے کہ خادمون کی اصلاح حال اپنی اصلاح حال کے اوپر مقدم رکہے اور ایسا سلوک کرے کہ جو کام اُن سے علاقہ رکہتا ہو بخوبی و بخوشی اوسے انجام دین نہ کراہت و بیدلی سے اور اونکی اصلاح کار مین نظر کیا کرے تاکہ مہربانی سے امیدوار اور چشم نمائی سے ترسناک رہے اگر اونمین سے کوئی توبہ کرنے کے بعد تقصیر کی طرف عود کرے تو مناسب سزا سے اوسکو گوشمالی دیجاوے اور جب بار بار کم

امتحان سے معلوم ہوکہ اصلاح کے قابل نہین ہے تو اوسے جلد دفع کیا چاہیے تاکہ صحبت سے اور خادم نہ بگڑین ۔نکتہ نوکر تین قسم کے ہوتے ہین ایک آزاد او رپاک طبیعت یعنی بہلا مانس خیرخواہ کارگذار اور جانثار دوسرے غلام طبیعت یعنی فقط فرمانبردار اور پست ہمت تیسرے خواہش کے بندے یعنی لالچی۔ اوّل کو اولاد کی مثل جانے اور نیک آداب سکہاوے دوسرے کو دواب کی مانند جفاکشی کا عادی بناوے اور اوسکی بہلائی کا قصد رکہے۔ تیسرے کو حقیر جانے اور کام کے موافق رعایت کرے جیسا کام ویسے دام

نکات۔ اِس باب مین چند پند و نکات نصیحت آمیز بیان واسطے عمل درآمد اہل حکومت کے درج ہین

۱۔ بادشاہون کو چار چیزون کی تلاش اور اونکا بہم پہونچانا ضرور ہے۔ پہلے وزیر دانشمند دوسرے دبیر خوش تحریر و تقریر تیسرے عالم و فاضل کامل چوتہے ندیم و مصاحب جامع جمیع کمالات۔ پانچوین طبیب حاذق۔ ۲۔ چار شخص ظالم و جابر ہین۔ اوّل وہ امیر کہ حق اپنالے اور داد رعیت کی ندے۔ دوسرے باوجود آگاہی امرحق کے حسب استحقاق حکم صادر نکرے۔ تیسرے وہ شخص جو مزدوری کی اجرت پوری ندے اور محنت بخوبی لے چوتہے جو شخص اپنے ماتحتون کو ایذا پہونچائے اور اونکی غمخواری مین شریک نہو ؎

بعد مرنے کے جہنّم جائے گا　　ہے یہی ایذا رسانی کی سزا

۳۔ بادشاہ کے حق مین چار چیزین بری ہین۔ ایک تابعدارون کے سامنے ہنسنا۔ دوسرے عورت کی صحبت مین رہنا تیسرے عورتون سے صلاح کرنا۔ چوتہے مفسدون اور شریرون کو نہ ڈانٹنا۔ ۴۔ اچھی خصلتین بادشاہون کے واسطے تین ہین۔ سخاوت۔ بہادری۔ انصاف۔ اور بری خصلتین بہی تین ہین کنجوس پن۔ بزدلی۔ بےانصافی۔ ۵۔ سردار کو چاہیے کہ کام صرف کسی کے کہنے سننے سے نہ کیا کرے بلکہ خود بہی خوب سوچ سمجھ لیا کرے۔ ۶۔ بے حد غصہ مت کرو کہ وحشت لاتا ہے اور بے انتہا مہربانی مت کرو کہ رعب جاتا ہے۔ ۷۔ آپس کا اتفاق اور دشمنون کا نفاق خوش اقبالی کا سبب ہے۔ ۸۔ چار چیزین اقبال سے محروم رکہتی ہین۔ ہمت کی کوتاہی۔ فکر و تدبیر کی کمی۔ کاہلی و مجہولی۔ وطن کی محبت۔ ۹۔ بادشاہ کو چاہیے کہ اپنے آرام و آسایش پر خلق کی آسودگی اور آلایش کو مقدم کرے

کیونکہ ارباب سلطنت کی راحت رعیت کے آرام و امن پر منحصر ہے۔ ۱۰۔ اگر بادشاہ کو کسی قصور کے سبب سی
کسی پر غصّہ آوے تو اوسکی پاداش دینے مین عجلت نہ فرمائے کیونکہ اگر کوئی حکم خلاف موقع صادر ہوا تو
اوسکا تدارک دشوار ہوگا۔ ۱۱۔ جو شخص بذاتہ گنہگار ہے وہی سزا کا سزاوار ہے زن و فرزند سے تاوان
ظلم مین شمار ہے۔ ۱۲۔ فرمازوایونکا بہتر شکار رعیت کے دلونکا صید یعنی قبضہ مین کرنا ہے۔ ۱۳۔
چار باتین خزانہ کے حق مین زبون ہین۔ تہوڑی آمد بہت خرچ۔ غافل رہنا۔ اپنے پاس سے جدا
رکھنا۔ لوٹ کا مال خزانہ مین داخل کرنا۔ ۱۴۔ چار شخص کو خزانہ کا مختار نہ کرنا چاہیے۔ بیگانہ ناحق
شناس۔ بددیانت۔ بدکار۔ ناخداترس۔ ۱۵۔ سردار کو آٹھ باتون پر کاربند ہونا چاہیے۔
اہل معاد سے صحبت رکھنا۔ قابلون کو تلاش کرنا۔ جاہلون کو دخل ندینا۔ نیک آدمیون کو اپنے یہان
رکھنا۔ سختی مین مستقل رہنا۔ فتح فقیرونکی ہمت سے طلب کرنا۔ دردمندون کے درد کو دور کرنا۔ خدا کی
جناب سے امیدوار رحمت کا رہنا۔

جوہر ۵ پانچوان

عدالت کے بیان مین

عدالت کے لفظ سے مساوات کے معنی ظاہر ہوتے ہین (مساوات برابری یا برابر ہونے کو کہتے ہین) اور مساوات کا دریافت کرنا بغیر موجودگی وحدت کے ناممکن (وحدت کے معنی یکتائی یعنی ایک ہونا ہین) وحدت خدا کی صفتون مین سے ایک اعلیٰ درجہ کی صفت تصور کی گئی ہے اور اوسکا موجود ہونا تمام موجودات مین ثابت کیا گیا ہے بلکہ کل عالم کا انتظام اوسی سے متعلق جانا گیا ہے عدالت کی فضیلت سے کوئی فضیلت بزرگتر نہین ہے بلکہ تکمیل اور سب فضائل کی اِسی سے ہے اور جسطرح وحدت موجودات کے قیام او انتظام کا سبب ہے اسیطرح کثرت جو وحدت کی ضد ہے موجودات کے زوال اور ابتری کا باعث ہے اور اعتدال جو وحدت کا سایہ ہے مختلف چیزون کی کمی وبیشی کو رفع کرکے انکو باہم برابر کرتا ہے اور نقصان سے بچاکر کمال کو پہونچاتا ہے اِس وجہ سے ثابت ہوا کہ جو اعتدال نہوتا تو دنیا بھی موجود نہ ہوتی کیونکہ موالید† ثلٰثہ کی پیدایش عناصر اربعہ کے اعتدال پر موقوف ہے۔ عدالت اور مساوات مختلف چیزون کے انتظام کے باعث ہین دنیا کی جس چیز مین عدالت اور تناسب نہ پایا جاوے وہ بے اعتبار بلکہ ناپائدار تصور ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ معاش کے کامون کے انتظام کی نظر سے جن مین انسانی ارادے کو دخل ہے اگر عدالت کا لحاظ کیا جائے تو تین طرح سے ہوسکتے ہین۔ اوّل وہ جو مال

† موالید ثلٰثہ حیوانات نباتات جمادات یعنی کل جاندار کل روئیدگی کل کانی چیزین۔ عناصر اربعہ خاک باد آب آتش۔

یا املاک اور ریاست کی تقسیم سے متعلق ہے۔ دوسرے وہ جو بہوار یعنی لین دین اور اور چیزون کی
اول بدل سے تعلق رکہتی ہے تیسرے وہ جو اون باتون سے واسطہ رکہتی ہے جنمین حکومت کو دخل
ہے جیسے تنبیہ کرنا یا سزا دینا۔ عادل وہ ہے جو مختلف چیزون کو برابر کرے مثلاً ایک سیدہے خط کے
چہوٹے بڑے دو ٹکڑے کئے جاوین اور پہر چاہین کہ برابر ہوجاوین تو خواہ مخواہ چہوٹے خط کو کسی قدر
بڑہانا اور بڑے خط سے کسیقدر گہٹانا لازم ہوگا تاکہ دونون ایک سے ہوجاوین اور یہ بات اوس
شخص کو حاصل ہوگی جو وسط کی کیفیت کو جانتا ہو تاکہ کمی اور بیشی کو دور کرکے ہر چیز کو اعتدال پر
لاوے اور یہی مثال ہلکی اور بہاری چیزون اور نفع اور نقصان کے کامون کی ہے اور وسط کے معنی
میانہ یعنی بیچون بیچ ہین اور مقرر کرنے والا بیچون بیچ کا ہر چیز مین۔ ناموس† الہی ہے پس درحقیقت
پیدا کرنے والا اور قایم رکہنے والا مساوات اور عدالت کا ناموس الہی ہے کیونکہ وحدت کا منبع خدا ے
واحد کی ذات ہے چونکہ دنیا کے لوگون کی کارروائی بے معاونت ہمدیگر یعنی بغیر آپس کی مدد اور اتفاق
کے ممکن نہین ہے اور چونکہ معاونت اس بات پر موقوف ہے کہ سب لوگ باہم ملکر مدد اور لین دین
اس رعایت کے ساتہہ کیا کرین کہ کسی کی حق تلفی نہو اور اعتدال قائم رہے تو یہ لازم ہوا کہ سنار بڑہئی
لوہار رنگریز کسان اور بیوپاری وغیرہ اپنے اپنے کام کے بدلے مین دوسرے کا کام کردیا کرین اس
شرط پر کہ بدلا برابر ہو اور کمی بیشی جاتی رہے مگر یہ صورت ہمیشہ ممکن نہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ سنار
کا کام بڑہئی کے کام سے کبہی زیادہ ہو کبہی کم تو بدلا پورا نہوگا اور اعتدال جاتا رہیگا اس لئے ایسی چیز
کی حاجت ہوئی جو اونکی محنتون کو برابر یا اونکے کامون کی قیمت اور مزدوری کو پورا کرسکے اور جس چیز مین
یہ صفت ہو وہ دینار ہے یعنی روپیہ پس دنیا مین روپیہ عادل اور متوسط ٹہرا مگر چونکہ گونگا ہے لہذا ایک
گویا عادل کی ضرورت ہوئی کیونکہ اگر فریقین روپیہ کے انصاف کو نہ مانین تو گویا عادل روپیہ کے انصاف کی مدد
کرکے فریقین کو رضامند کرے تاکہ انتظام اور اعتدال قایم ہوجاوے اور وہ گویا عادل انسان ہے اس
بحث سے یہ بات ثابت ہے کہ قایم رہنا عدالت کا درمیان خلق کے بغیر ناموس الہی۔ ناموس انسانی اور

† ناموس کے معنی یہان تدبیر اور سیاست وغیرہ

ناموس دیناری کے ممکن نہین۔

حکیم ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ دینار ناموس عادل ہے اور ناموس کے معنی اوسکی زبان مین تدبیر اور سیاست وغیرہ کے ہین اور اسی سبب سے شریعت کو ناموس الٰہی اور ناموس اکبر کہتے ہین چنانچہ اوس حکیم نے نیقوماخیا کتاب مین لکہا ہے کہ پہلا ناموس یعنی شریعت خدا کی طرف سے آور دوسرا ناموس یعنی حاکم انسانی شریعت کی طرف سے اور تیسرا ناموس یعنی روپیہ اور اسکا رواج حاکم کی طرف سے ہوسکتا ہے پس ناموس الٰہی سب ناموسون کا پیشوا ہے دوسرے ناموس یعنی حاکم انسانی کو ناموس الٰہی کی پیروی واجب ہے اور تیسرے ناموس یعنی روپیہ کو دوسرے ناموس کی اطاعت اور پیروی لازم ہے اور روپیہ جو برابر کرنے والا مختلف چیزونکا اور دور کرنے والا کمی اور بیشی کا ہے اوسکی حاجت اس لئے ہوئی ہے کہ اگر سب چیزین باہم مختلف قیمت نرکہتی ہوتین تو دنیا مین تجارت اور لین دین ٹہیک نہوتا مگر روپیہ سب کو کم و بیش کرکے اعتدال پر لاتا ہے اور بڑہئی اور سنار کا معاملہ برابر کر دیتا ہے اور یہ بات عدل کی ہے۔ پس آبادی دنیا کی عدل سے ہے اور بربادی دنیا کی جور سے۔ عادل کی ضد جایر ہے اور جایر برابری کو باطل کرتا ہے چنانچہ اوسی حکیم کے قول کے مطابق جایر تین طرح کے ہین۔ اول جایر اعظم جو ناموس الٰہی کی اطاعت نکرے دوسرے جایر اوسط جو حاکم کی اطاعت نکرے تیسرے جایر اصغر جو روپیہ کا حکم نہ مانے یعنی بدمعاملہ جسے فاسق اور خاین بہی کہتے ہین اور تینون جایرون کے فسادون مین تفاوت ہے جو خدا کے حکم کی اطاعت نکرے اوس سے سب طرح کے فساد پیدا ہونگے اسلئے وہ بڑا جایر ہے اور بادشاہ وقت کو اوسکی سزا لازم ہے جو اطاعت بادشاہ کی نکرے وہ باغی ہے اور بہت سے فساد اور قباحتین پیدا کریگا اوسکا دفع کرنا سب پر یعنی رعیت اور بادشاہ پر فرض ہے جو بدمعاملہ ہے وہ سب کو آفت مین ڈالنے والا ہے اوسکی بہی تنبیہ ضرور ہے پہر فرمایا ہے کہ ناموس الٰہی ہمیشہ اچہے اور برے کی ہدایت اور ممانعت کرتا ہے اور جو شخص اوسکا پیرو ہے وہ بہی ہمیشہ اچہے کام کرتا ہے اور اعتدال ہر کام مین رکہتا ہے عادل عدالت کو پہلے اپنی ذات خاص مین پیدا کرتا ہے یعنی اپنی قوتون کو نفس ناطقہ کا مطیع کرتا ہے بعد اوسکے اپنی اولاد اور یگانون مین اور پہر دوستون اور شہر والون مین بعد اوسکے جانورون مین عدالت کو قایم کرتا

ہے اہل عقل اور تمیز اوس شخص کو ریاست کے قابل جانتے ہین جو حکمت اور عدالت کو جانتا ہو اور عوام اوسکو جو زور اور قوت یا حکومت رکہتا ہو مگر یہ بات خلاف راے اہل فراست کے ہے پہر فرمایا ہے کہ عدالت کسی فضیلت کا جز و نہین ہے بلکہ پوری فضیلت ہے اور جور جو اوسکی ضد ہے کسی رزیلت کا جزو نہین بلکہ پوری رزیلت ہے مفصل کیفیت عدالت کی یہ تہی جسکا امور معاش کے انتظام سے تعلق ہے پہر اوسی حکیم نے اور تین قسم کی عدالت بیان کی ہین - ایک[1] وہ جو خدا کے حقوق ادا کرنے سے (جو بندہ پر واجب ہین) علاقہ رکہتی ہے دوسرے[2] وہ جو ہمجنسون کے حقوق ادا کرنے اور حکام کی اطاعت کرنے سے علاقہ رکہتی ہے تیسرے[3] وہ جو بزرگون کے حقوق ادا کرنے سے علاقہ رکہتی ہے خلاصہ اِس تمام بحث کا یہ ہے کہ عدالت کے معنی برابر کرنا ہے اِس صفت سے مختلف چیزونکا باہم انتظام ہوتا ہے اور اِس انتظام کو اعتدال کہتے ہین اور اعتدال سے دنیا کا وجود اور قیام ہے کیونکہ عناصر اربعہ کے اعتدال پر موالید ثلثہ کی پیدایش موقوف ہے اور عادل وہ ہے جو دو شے سے کمی اور بیشی کو دور کرے تاکہ اون مین ایک طرح کی برابری پیدا ہو حکیم آرسطاطالیس کے قول کے موافق جو اوپر بیان ہوچکا ہے دنیا مین تین عادل پائے جاتے ہین پہلا عادل شرع کہ اوس سے عدل کا ظہور اور قیام ہے دوسرا عادل انسان خصوصاً حاکم وقت کہ وہ شرع کے احکام کی تعمیل اور اطاعت کرتا ہے تیسرا عادل روپیہ ہے کہ وہ بذات خود متوسط ہوکر ہر شے کو برابر کرتا ہے مگر آپ گونگا ہے مثلاً سُنار نے ایک چوکی بڑہئی سے بنوائی اور اوسکی اُجرت آٹہہ آنہ قرار پائی اور بڑہئی نے ایک انگوٹہی سُنار سے طیار کرائی کہ اوسکی مزدوری ایک روپیہ ٹہری وقت معاملہ کے جب آٹہہ آنہ بڑہئی نے سُنار کو اور دئے تب دونون کی محنت برابر ہوئی تو در حقیقت روپیہ نے دونون کی قیمت کو برابر کیا مگر جب گونگا عادل یعنی روپیہ کسی طرح انصاف کرنے سے مجبور کیا جاتا ہے تو عادل گویا یعنی انسان اوسکی مدد کرتا ہے اور عادل گویا کو شرع سے مدد ملتی ہے جب متخاصین باہم دادوستد پر کسی وجہ سے رضامند نہونگے خواہ مخواہ حاکم سے رجوع ہوگی اور حاکم قانون کے موافق فیصلہ کریگا پس ثابت ہوا کہ دنیا کا مدار اعتدال اور عدل پر ہے اور عادل صرف یہی تین ہین - شرع - حاکم منصف - اور روپیہ - حکما فرماتے ہین کہ خلق خدا مین برابری مدنظر رکہنا اور مظلوم کا انصاف کرنا عدالت کا جز اعظم ہے اور شرط انصاف یہ ہے

کہ مظلوم کی فریاد کو بخوبی سُنے اور اوسکی زیادہ گوئی سے آزردہ خاطر نہو۔ کیونکہ حاکم مانند طبیب اور فریادی مثل مریض کے ہے اگر طبیب مریض کا حال بخوبی نہ سُنے تو مرض کی تشخیص پوری اور علاج بخوبی نہین ہو سکتا عادل مشتبہ بعض اشخاص زریب اور طمع سے عدالت کا برتاؤ کرتے ہین نہ اس نظر سے کہ وہ راست بازی کو فی الحقیقت نیک سیرت سمجھکر انصاف کی طرف مایل ہین جیسے بعض تاجر چند روز تک اعتبار پیدا کرنے کی غرض سے معاملہ مین سچائی ظاہر کرتے ہین یا بعضے نوکر حکام کے روبرو رسوخ جتانے کیواسطے ناجایز امور سے براے چندے احتیاط رکھتے ہین پس یہ برتاؤ صرف فریب اور مکر سے ہے عادل حقیقت مین وہی ہے جو پہلے اپنی عادتون کا ایسا ضبط کرے کہ ایک دوسرے پر غالب نہ ہوسکے بعدہ راستی اور اعتدال کو اچھا جانکر بغیر کسی طرح کی طمع اور فریب کے علی العموم خوش معاملگی کا برتاؤ رکھے۔

علما فرماتے ہین کہ عادل بادشاہ سایہ عنایت الٰہی کا زمین پر ہے جس کے اندر ہر مظلوم پناہ لیتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب تاب آفتاب سے تکلیف ہوتی ہے تو انسان راحت کی غرض سے سایہ مین جاتا ہی اسیطرح مظلوم کہ ظلم کے صدمہ سے تنگ آتا ہے تو پناہ سایہ خدا کے واسطے کہ مراد بادشاہ سے ہی التجا کرتا ہے تاکہ ظلم ظالمون سے آسایش و امن مین رہے۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ عدل برابری رکھنے کو کہتے ہین درمیان خلق کے۔ یعنی ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر غالب نہونے دینا اور ہر ایک کو علی قدر مراتب رکھنا چنانچہ خادم بادشاہی چار طور پر ہین۔ اول اہل شمشیر جیسے اُمرا و سپاہی اور یہ لوگ مثل آگ کے ہین دوسرے اہل قلم وزرا اور لکھنے والے اور یہ لوگ مثل ہوا کے ہین۔ تیسرے اہل معاملہ جیسے سوداگر و پیشہ والے اور یہ لوگ مثل پانی کے ہین چوتھے کاشتکار لوگ اور یہ لوگ مثل خاک کے ہین پس جسطرح سے اربعہ عناصر مین ایک کے غلبہ سے مزاج انسان مین خلل پیدا ہوتا ہے اسیطرح ان چارون گروہ مین سے ایک کے غلبہ سے مزاج ملک کا برہم و تباہ ہوجاتا ہے اور انتظام امور مملکت و بندوبست معاملات خلقت ابتر ہوتا ہے۔ اِس اجمال کی تفصیل مین چند تذکرات سلاطین اولی العزم کے جو معدلت گستری و نصفت پروری کی نظیر ہین اور جنہون نے اپنے عہد فرمانروائی

مین بذریعہ چشمہ عدل و داد کے مزرعہ قلوب رعیت کو شادابی بخشی اور علم نیکی و نیک نامی تمام عالم مین بلند کرنے مین کامیابی حاصل کی جسکی وجہ سے اونکے نام نامی کو باوجود نابود ہو جانے اجسام گرامی کے حیات جاوید کا شرف میسر ہے اِس موقع پر بنظر استفادہ لکھنا قرین مصلحت ہے۔ کہتے ہین عادل کو خلق ہمیشہ دوست رکھتی ہے چنانچہ نوشیروان عادل پر ابتک خلقت آفرین کرتی ہے۔

ایک عالم نے اپنی تصنیف مین لکھا ہے کہ ایوان نوشیروان اور طاق کسرے کی عظمت و تعریف مضبوطی اور بلندی یا عمارت کی موزونیت کے سبب سے مشہور نہین ہے کیونکہ اینٹ پر اینٹ رکھدینا تعمیر کی اصلیت ہے اور یہ امر کچھہ عجیب اور مشکل نہین ہے بلکہ تعریف اوس نیکنامی کی وجہ سے ہے جو عدالت کے سبب سے ایک پیرزن کے مقابلہ مین نوشیران کو حاصل ہوئی تھی۔

نقل ہے کہ نوشیروان نے ایوان شاہی طیار ہونے کے بعد شہر کے رؤسا سے ارشاد کیا کہ اِس تعمیر مین جو عیب ہو عرض کرین کہ اوسکی اصلاح کیجاوے سب نے بعد ملاحظہ و تامل کے کہا کہ اِس محل کے گوشہ مین وہ بے حیثیت چھوٹا مکان نہایت ناموزون ہے نوشیروان عادل نے فرمایا کہ وہ ایک بیچاری مفلس بڑھیا کا ہے مین نے وقت تعمیر ایوان کے اوس سے یہ خواہش کی تھی کہ سوائے اپنی حویلی کی قیمت کے ایک اور عمدہ حویلی لے اور اپنا مکان مجھے دے اوسنے جواب دیا کہ مین یہان پیدا ہوئی ہون مجھے اِس مکان سے الفت ہے اور قطع نظر اسکے آپ کو خدا نے اتنا بڑا ملک عطا فرمایا ہے کہ سب اوسے دیکھہ سکتے ہین مگر آپ مجھہ ضعیفہ بیوہ بیکس کی چھوٹی سی خراب خستہ حویلی کو نہین دیکھہ سکتے مین سنکر شرمندہ ہوا اور کچھہ نہ کہہ سکا جب ایوان تیار ہو چکا ضعیفہ کے چولہے کے دہوئین نے ایوان کی سفید استرکاری کو سیاہ کیا مینے خوان طعام لذیذ کا اوسکے پاس بھیجکر وعدہ کیا کہ ہر روز طرح طرح کے کھانے ہمارے باورچیخانے سے تمہاری خدمت مین پہونچا کرینگے تم اِس تنگ گھر مین کھانا نہ پکایا کرو کہ ہمکو دہوئین سے تکلیف اور ہمکو خلق سے شرم معلوم ہوتی ہے جواب دیا کہ دنیا مین ہزارون بھوکے پیاسے محتاج موجود ہین آپکو اونپر رحم نہین آتا۔ مجھے یہ تنہا طعام لذیذ کھانا مروت سے بعید معلوم ہوتا ہے سوائے اسکے مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ ستر برس تک حلال نعمتون سے پیٹ بھرون اور مرتے وقت

لنگر کے ٹکڑون سے روزہ کہولون- اے میرے عادل بادشاہ میرے جھونپڑے کی ہوس چھوڑدے اور مجھے اسی حالت مین رہنے دے اور عدالت کو کام فرما تاکہ اور سب سردار بھی تیری نیک چلنی دیکھکر غریب اور بیکسون پر ظلم نکرین اور آپ اور آپ کا ایوان اور ہم سب ایک دن فنا ہونے والے ہین کچھ نرہیگا اور اس قصہ کی نیکنامی قیامت تک قایم رہیگی- تب سے مینے اُسکے قول کو پسند کیا اور اُس ضعیفہ کی ہمسایگی دل سے منظور کی۔ **نقل** ملک پروشیہ کے بادشاہ کے محل کے نزدیک ایک سیدہ والے کی دوکان تہی بادشاہ نے دیکھاکہ یہ دوکان محل شاہی کے سامنے بہت نازیبا ہے اسلئے دوکاندارکے پاس کسی کو بہیجکر دریافت کیاکہ وہ اپنی دوکان کی کیا قیمت لیگا دوکاندار نے کہاکہ مین اسکو کبہی نہین بیچونگا بادشاہ یہ جواب سنکر نہایت غضبناک ہوا اور حکم دیاکہ اِس دوکان کو گرادیا جاوے- دوکاندار نے یہ سُنکر کہاکہ بادشاہ اِسوقت مین جو چاہے سو کرے مگر پروشیہ مین عدالت تو ہے۔ بعدہٗ جب اوسکی دوکان مسمار ہوگئی اوسنے عدالت مین جاکر نالش بادشاہ پر کی مقدمہ فیصل ہوا جج نے حکم دیاکہ بادشاہ اِس تعمیر کو ازسرِنو تعمیر کرادے اور جو نقصان ہوا ہے مالک مکان کو ادا کردے اِس حکم سے بادشاہ نہایت پشیمان وآزردہ ہوا لیکن بعدازان اپنے قصور کا اعتراف کرکے اراکین سلطنت سے فخریہ فرمایاکہ مین بہت خوش ہون کہ میرے ملک مین ایسا عدل ہے اور ایسے انصاف کرنیوالے اور غریب پرور حاکم ہین- بعد ایک مدت کے جب وہ بادشاہ اور دوکاندار دونون فوت ہوچکے اور دوسرا بادشاہ تخت نشین ہوا دوکاندار کے بیٹے نے جو اوسی دوکان مین مقیم تہا مگر لڑائی کے سبب سے جو اُس ملک مین ہوئی تہی نقصان عظیم معاملات تجارت کی وجہ سے بالکل محتاج ہوگیا تہا- بادشاہ کو چٹہی بہیجی اور اوس دوکان کی یاد دلائی کہ میرے باپ نے اپنی حیات مین اوسکا بیچنا منظور نہین کیا تہا لیکن اب اگر بادشاہ کو منظور ہو تو مین مفلسی کے باعث سے اوسکے فروخت کی اشد ضرورت رکہتا ہون بادشاہ نے یہ چٹہی پاکر اپنے ہاتھ سے جواب لکہاکہ اے میرے پیارے پڑوسی مین چاہتا ہون کہ اس دوکان کو تو کبہی نہ بیچے اور جب تک تمہارے خاندان مین کوئی متنفس باقی رہے تب تک وہ تمہارے ہی قبضہ مین رہے کیونکہ اس ملک کی تواریخ مین اِس دوکان کا مقدمہ مشہور ہے مجھکو کمال افسوس

ہے کہ تمہارا حال اس قدر تباہ ہوا اسواسطے مین ایک ہزار روپیہ تمہارے پاس بھیجتا ہون اور امید رکھتا ہون کہ یہ تمہاری حاجت کیواسطے بس ہوگا مجھکو ہمیشہ اپنا دوست جانو۔

نقل ہے کہ ایک بادشاہ بہرا ہوگیا تھا زار زار روتا اور کہتا تھا کہ اس سبب سے نہین روتا ہون کہ سماعت مین فرق آیا ہے بلکہ غم اور الم سے کہ مظلوم میرے دروازہ پر آوے اور مین اوسکی فریاد نہ سن سکون پس حکم دیا کہ منادی کردیجاوے کہ جو شخص فریادی ہو سرخ پوش ہوکر بادشاہ کے روبرو آیا کرے اور آپ ہاتھی پر سوار ہوکر باہر نکلا کرتا جس کسیکو سرخ پوش دیکھتا بلا کر تحقیقات کرتا اور داد دیتا۔ **حکایت** اسکندر رومی نے ایک روز صبح سے شام تک اجلاس کیا مگر کوئی مقدمہ پیش نہ ہوا برخاست کیوقت فرمایا کہ آج کا دن عمر سے بیکار و رایگان گذرا ایک مصاحب نے عرض کیا کہ آج کوئی مظلوم فریادی نہین ہوا یہ سرکار کے انصاف اور امن کی خوبی ہے اگر ایسا روز رایگان تصور کیا جائیگا تو کونسا دن شمار کے لائق ہوگا سکندر نے فرمایا کہ حساب کے قابل وہ دن ہے کہ جسمین کسی دادخواہ کا انصاف یا دادرسی یا کسی محتاج کی حاجت روائی عمل مین آوے۔

نقل ہے کہ کسی ایماندار بادشاہ نے اپنی سلطنت مین ایسا دستور مقرر کیا تھا کہ اگر کسی پر قصور بدفعلی کا ثابت ہوتا تو اوسکی دونون آنکھین نکلوا ڈالتا اتفاقاً چند روز بعد ایسی حرکت خود اوسکے لڑکے سے صادر ہوئی اور اس بادشاہ کا وہی ایک بیٹا تھا اور یہی سزا دینی تجویز ہوئی اوس وقت بادشاہ کو رحم آیا اس بات مین بازبس متردد ہوکر تامل کیا کہ ایک ہی لڑکا ہے اگر اوسکی دونون آنکھین نکلوا ڈالونگا تو اوسکو یہ سزا نہایت سخت بلکہ بمنزلہ موت ہوگی اگر سزا نہین دیتا تو رعایا کے نزدیک بے ایمان ٹھہرتا ہون اور تمام خلقت مجھکو بے انصاف اور ظالم کہیگی آخرکار بادشاہ نے بہت غور کے بعد یہ تدبیر کی کہ ایک آنکھ لڑکے کی نکلوائی اور ایک اپنی اسطرح دونون کی ملاکر دو آنکھین نکلوائین اس سچی منصفانہ کارروائی سے اوس بادشاہ کی عدالت گستری اور انصاف پروری کی دھوم مچ گئی اور نیک نیتی اور ناموری کا شہرہ تمام عالم مین ہوگیا۔ علما کہتے ہین کہ سلطان کا عدل زمانہ کی سرسبزی سے بہتر ہے اور بادشاہ دادگر نافع تر ہے باران تند سے۔

نقل ہے کہ لاہور مین دیوان عام کے سامنے ایک قبر کا نمونہ بنا ہوا ہے جب کسی زمانہ مین اوس مقام پر
بادشاہ بیٹھتے تھے تو وہ قبر اونکی عین نظر کے سامنے رہا کرتی تھی دیکھنے والے کو پہلے گمان ہوتا ہے کہ یہ
کسیکی قبر ہے مگر دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے یہان ایک قبر کی نقل بنائی تھی تاکہ
اوسکے اوپر ہمیشہ نظر پڑنے سے دلکو موت کی یاد بھول نہ جائے اور اوسکے دیکھنے سے عدالت کے وقت کوئی
کام بے انصافی کا ہونے نہ پائے سچ ہے کہ موت کو یاد رکھنے سے انسان بدی کی طرف بہت کم مایل ہوگا

نقل ہے کہ نوشیروان بادشاہ کے وقت مین حاکم آذربایجان نے ایک بڑھیا سے ایک قطعہ زمین
کا طلب کیا اوسنے انکار کیا ہرگز نہ دیا حاکم نے ظلم و ستم سے وہ قطع زمین کا اپنے محل مین شامل کر لیا
پیرزن تکلیف سفر اوٹھا کر تخت گاہ نوشیروان مین آئی اور جب نوشیروان کے در دولت پر پہونچی خیال
کیا کہ حاکم آذربایجان ملازم نوشیروان ہے اوسنے میرے گھر مین مجھے نجانے دیا تو اس درگاہ
مین کیسے جانے پاؤن گی پس چند روز خاموش رہی ایک دن نوشیروان شکار کو سوار ہوا پیرزن
نے راہ روک کر اپنا حال کہا نوشیروان نے بڑھیا کو ٹھہرا کر ایک غلام معتمد کو حکم دیا کہ حاکم آذربایجان سے
جا کر تحقیق کرے کہ فلان محلے مین ایک پیرزن رہتی تھی کہان گئی اور اپنا قطعہ زمین اوسنے کیا کیا غلام
نے حال دریافت کر کے عرض کی کہ وہان کے حاکم نے جور و ستم سے اوسکا گھر لے لیا اور پیرزن کا حال نہین
معلوم کہان گئی پس غصہ مین آکر نوشیروان نے اہلکارون سے پوچھا کہ امیر آذربایجان کو کس قدر مقدرت
ہے کہا وہ کسی چیز کا محتاج نہین نوشیروان نے فرمایا جسکے پاس اس قدر نعمت ہو اور وہ ستم
روا رکھے اُسے قتل کرنا لازم ہے سب نے کہا بجا ہے پس حاکم آذربایجان کو بلا کر قتل کیا اور اوسکا گھر اوسی
پیرزن کو بخشدیا اور اپنے پاس سے بہت کچھہ مرحمت کیا اور منادی کی کہ جو کوئی ستم کریگا اوسکی یہی سزا
ہوگی اور فرمایا جو مظلوم فریادی آتا ہے مجھہ تک نہین پہونچتا کہ مین اوسکی فریاد سنون اور داد دون۔
پس بادشاہ نے دیوان خاص سے قلعہ کے نیچے صدر دروازہ تک ایک رسّا بندھوا کر اوسمین گھنٹے بندھوا دئے
تھے کہ جو کوئی فریادی آوے اُس رسّے کو کھینچے تو گھنٹے بجین اور غریب فریادی کی فریاد حضور مین بے وسیلے
پہونچے ایک روز کسی سقہ کا بیل معہ بھری ہوئی پکھال کے اِس رسّے کے پاس آکر کھڑا ہوا سقہ کہیں

یہان مشک ڈالنے لگا تھا بیل نے رستے سے سر کھجلایا اِس صدمہ کے سبب سے ایکبارگی سب گھنٹے بج اُٹھے بادشاہ نے فرمایا دیکھو کون ہے لوگون نے خبر دی کہ ایک سقہ کا بیل ہے حکم دیا کہ اوسے اوسکے مالک کے ساتھ حاضر کرو جب حاضر ہوا فرمایا اسکی پکھال کا پانی تولا جائے کہ کتنا ہے لوگون نے تول کر عرض کیا کہ ساڑھے پانچ من ہے بادشاہ نے حکم دیا کہ آج سے ساڑھے تین من سے زیادہ شہر مین کوئی پکھال نہ بناوے اُسیوقت سے منادی پھر گئی تب سے ساڑھے تین من سے زیادہ کی پکھال نہین بنتی۔

حکایت۔ نوشیروان عادل نے ایک عامل کو اِس مضمون کا حکمنامہ لکھوایا تھا کہ اگر تیرے تمام ملک مین ایک قطعہ زمین غیر مزروع رہیگا تو تجکو دار پر کھنچوا دونگا اسمین یہ حکمت تھی کہ بادشاہ کا فائدہ خراج سے ہے اور خراج کا زیادہ ہونا آبادی ملک پر موقوف ہے اور آبادی ملک زراعت پر منحصر ہے اور جب تک رعیت پر شفقت و عدالت نکیجاوے زراعت ممکن نہین۔

نقل خلیفہ ہارون کے وقت مین بغداد کا ایک قاضی تھا اور اوس زمانہ کے داناؤن اور فاضلون مین سب پر فضیلت رکھتا تھا مگر اپنے تئین سب سے زیادہ ناواقف اور کم عقل سمجھتا تھا اکثر خفیف اور آسان مقدمہ کے فیصل کرنے مین اوسکے دل مین یہ شبہہ پیدا ہوجاتا تھا کہ مینے اِس معاملہ مین کچھ بے انصافی نہ کی ہو اور جب مقدمہ کو جانچ کر اپنا پورا اطمینان کرلیتا کہ انصاف کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین ہوا تب قطعی حکم جاری کرتا ایک روز ایک مقدمہ کی تحقیقات بالکل ہوچکی تھی لیکن اوسنے اہل معاملہ سے یہی کہا کہ بھائی اِس مقدمہ کا فیصل کرنا میری عقل کا کام نہین ہے۔ مدعی جھنجلا کر بول اوٹھا کہ قاضی صاحب اگر آپ کو اتنا بھی سلیقہ نہین ہے تو بادشاہ آپ کو اِس قدر تنخواہ کیا سمجھکر دیتا ہے قاضی نے نہایت ملایمت سے جواب دیا کہ بھائی مجھکو بادشاہ جو اتنی تنخواہ دیتا ہے وہ اِس تھوڑی سی لیاقت کے لئے ہے جو مین رکھتا ہون اور اگر بادشاہ میری بیوقوفیون کے واسطے روپیہ دینے لگے تو شاید اُسکا تمام خزانہ بھی ایک مہینہ مین کافی نہو غرض جو لوگ بزرگی و عقل رکھتے ہین وہ خاکساری سے اپنے کو سدا کم عقل جانتے ہین اور دادرسی خلایق کے واسطے اپنی راے اور عقل سے کامل غور اور تامل کے ساتھ کام لیتے ہین اور اہل معاملہ کی ترش کلامی سے غضبناک ہوکر جادۂ معدلت سے قدم باہر نہین رکھتے۔

نقل کرنیل تہین کو جب بادشاہی عدالت مین وکالت ملی اوسنے پیشتر سے یہ قواعد لکھ رکھے اور اونہین پر عمل کیا پہلے یہ کہ وکالت کا کام بہت کوشش اور تندہی سے کرونگا جس سے لوگونکا فائدہ اور مطلب برآمد ہو۔ دوسرے مفلس اور محتاج کے مقدمہ کو اس قدر جلد دل سے سنونگا جس سے اوسکا ہرج نہونے پاوے۔ تیسرے کوئی مقدمہ بغیر تحقیق کرنے اور دریافت کمائینبغی کے کبھی نہ لونگا۔ چوتہے کسی اہل مقدمہ کا ناحق خرچ نکراونگا اور مقدمہ کو بخوبی عقل و فہم و ہوشیاری و خبرداری سے ترتیب دیکر لکھونگا۔ پانچوین مفلسونکا کام بغیر لینے محنتانہ کے مفت راہ خدا کیا کرونگا۔ چہٹے جس مقدمہ مین دست اندازی کرونگا اوسکو راستی اور دیانت داری اور درستی و سچائی سے خوب تحقیق اور تفتیش کرونگا۔ ساتوین جو مقدمہ کسی قانون و آئین عدالت کے خلاف ہوگا اوسکو نہ لونگا۔ آٹھوین کوئی موکل طرف ثانی کسی قدر تونگر ہو مین اپنے موکل سے اوسکو زیادہ نہ سمجھونگا۔ نوین کسی بات مین جواب دہی خاص میرے موکل کی طرف سے ہو اوسکو قصداً کسی وجہ سے تاخیر مین نہ ڈالونگا۔ دسوین بددون اور جاہلون کا مقدمہ حتی الامکان اپنے نہ لونگا۔ گیارہوین جس کا مقدمہ لونگا اوس سے کبھی منحرف و برگشتہ نہ ہونگا۔

نقل ایک روز مہاراجہ بکرماجیت کے وقت مین چار شخص ایکساتہ چوری کے معاملہ مین پکڑے گئے راجہ نے اونمین سے ایک کو بلایا اور اتنا کہکر چھوڑ دیا کہ تمہارے لائق یہ کام نہ تہا اور دوسرے کو پانچ چار گالیان دیکر نکال دیا تیسرے کو دس بیس دہول جوتیان لگواکر دہکے دلواکر نکلوادیا اور چوتہے کی ناک اور کان کٹواکے کالا مونہہ کروایا اور گدہے پر چڑہواکر شہر بہر مین پہروایا یہ عدالت دیکھکر ہر ایک درباری متحیر ہوا اور راجہ سے عرض کی کہ دہرم اوتار آپنے نیاؤ سمجھکر ہی کیا ہوگا مگر ہمکو اس کا کوئی سبب نہ معلوم ہوا راجہ نے سنکر حکم دیا کہ ان چارون کے پیچہے ہرکارے لگادئے جائین تاکہ دیکھین کہ یہ یہان سے جانے کے بعد کیا کرتے ہین اہلکارون نے ایسا ہی کیا تیسرے روز وہ ہرکارے خبر لیکر حضور مین حاضر ہوے راجہ نے دریافت کیا تو اونہون نے عرض کیا کہ جسے آپنے یہ کہکر چھوڑ دیا تہا کہ تمہارے لائق یہ کام نہین تہا وہ تو جاتے ہی زہر کھاکر مرگیا اور جسے گالیان دیکر چھوڑ دیا تہا وہ شہر چھوڑکر چلا گیا اور جو مار کھاکر چہٹا تہا وہ اوس دن سے گھر کے باہر نہین نکلا اور مہاراج جسکی ناک اور کان کاٹے گئے تہے وہ

راستہ مین گدہے پر سوار چلا جاتا تہا اور تماشائی لوگ چارون طرف سے لعنت اور ملامت کرتے جاتے تہے اتنے مین اوسکی عورت آئی اوسنے اوسکو اپنے پاس بلا کر سب کے سامنے کہا کہ تو گہر جا کر نہانے کو پانی جلد گرم کر رکہہ تہوڑا اَور پہرنا باقی ہے ابہی پہر کر اِن موذیون کے ہاتہہ سے چہوٹ کر آتا ہون جسوقت راجہ نے یہ بات سُنی اپنے درباروالون سے کہا کہ اب تم ہمارے حکم کا مطلب سمجہے اونہون نے عرض کیا کہ پرتہی ناتہہ آپ کا نیاؤ آپ ہی جانین۔



جوہر چھٹا

شجاعت وجرأت کے بیانمین

سب خلق کے نزدیک شجاعون کی تعظیم وتکریم واجب ہے خصوصاً بادشاہون اور سلاطین کو کیونکہ یہ گروہ عالی انکوہ نفیس ترجنس یعنی گوہر جان سے کارزار کے بازار مین کام کرتے ہین اور اپنے سینہ کو سپر مصیبت بناکر دولت کے مخالفون سے لڑتے ہین پس بادشاہون کو لازم نہین کہ مال واسباب کو اونسے دریغ رکھین یا تھوڑی سی تقصیر سے اُن پر خفگی فرمائین۔ مرد شجاع ودانا جانتا ہے کہ لڑائی سے بھاگنا سبب زندگی کا نہین ہوتا اور نامرد بھاگنے مین اپنی جان کا بچاؤ چاہتا ہے اور وہ بچ نہین سکتی پس حقیقت مین طالب محال کا ہے بالفرض اگر کچھ روز تک اوسنے فرصت پائی تو نامردی کی شرم اور بے عزتی کی خفت اور ہمسرون کی تشنیع وطعنہ زنی اوس کے حیات کی شیرینی کو تلخ کردیتی ہے پس ایسی زندگی سے جوانمردی اور نیکنامی اور توقع اجر عظیم کے ساتھہ مرنا ہزار درجہ بہتر ہے بعض لوگون سے شجاعت کے کام ظاہر ہوتے ہین مگر وہ حقیقت مین شجاع نہین ہین مثلاً ایک شجاعت پر خطر لڑائیون اور بڑے کامون مین واسطے طمع مال یا حصول مرتبہ خواہ کسی غرض کے لئے ہوتی ہی تو یہ صرف حرص کے سبب سے ہے نہ شجاعت کی قوت سے جیسے چور مار پیٹ اور دائمی قید بلکہ کٹ مرجانے پر بھی صبر اختیار کرتے ہین اور جو شخص اپنے عزیزون کی ملامت اور بادشاہ کی دہشت یا اسی قسم کے کسی اور سبب سے کوئی کام مثل شجاعون کے کرے وہ آدمی شجاع نہین ہے بلکہ حقیقت مین شجاع وہ شخص ہے جسکے تیر قصد کی ہدف گاہ سوائے اِس قوت فاضلہ کے نہ ہو۔

قوت غضبی مطیع نفس ناطقہ ہو بہت اضطراب اور گبہراہٹ کے وقت تحمل ہو آبرو کے مقام پر خوف جان نہو درندون یعنی شیر وغیرہ کی خاصیت اگرچہ شجاعت سے مشابہ ہے لیکن بہت وجہون سے نہین بہی ہے اون مین سے ایک وجہ یہ ہے کہ وے اپنی قوت اور طبیعت کی خواہش سے غلبہ کا شوق رکہتے ہین پس ان کا مونپر اونکا اقدام کرنا اون کے غلبۂ طبعی کی وجہ سے ہے شجاعت کی نظر سے نہین۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ ایسے ہین کہ زورآورون کی صورت بنائے تمام بدن ہتہیار سے سجے رہتے ہین اور اکثر کمزور بیچارون سے لڑتے ہین یہ بات طریقہ شجاعت سے بعید ہے۔ چنانچہ حکما فرماتے ہین کہ بے آبروئی اور فضیحت سے نہ ڈرنا۔ امتحاناً بلندی سے کودنا۔ مست ہاتہی کے سامنے عمداً جانا۔ بغیر ہتہیار شیر سے مقابلہ کرنا۔ غصہ مین کنوئین مین گرنا۔ زہر کہانا۔ جنون اور جہالت ونامردی اور بے شرمی کی دلیل ہے نہ مردانگی اور دلیری کی کیونکہ تمام فضیلتون کی اصل عقل ہے تاکہ اور قوتین اوسکی تابع اور فرمانبردار ہین اور وہ ایسے لوگون مین نہین ہے پس حقیقتاً شجاع اوسکو کہنا چاہئے جس سے شجاعت کی فضیلتین عقل کے حکم سے ظاہر ہون اور جس مین یہ صفت ہو گی بے شبہہ اوسکے نزدیک بدکاری کا خوف موت سے زیادہ تر اور نیکنامی سے مرنا بدنامی کے جینے سے بہتر ہوگا۔ یہ لوگ ہمیشہ نظر و تکیہ فضل خدا پر کرکے کار اہم کے وقت جان عزیز کو معرض ہلاکت مین ڈال دیتے ہین۔ کسی نے ایک شجاع سے پوچہا کہ لڑائی کے وقت صف اعدا مین اور خاص جس جگہ لشکر دشمن کا بکثرت ہو تم کیسے چلے جاتے ہو اور مطلق اپنے حال کی خبر نہین رکہتے ہو جواب دیا کہ اگر موت آگئی ہے تو حکم الٰہی سے حذر کرنا سودمند نہین اور وقت اخیر نہین پہونچا تو معرکۂ جنگ مین جرأت مضر نہین اور یہ رباعی پڑہی **رباعی**

دو روز حذر کردن از مرگ روا نیست	روزیکہ قضا باشد وروزیکہ قضا نیست
روزیکہ قضا باشد کوشش نکند سود	روزیکہ قضا نیست در و مرگ روا نیست

نوشیروان عادل نے بزرجمہر سے سوال کیا کہ شجاعت کیا ہے۔ حکیم نے جواب دیا دل کی قوت اور یہ حکایت بیان کی کہ ایک شخص عرب کے بہادرون مین سے بہت بوڑہا تہا مگر قوی دل ایک روز اوسے لشکر کے ساتھ لڑائی مین جانیکی ضرورت ہوئی دو آدمیون کی مدد سے گہوڑے پر سوار ہوا کسی بے ادب نے

طعنہ سے کہا کہ جسے دو آدمی گھوڑے کی پیٹھہ پر بٹہا دین وہ کیا بہادری کریگا پیر مرد نے جواب دیا کہ بیشک سوار کرنے کیواسطے دو آدمی چاہیئے مگر اوتارنے کے لئے ہزار مرد درکار ہونگے نکتہ شجاعت چھوٹے اور بڑے پر منحصر نہین ہے خیال کرنا چاہیئے کہ دل اور اعضا کی نسبت چہوٹا ہے مگر شجاعت اوسکے حصہ مین ہے چنانچہ ایک عرب کے بادشاہ کو کسی زبردست دشمن سے مقابلہ پیش آیا لشکر کے سردارون نے پوچھا کہ فتح اور شکست خداداد ہے اگر خدانخواستہ ہماری شکست ہو تو ہم حضور کو کہان تلاش کرین فرمایا کہ دو مقام پر گھوڑے کی پیٹھہ پر یا اوس کے سمون کے نیچے یعنی فتح پاؤنگا یا مارا جاؤنگا۔

نقل ہے کہ ایک جگہہ کچھہ سیستانی جوان بیٹھے تھے اور باہم لطیفہ بازی اور ظرافت مین مشغول تھے یعقوب لیث بھی وہان تھا ہنوز لڑائی کی تیاری نہ کی تھی مگر فکر مین تھا ایک شخص بولا کہ سب سے اچھی پوشش اطلس ختائی ہے۔ دوسرے نے کہا بہتر تاج طاقہ رومی ہے۔ تیسرا کہنے لگا گل ریحان سے بہرا ہوا باغ بہت عمدہ منزل یعنی اوترنے کی جگہہ ہے۔ چوتھا بولا کہ پینے کی چیزون مین سے صاف شراب خوب ہوتی ہے۔ پانچوان بیان کرنے لگا کہ اچھا سایہ بید کا ہوتا ہے۔ چھٹا یہ تقریر کرنے لگا کہ باجون مین عود (نام سرود) کی آواز خوب ہوتی ہے۔ ساتوان بولا کہ مصاحبت و ندیمی کے واسطے جوان خوبصورت زیبا سیرت بہت اچھے ہوتے ہین۔ جب نوبت یعقوب کی پہونچی لوگون نے کہا کہ آپ بھی کچھہ فرماوین کہا سب سے اچھا لباس زرہ عمدہ تر تاج خود اچھی منزل معرکہ جنگ خوشگوار شراب خون دشمنون کا اچھا سایہ نیزہ کا عمدہ راگ گھوڑون کی آواز کا بڑے مصاحب مردان کاری۔

نقل شمالی حصہ ملک اٹلی مین ایک مرتبہ کوہ الپس پر بہت کثرت سے برف پڑا اوسکے جلد پگھلنے کے سبب سے پانی کا ایسا بڑا دہارا آیا کہ اوسکے جوش وخروش سے دریا کا آدہا پل جو شہر ویانہ کے سواد مین واقعہ تہا حباب کی طرح بہہ گیا لیکن خدا کی قدرت سے صرف بیچ کا در جس پر پیر بحری کا مکان تہا بچ گیا الا تلاطم امواج سے وہ منہدم اوس در کے بڑے بڑے ٹکڑے کٹ کر پانی مین گرتے تہے اور اونکے گرنے سے ایسی خوفناک آواز نکلتی تہی کہ سننے والونکا پتّہ پانی ہوتا تہا پیر بحری کو اس آفت ناگہانی سے اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ بدلجمعی تمام اوس سے کنارہ کر جاتا بے خبری کی حالت مین طوفان نے آدبایا بیچارہ مع سب بال بچون کے در پر کمال حالت اضطراب مین کنارے کے لوگون سے ہاتھہ پہیلا پہیلا کر التجا کرتا تہا کہ کسی صورت سے اوسکی اور اوس کے

عیال واطفال کی جان بچاوین کنارے پر تماشائیون کا ہجوم تہا ہر شخص اپنی اپنی سمجہہ کے موافق اوسکے بچانیکی تدبیر سوچتا تہا مگر اوس طوفان کا جوش وخروش ایک ہی موج مین اوس سب صلاح ومشورہ کو غارت کردیتا تہا کسیکی جرأت نہ پڑتی تہی کہ وہان تک جاوے لیکن ایک امیر عالی خاندان دریا دل بحر رحم وکرم جوش مین آکر اپنی جیب سے ایک تہیلی سَو سکۂ سُرخ کی ہاتہہ مین لیکر بولا کہ جو کوئی کشتی لیجاکر ان آفت زدون کو اس خطرہ سے نکال کر صحیح وسالم کنارے پر لے آوے اوسکو یہ تہیلی انعام مین دونگا لیکن بہ سبب کمال طغیانی آب واندیشۂ سیلاب کے کسی نے قبول نہ کیا مگر ایک غریب کاشتکار بلغیر کہے سنے کشتی مین کود پڑا اور نیک نیتی کے ساتہہ کشتی کو پکڑ کر بیچ دہار مین پہونچا اور ہمت باندہکر اوس در کے نیچے کشتی کو لیگیا اور بذریعہ ایک رسّی کے اُن سب کو کشتی مین اوتار کر تسلّی دی اور کہا کہ اب تم کسیطرح کا خوف واندیشہ مت کرو خدا کی عنایتون سے تم سب آفتون سے بچ گئے یہ کہہ کر نہایت کوشش کے ساتہہ کشتی کو کہینچ کر صحیح وسالم کنارے لگا دیا۔ امیر عالی ہمت نے اوسکی جرأت اور ہمت سے نہایت محظوظ ہوکر کہا کہ صد آفرین اے میرے برادر اور دلیر جوانمرد یہ اپنا انعام لے اوس غریب عالی ہمت نے جوابدیا کہ نہین صاحب مین نے طمع کے باعث اپنی جان کو اس خطرہ مین نہین ڈالا تہا کہ انعام لیکر خوش ہو وٗن میرے اور میرے بال بچون کے واسطے صرف میری محنت کی آمدنی کافی ہے یہ انعام انہین آفت زدہ لوگون کو دیدیجیے کس واسطے کہ اونکا سب مال واسباب تلف ہوگیا ہے اس اعلیٰ حوصلے کے کلام کو سُنکر تمام حاضرین اوسکی عالی ہمت وبلند حوصلگی کے ثنا خوان ہوئے اور امیر دریا دل نے بہی اوسکی دلیری وعالی ہمتی کی بات پسند کر کے بہت تعریف وتوصیف کی

جوہر ساتوان

علم کی تعریف مین

سب چھوٹے بڑے دانا اور نادان تھوڑی یا بہت خواہش نئی بات اور نئی چیز کے دریافت کرنے اور دیکھنے کی رکھتے ہین یہ شوق اگرچہ مختلف اقسام اور انداز کا ہوتا ہے لیکن کیسا ہی آدمی بیہوش اور بے پروا ہو اوسکے بہی دل مین کسی نہ کسی شے کیواسطے اور کبھی نہ کبھی یہ آجاتا ہے کہ اسکو دیکھنا چاہیے کیا ہے اور کیسی ہے موافق اِس شوق اور بقدر اِس خواہش کے ہر ایک آدمی اِس دنیا کے کارخانہ اور حال سے واقف ہوتا ہے کیسیکی لڑکپن سے عادت ہوتی ہے کہ جو چیز دیکھتا ہے اوسکی حقیقت اور ماہیت کے دریافت کرنیکا ارادہ کرتا ہے اوسکی طبیعت سے شوق اوٹھتا ہے اور دل سے یہ سوال پیدا ہوتے ہین کہ یہ چیز کیسی ہے کہان سے آئی کیونکر ہوئی اور کس کام کی ہے یا اگر کوئی بات سنتا ہے اُسمین خوض کرتا ہے اوس کے پہلوؤن کو دیکھتا ہے اور اوسکے راست و دروغ کو جانچتا ہے۔ جن لوگون کی ابتدا سے یہ عادت ہوتی ہے اونہین کچھ حاصل بہی ہو جاتا ہے اور وہی بہ نسبت اورون کے دانا اور ہوشیار کہلاتے ہین۔ قاعدہ یہ ہے کہ ہر شے شوق سے آتی ہے جب شوق دل سے اوٹھتا ہے اور ارادہ قایم ہوتا ہے تب انسان کو تلاش ہوتی ہے حواس ظاہری اور باطنی اوسکے استدراک کیواسطے جنبش مین آتے ہین طبیعت مین ایک بے چینی پیدا ہوتی ہے اور اسیطرح سے وہ اصلیت دریافت کرلیتا ہے کہتے ہین جوئندہ یابندہ ہے

شوق جس دل مین کہو رہبر اوسے کیا چاہئے
بحر سے ملتا ہے کیونکر سیل دیکھا چاہیے

فی الحقیقت شوق ایسی چیز ہے کہ اوسکی جنبش سے پردہ دل کا کھل جاتا ہے اور خود بخود اوسکی راہ نظر آنے لگتی ہے تحقیق کرنے سے کیسی ہی بات مشکل معلوم ہو جاتی ہے اور کوئی چیز ہو کہ اول سمجھ مین نہین آتی لیکن تفتیش سے اوس کا بالکل یا کچھ نہ کچھ حال ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ لڑکا جب پیدا ہوتا ہے اس دنیا کے کارخانہ سے مثل ایک مہمان نووارد کے کہ اپنے میزبان کے گھر کا حال کچھ نہین جانتا محض جاہل ہوتا ہے رفتہ رفتہ مان باپ کو پہچاننے لگتا ہے یہانتک کہ جب بڑا ہوتا ہے تو معمولی باتون سے واقف ہو جاتا ہے لیکن زیادہ معلومات کا ہونا اسی پر موقوف ہے کہ انسان جس شے کو دیکھے اوسکی حقیقت اور کیفیت کے دریافت کرنے مین دہیان لگائے اور نوع نوع کے سوالات اپنے دل سے اوسکی نسبت پیدا کرے کیونکہ جتنے سوال اوس کے دل سے اوٹھین گے اوتنے ہی اونکے حل کرنے مین اوسکو شوق و بیتابی ہوگی اور تحقیقات سے وقفیت زیادہ بڑہیگی مگر اوسکے واسطے سعی و تردد بہی چاہئیے پس جو اس سب کو اپنے اوپر اختیار کر لیتے ہین وہی کامیاب ہو کر ہمسرون اور ہمقومون مین نیک نام ہوتے ہین اور بعد مرنیکے بہی زمانہ مین اونکی شہرت باقی رہتی ہے اور اون کو دیکھکر اور لوگ بہی اپنا حوصلہ بڑہاتے ہین اور اسیطرح ملک کی ترقی ہوتی ہے اور جو لوگ عقیل و دانشمند ہوئے اور ہوتے ہین اور جتنے علم ہین سب کی بنیاد اسی پر ہے پس زیادہ جاننے کا شوق علم کی اصل ہے کیونکہ خود علم کے لفظی معنی جاننا ہے اور اصطلاح مین جاننا ایک شے کا ہے بہ ترتیب اور اصول اور قاعدون کے موافق اور جو شخص اسطرح قاعدونکے بموجب بہت سی باتون کو جو آپس مین علاقہ خاص رکہتی ہون جانتا ہے وہ اوس بات کا عالم کہلاتا ہے اگلے زمانہ کے لوگون نے اپنی کوشش اور التفات سے جن باتون کو معلوم کیا اونسے علم پیدا ہوئے ہین لیکن اب کے لوگ اونکے لکھے ہوئے سے جانتے ہین اور وہی اون کا لکہا ہوا جو باقاعدہ اور بہ ترتیب ہے جدا جدا باب مین علم کہلاتا ہے پس ظاہر ہے کہ جب اگلون نے خود بنیاد علم کی اپنے شوق اور تحقیقات سے ڈالی ہو تو پچہلون کو اوسیطریق کے اختیار کرنے سے اوسکا جاننا کیا مشکل ہے البتہ اس طریق کا اختیار کرنا زیادہ ہمت اور توجہ چاہتا ہے اور جب یہ ہو تو پہر متقدمین کی معلومات کو معلوم کرنا تو کیا اب کے لوگ کچھ اوس سے بہی زیادہ کر سکتے ہین

چنانچہ حکماء فرنگستان روز بروز علم بڑہاتے جاتے ہین اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ اگلے لوگ کیا چھوڑ گئے ہین جسے اب کوئی دریافت کرے اور اب کس کا مقدور ہے کہ کوئی نئی بات نکال سکے تو جواب شافی و کافی اوسکا یہ ہے کہ قدرت الٰہی نا متناہی ہے یہ ایک ایسا بحر ذخار ہے کہ آج تک کوئی اوسکی انتہا کو کیا موج اوّلین تک بہی نہین پہونچا فقط انسان کو غور کرنا چاہیے جتنا اِس کارخانہ خدائی مین آدمی خوض کرے اور اپنے ذہن کو لڑاے اوتنا ہی اوسکی خوبیون اور حقیقت کو پہونچ سکتا ہے اور بعد اُسکے اوسکو ثابت ہوجاتا ہے کہ جو کچھ انسان ابتک دریافت کرچکا ہے یکے از ہزار و اندکے از بیشمار بہی نہین آدمی کی طبیعتین جدی جدی ہین اور اپنی طبیعت کے موافق ہر شخص کام کرسکتا ہے لیکن تحصیل علم کی ضرور چاہیے کیونکہ اوس سے اصول سب باتون کے معلوم ہوتے ہین اور ہر امر کی تلاش مین امید منزل مقصود پر جلد پہونچنے کی ہوتی ہے۔ علم کے حاصل کرنیکا وسیلہ کتابون کا پڑہنا ہے جن باتون کو زمانہ گذشتہ کے عقلمندون نے اپنی کوشش اور ذہن کی رسائی سے دریافت کیا اون سب باتون کی یاد رکہنے کیواسطے تلاش کسی وسیلہ کی ہوئی اور آخر کار وسیلہ اوسکا یہ ٹہرا کہ اون سب کو کسی شے پر لکہہ رکہا جائے اب دیکہنا چاہیے کہ کتابین کیسی ضرورت کے واسطے بنائی گئی ہین اور کتنے بڑے فائدہ کی ہین اگر ارباب دانش یہ مفید وسیلہ نہ نکالتے تو کسی ملک مین ترقی نہوتی۔ تمام عالم جہالت کے دریا مین ڈوبا رہتا جیسے کہ بعض جزیرون اور مقامون کی خلقت جہان علم کا شغلہ نہین ہے جہل و بے علمی کی ظلمات مین مبتلا ہین چونکہ سہو مقتضاے انسانیت ہے آج ایک بات معلوم ہوتی ہے کل وہ فراموش ہوجاتی ہے اِس لئے معلومات کو یاد رکہنے کی غرض سے کتابین ایجاد ہوئین کیونکہ بدون اونکے متقدمین کی تحقیقات سے متاخرین کس طرح مستفید ہوسکتے تہے۔ غرض جو باتین ایک قسم کی اور آپسمین علاقہ رکہتی ہوئین اور رفتہ رفتہ لوگون کی تحقیقات اور تلاش سے معلوم ہوتی گئین وہ بہ ترتیب کتابون مین مندرج ہوئین تاکہ پڑہنے والون کی سمجہہ مین جلد آجاوین اور بآسانی یاد رہ سکین اور ضرورت کیوقت کتاب مین جلد نکل آئین۔ کتابون سے تعلیم و تدریس مین سیکہنے والیکو بہی آسانی ہے اور سکہانیوالیکو بہی دقت نہین ہوتی۔ علاوہ اسکے دنیا کی جتنی چیزین ہین سب آپسمین

علاقہ رکہتی ہین ایک کے جاننے سے دوسری معلوم ہو جاتی ہے اگر کسی شخص کے دل مین کسی شے کی نسبت کوئی شبہہ خواہ سوال پیدا ہوا اور وہ چاہے کہ اوسکو دریافت کرے تو جب تک کہ دوسری بہت سی باتون کو جنکے جاننے پر اوس سوال کا حل ہونا یا شبہہ کا مٹانا منحصر ہے دریافت نکریگا تب تک اوسکی تسلی نہوگی اسواسطے جو لوگ صاحب ہوش اور ذی شوق ہین اور اِس دنیا کے کارخانہ عجیب و غریب کو کہ پیش نظر اونکی ہے اپنے شوق دلی سے کچھہ جاننا چاہتے ہین اور باریک بینی کی آنکھہ سے ہر شے کو دیکھتے ہین اونکو واجب ہوا کہ جو طریق یقینی اِس مقصد کی منزل تک پہونچنے کا ہے اُسکو اختیار کرین اور وہ طریق مطالعہ کرنا کتابونکا ہے پس علم خوشی کے حاصل ہونیکا بڑا وسیلہ ہے اور انسان کے جتنے کام اور دنیا کے معاملات ہین سب سے مقصود خوشی اور آرام ہے اگر کوئی مال جمع کرتا ہے تو اِسی مال کیواسطے حشم پیدا کرتا ہے تو اِسی حشم سے جاہ حاصل کرتا ہے تو اِسی جاہ سے بہرحال خوشی سب حال مین مطلوب ہوتی ہے اور جس بات مین خوشی حاصل ہو وہ سب سے بہتر سمجہی جاتی ہے اور یہ دونون باتین علم کی تحصیل مین حاصل ہین علاوہ اوس فلاح اور اُن فائدونکے جو اوسپر عمل کرنیسے پیچہے ہوتے ہین صرف اُسکا تحصیل کرنا ہی خالی از فائدہ نہین - نئی باتون کا معلوم ہونا اور بغیر دیکھی ہوئی چیزونکا جاننا طبیعت کو بڑی خوشی اور دل کو حظ بخشتا ہے قطع نظر اُن معلومات کے جو کتابون کے پڑہنے سے ہوتی ہین خیال کرنا چاہیے کہ نئی چیز اور نئے تماشہ کے دیکھنے سے انسان کو کیسی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ بجاے فائدہ کے اپنی گرہ سے خرچ کرنیکو مستعد ہوتا ہے اگر پوچہا جائے کہ اوسکے دیکھنے سے کیا حاصل ہوا تو سواے اسکے کہ ایک نئی چیز دیکھنے مین آئی اور کچہہ جواب نہین اور کتابونکے پڑہنے اور علم کے سیکہنے سے تو بیشمار عجیب عجیب باتین اور نادر نادر چیزین معلوم ہوتی ہین - آدمی کو لازم ہے کہ اونکے پڑہنے اور سیکہنے مین دل لگائے کہ جو مزہ اور خوشی بے تردد اور بے محنت ہاتھہ پاؤن کے اونسے حاصل ہوتی ہے اور کسی سے نہین ہوسکتی - فی الحقیقت اِس شغل سے بہتر کوئی شغل نہین سب باتون مین کسی خرابی اور نقصان کا احتمال ہے لیکن اسمین یہ کمال ہے کہ ہرگز کسی ضرر و خطر کا گمان بہی نہین مگر علم کی تحصیل مین تندہی شرط ہے قصہ کہانیونکا ذکر نہین کیونکہ مطالعہ انکا

ضرر و نقصان کا بھی احتمال رکھتا ہے آج تک کوئی پڑھنے والا نہوا ہوگا جو اپنے سبق کو یاد کر کے پچھتایا ہو بلکہ زیادہ نجاننے کا ارمان رہجاتا ہے کتاب بینی بیشک بڑی ہی دلچسپی کی چیز ہے کتاب سے زیادہ کوئی دوست مونس و غمخوار نہین کیسی ہی حالت فکر و تردد کی ہو اگر اوسوقت کوئی کتاب جو مرغوب طبع ہو اوٹھاکر پڑہنے لگو سب تردد اور غم رفع ہوجاتا ہے اور انسان جسقدر علم سے زیادہ بہرہ رکھتا ہے اوسیقدر زیادہ کتابین اور اقسام مضامین دل بہلانیکے لئے قابل استفادہ ہوتی ہین جیسا موقع اور طبیعت کی خواہش ہو ویسی ہی مضمون کی کتاب دیکھہ سکتا ہے اسلئے خواہ مخواہ طبیعت اوسکی اوسمین لگتی ہے علاوہ اسکے کبھی کسی یگانہ یا بیگانہ سے کسی بات کے کہنے کو دل چاہتا ہے کبھی نہین چاہتا یا وہ شخص جسکے ساتھہ بات چیت کا اتفاق ہو ایسی ناشایستہ گفتگو کرے جس سے طبیعت زیادہ ناخوش ہو لیکن کتاب کا پڑہنا اختیاری ہے جو مضمون پسند خاطر ہو پڑہے جو ناپسند ہو نہ پڑہے اوسمین کسیطرح کی کدورت متصور نہین فقط

اَلعِلمُ بِلَا عَمَلٍ بَطَالَۃٌ وَالعَمَلُ بِلَا عِلمٍ ضَلَالَۃٌ

قول مندرجہ عنوان کے معنی صاف ہین یعنی جو علم بلا عمل کے ہو وہ بے فائدہ ہے اور جو عمل بدون علم کے ہو وہ ضلالت ہے اور اوسکی صحت مسلم اور مقبول اور ارباب معقول اور منقول ہے اس مقولہ کے اظہار سے میری غرض یہ ہے کہ پیشتر ملک ہندوستان مین علم کا اکتساب خاص خاص طبقون مین محدود تہا جسکو جس علم کے ساتھہ سروکار تہا وہی وہ حاصل کرتا تہا اور باقی اور طبقات اپنے اپنے پیشہ ہی کی تعلیم مین اپنی لیاقت اور رشد خیال کرتے تہے جن لوگون کا خاندانی پیشہ وعظ و درس و تدریس اور اختر شناسی اور طب اور شاعری اور انشاپردازی اور محرری وغیرہ تہا وہ کتب متعلقہ اپنی وسعت اور حوصلہ کے موافق پڑہتے تہے اور جو پیشہ لوہار بڑہئی اور زرگری وغیرہ رکھتے تہے وہ کام سیکھتے تہے پیشہ ور یہ نہین سمجھتے تہے کہ ہمارے کام کے لئے بھی کسی علم کی ضرورت ہے جز بانی قاعدے اور گر اپنے استاد سے سُنے اوسی پر اکتفا کی اور اسی سبب سے یہ پیشہ ور اپنے پیشہ مین ترقی نکرتے

تھے حالانکہ علم سے اونکے کام مین فائدہ اور مضبوطی اور صناعی اور آب وتاب زیادہ ہوسکتی ہے جس کے سبب سے خریدار ونکی رغبت اور بیشی قیمت زیادہ ہو۔ گورنمنٹ انگریزی نے شہراور قصبات اور دیہات مین مدرسے اور مکتب جاری کئے اور اسکے سبب سے تعلیم علوم کا سلسلہ شروع ہوا حتی کہ اب زمان سابق کی بہ نسبت ہرایک موقع اور مقام پراس ملک کے آدمی خواہ وہ کسی قوم کے ہون زیادہ تر پڑہے لکھتے نظر آتے ہین اور جو خاندانی رئیس اور شریف تھے اونکے دلون مین تعلیم نے یہ اثر ڈالا کہ ایک دوسرے پر سبقت لیجانے لگا چنانچہ اب سابق کے نسبت ولایت جانا اور وہان تعلیم پاکر سند کا حاصل کرنا آسان ہوگیا اور اہل ہند خواہ وہ کسی مذہب کے ہون موانع مذہبی سے قطع نظر کرکے ولایت پہونچے اور اپنے ارادے مین کامیاب ہوئے اور اسی کی روز بروز ترقی ہے لیکن اسکے ساتہہ ہی ایک امر ایسا قلوب اہل ہند مین جما ہوا ہے کہ اوسکے سبب سے اونکی تمام کوششین بیکار اور معطل ہین اور وہ یہ ہے کہ حاصل محصل علم کی تحصیل کا یہی سمجھتے ہین کہ بڑی نوکری اور زیادہ تنخواہ ملے یہ بات کسی زمانہ مین نہین ہوئی کہ ہر علم یافتہ کو سرکار اور بادشاہ وقت سے ضرور کوئی عہدہ اور منصب ملے اور نہ یہ ممکن ہے اسلئے کہ نوکری ملکی ضرورت کے موافق ملتی ہے اور کام کیواسطے آدمی درکار ہوتا ہے لیکن خالی آدمی کے لئے کام ایجاد نہین ہوسکتا اور کسیکو کیا غرض ہے کہ ایک بیکار خالی آدمی خواہ کیسا ہی تعلیم یافتہ ہو سامنے آوے تو لازم ہے کہ اوسکو نوکری دیجاوے اور اگر اونسے کہا جاوے کہ تحصیل علم سے صرف یہی غرض نہین ہے کہ انسان کو اچہی نوکری ملے تو اونکا یہی جواب ہے کہ صاحب پہر تحصیل علم سے فائدہ ہی کیا ہے ہم کہتے ہین کہ اول تو علم فی نفسہ انسانیت کا ایک عمدہ جوہر اور زیور اور لباس ہے یعنی جو شخص علم سے ناواقف ہو وہ گویا داخل گروہ انسان نہین ہے سوائے اسکے علم وہ شے ہے کہ ہر پیشہ اور ہر حرفہ کو اس سے مدد مل سکتی ہے اسکی ضرورت نہین ہے کہ ایک چمار اگر تحصیل علم کرے تو وہ اپنے پیشہ کو چہوڑدے اور جہان تک ممکن ہو کسی سررشتہ مین کسی عہدہ پر مقرر ہو تاکہ وہ اپنی مشقت کا ثمرہ پاوے بلکہ اوسکو اپنے کام اور اپنے پیشہ مین اپنے علم کی قوت سے بہی فائدہ حاصل کرنا چاہئیے مشکل یہ

ہے کہ بعد اختتام تعلیم ہر شخص نوکری کا گرویدہ ہو جاتا ہے خیر وہ لوگ جنکا پیشہ نوکری ہی ہے وہ ایسا کرین تو تعجب نہین لیکن یہان تو یہ کیفیت ہے کہ لوگ تعلیم پاکر اپنے آبائی پیشون کو نظر حقارت سے دیکھتے ہین اور اونکو چھوڑ چھوڑ کر نوکری کے متلاشی ہین۔ پھر اس حالت مین بھلا کیا امید کیجاے کہ ہماری مہربان گورنمنٹ ہند کا یہ منشا کبھی پورا ہوسکیگا کہ ہندوستان کی صنعت دستکاری اور حرفت جو دن بدن گھٹتی اور ناپید ہوتی جاتی ہے نہ صرف قایم رہے بلکہ ترقی کرے۔ یہ بات تو قریب قریب ہر شخص کے تجربہ مین آئی ہوگی کہ ایک دُھنئے جولاہے یا کوری کورمی کے لڑکے نے علوم حاصل کئے۔ چلو اوسی دن سے اپنے آبائی پیشہ کو سلام کیا۔ نوکری کی فکر ہوئی یا خدا مقابلہ کے امتحان کا بھلا کرے کوئی ڈپٹی کلکٹر کوئی ڈاکٹر کوئی انجنیر ہوگیا۔ ظاہرا تو ایک شخص بلکہ ایک خاندان کو فائدہ ہوا لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت مین دو بڑے نقصان پیدا ہوتے ہین ایک تو یہ کہ آبائی پیشہ مین کمی ہوگئی اگر وہ شخص بجائے نوکری کرنے کے اپنے علمی قوت اپنے پیشہ مین صرف کرتا تو نہ صرف وہ اُس مین ترقی کرسکتا تھا بلکہ وہ اپنے پیشہ کو ذی عزت بنا سکتا تھا۔ دوسرے یہ بڑی دشواری ہے کہ ہندوستانی طبائع بڑی مشکل سے بدلی جاسکتی ہین۔ یہان مختلف قومین بستی ہین اور اکثر ون مین رذیل و شریف مین تفریق ہے پس اگر کوئی ایسے فرقہ کا شخص جو رذیل سمجھا جاتا ہو اور جسے حسب رسم و رواج ملکی لوگ مُنہ نہ لگانا چاہتے ہون صرف امتحان پاس کرنیکی برکت سے کسی معزز کرسی پر خواہ وہ اسکول و کالج کی کرسی ہو یا کچہری اور عدالت کی بٹھا دیا جاے تو کبھی عوام الناس ایسے شخص کی دل سے عزت نہین کرسکتے۔ جبراً اور قہراً اور بات ہے۔ تعلیم ایسے شخص کی عقل کو تو ضرور رسا کردے گی فراست کو بڑھا دے گی لیکن اوسکی خلقی تہذیب اور سوشل آداب و اخلاق پر کتنا اثر پڑے گا ظاہر ہے۔ لکھنے کی چندان ضرورت نہین۔ اگر گورنمنٹ ہند نوکری دیتے وقت اِس امر کا خیال رکھہ سکتی کہ تعلیم یافتہ لوگ جو اپنے آبائی پیشہ کو ترک کرکے نوکری اختیار کرنا چاہتے ہین اپنے پیشہ ہی کی طرف راغب کئے جائین تو نہایت درجہ مناسب ہوتا اِس سے علم کی وقعت بھی قائم رہتی اور ہندوستان کی صنعت اور حرفت وغیرہ جنکے گھٹتے اور مٹتے جانیکی

وجہ سے ہندوستان مین افلاس پہیلنے کا اندیشہ ہے دن بدن سرسبز ہوتی اور ترقی کرتی ۔ کچہ شک
نہین ہے کہ ایک ناخواندہ بڑہیے جو کام بناتا ہے اوسکی نسبت تعلیم یافتہ بڑہئی بہت عمدہ باقاعدہ اور
درست کام قابل قدر کے بنائیگا اور اپنے کام مین ایسے ذریعہ اپنے علم اور عقل کے سبب پیدا کریگا جنمین سہولیت
اور آسانی کے علاوہ تخفیف خرچ بہی ہے اور کام مین خوبصورتی چپک دمک اور استحکام وغیرہ پائی جائین
بس اس بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سلف مین حرفت اور صنعت کا کام بلا علم تہا اور اب جو
اہل ہند پیشہ ورون سے تعلیم پاکر اس قابل ہوئے کہ اپنے پیشہ کا کام اچہا طیار کرسکین تو بعد حصول
علم کے عمل اوسکا نہین کرتے یعنی پہلے ضلالت تہی اور اب بطالت ہے اور یہ دونون امر قبیح ہین۔
افسوس کا مقام ہے کہ سلف مین ہند مین تعلیم عام نہ تہی اور اس واسطے پیشہ ور اندہون کی طرح اپنا اپنا
کام کرتے تہے اب جو سلطان وقت نے اونکو علم سکہایا تو وہ اپنا کام نہین کرتے حق تعالی ملک ہند کے
باشندون پر رحم فرمائے اور اونکی فہم کو راہ راست پر لائے تاکہ جو عمدہ نتائج اونکے لئے تعلیم سے امید کئے گئے
ہین اونکو حاصل ہون اور تحصیل علم اونکی اوقات کے تضیع کا باعث نہو۔
کہتے ہین کہ علم مانند ابر کثیر کے ہے اور اہل علم مثل زمین کے یعنی جب ابر سے نزول باران ہوتا ہے تو اچہی
زمین پانی کو قبول کرتی ہے اور اُس سے طرح طرح کے درخت و پہول پیدا ہوتے ہین اور جس زمین مین
نشیب ہوتا ہے اوسمین پانی جمع ہو رہتا ہے گو اوسمین پیدا کچہ نہین ہوتا مگر اوس سے خلقت کا بہت
کام نکلتا ہے اور جو زمین شور یعنی بنجر ہوتی ہے اوسمین کچہ پیدا نہین ہوتا اسیطرح اہل علم بعضے ایسے ہوتے
ہین کہ آپ پڑہتے ہین اور نیز عمل کرتے ہین اور بنی نوع انسان کو پند و نصائح سناتے ہین اور سیدہی راہ
پر لگاتے ہین اور کتابین تصنیف اور تالیف کرتے ہین اور طالبعلمون کو تعلیم دیتے ہین۔ اور بعضے ایسے
ہوتے ہین کہ علم رکہتے ہین عمل نہین کرتے مگر اور لوگ اونسے پڑہتے ہین اور نیز عمل کرتے ہین اور بعض ایسے ہین کہ
علم کو حاصل کرتے ہین اور بموافق اُسکے نہ آپ چلتے ہین اور دونکو تعلیم کرتے ہین غرض یہ کہ جیسے زمین تین قسم پر منقسم ہے اسیطرح
اہل علم بہی تین قسم پر ہین اول وہ کہ آپ بہی اپنے علم سے منتفع ہوتے ہین اور غیرون کو فائدہ پہونچاتے
ہین دوسرے وہ کہ اورون کو نفع پہونچاتے ہین اور آپ محروم رہتے ہین۔ تیسرے وہ کہ نہ آپ

منتفع ہوتے ہین اور نہ اورون کو فائدہ پہونچاتے ہین۔ نتیجہ قسم اول یعنی جو آپ بہی اپنے علم سے منتفع ہوتے ہین اور نیز غیرون کو فائدہ پہونچاتے ہین نہایت عمدہ ہے اور اوسکی پیروی ہر شخص کو لازم و مرغوب ہے۔

علم باعث خوشی انسان

ایک آدمی ہمیشہ یہ کہا کرتا تہا کہ جس چیز سے جانورون کو خوشی حاصل ہوتی ہے اوسی چیز سے انسان کو بہی خوش رہنا لازم ہے جیسے کہ جانور کہانے سونے اور چلنے پہرنے سے خوش ہین اوسیطرح انسان کی خوشی کے لیئے بہی وہی باتین کافی ہین اوس آدمی کی یہ بات سُنکر ایک روز کسی اوستاد نے ایک سُور کا بچہ کیچڑ مین سے نکال کر مخملی سند پر بٹہادیا اور اوس آدمی کو کیچڑ مین ڈال دیا اور کہا کہ اگر تمہارے نزدیک جانور اور آدمی کی خوشی یکسان ہے تو بس تمکو کیچڑ ہی مین اور سور کو مسند پر خوش رہنا چاہیے تب اوس بیوقوف کو خوشی کی قدر معلوم ہوگئی اور وہ اوس اوستاد سے پوچہنے لگا کہ مہربانی کرکے آپ یہ بتلایئے کہ جانور اور آدمی کی خوشی کا کیا فرق ہے اوس بزرگوار نے جواب دیا کہ بہائی خوشی مانند غذا کے ہے اور حواس خمسہ مین سے ہر ایک حس کی غذا یعنی خوشی جدا جدا ہے بس اور سب خوشی تو انسان اور حیوان مین برابر ہے لیکن جو عقل اور سمجہ خدا نے انسان کو عطا فرمائی ہے وہ وقوف اور ہوش جانور کو نہین دیا اسلیئے انسان کو اپنی خوشی حاصل کرنیکے لیئے عقل و شعور کی غذا یعنی خوشی حاصل کرنا چاہیے اور اسکی خوشی پڑہنے لکہنے اور ہر طرح کے علم سیکہنے اور علم کا چرچا کرنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ غذا ہر ایک کی وہی چیز ہے جس سے وہ تازہ اور قوی ہو اور اس دلیل سے ثابت ہوا کہ عقل کی طاقت علم ہے انسان کو علم حاصل کرنا چاہیے۔

علاج جہل

جب نادان اپنی نادانی کو جانتا ہو اوسکو جہل بسیط کہتے ہین یہ جہل ابتدا مین اسلیئے اچہا ہے کہ جو شخص اپنے تیئن نادان جانیگا دانا ہونیکا قصد کریگا لیکن اس جہل پر قایم رہنا اور علم کی تحصیل نکرنا بہت بُرا ہے

چونکہ بنی نوع انسان کی پیدائش اسی حالت پر ہوئی ہے پس ہر شخص کو مناسب ہے کہ اس معاملہ مین غور کرے کہ انسان کو بہ سبب نطق اور تمیز کے اور جانورون پر بزرگی حاصل ہے اور جاہل جو یہ بزرگی نہین رکہتا وہ حیوانات کی مانند ہے اگر جاہل ایسی مجلس مین جو کسی علم کی بحث کے واسطے مقرر کی گئی ہو حاضر ہو تو انسانی خاصیت یعنی گویائی چہوڑکر ناچار خاموشی اختیار کریگا اور خود اس بات کا مقر ہوگا گفتگو اوسکی جانور کی بولی کی مانند ہے کیونکہ اگر انسانی تقریر سے مناسبت رکہتی ہوتی تو اس مجلس مین علما کے روبرو بات چیت کرسکتا بلکہ انصاف سے غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ انسان سے بہی کم رتبہ ہے کیونکہ ہر جانور اپنی ذاتی صفتون مین کامل ہے اور آدمی وحشی صفت یعنی جاہل حیوانی وصفون مین بہی ناقص ہے۔ الغرض جب اوسکو ایسے سوچ بچار سے اپنی نالیاقتی اور بے وقعتی پر شرمندگی اور آگہی ہوگی تو یقین ہے کہ اوسکو علم کی تحصیل کا شوق ہو۔ بے علم آدمی جہوٹے خیالون سے اپنے آپ کو عالم جانتے اوسکو جہل مرکب کہتے ہین اس سے زیادہ کوئی رزیلت انسان کو خراب اور گمراہ کرنیوالی نہین ہے جسطرح سے اطباء بدنی بعضے مہلک یا دیرینہ مرض کے علاج سے مجبور ہوتے ہین اسیطرح اطباء انسانی بہی اس مرض کے معالجہ مین عاجز ہین کیونکہ ایسے شخص کو اپنے جہوٹے گمان سے کسیطرح اپنی خطا پر آگہی نہین ہوتی ہے اور جب تک کہ خبر نہو ہرگز علم کی خواہش نہین ہوسکتی اس جہل کے دور کرنیکے لئے علم ریاضی کی تعلیم و ترغیب نہایت عمدہ و مفید ہے اسلئے کہ جب اوسکے مسئلون اور دلیلون پر غور کرنیسے یقین کی کیفیت کسیقدر حاصل ہوگی اور اپنے جہوٹے عقیدے سے خبردار ہوگا تب اوسکا جہل مرکب بسیط ہوجاویگا یعنی اپنی نادانی کو جانیگا اور یقین ہے کہ علم کی تحصیل مین کوشش کریگا۔

حاصل علم

دنیا مین خدا نے جو چیز پیدا کی ہے اوس کے لئے کوئی غایت ضرور ہے۔ ہر شے جو تم دنیا مین دیکہتے ہو اوس سے کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور متصور ہے کوئی چیز کسی قسم کی اس دنیا مین بیکار نہین ہے اور پہر ہر ایک دوسرے پر ترجیح دی ہے خواہ انسان ہو یا حیوان معدنیات ہون یا نباتات۔ مثلاً دہی تہر ہے کہ راتدن

تمہارے پیرون سے کچلا جاتا ہے اور تمکو اصلا خیال نہین آتا وہی پتہر ہے کہ شہنشاہان جہان اپنے تاج مین لگانے سے فخر کرتے ہین وہی پتہر ہے کہ شاہزادیون اور رانیون کا ہر وقت گلے کا ہار رہتا ہے اوسکو تو خدائے حقیقی نے کتنی فضیلت دی ہے اور اسکو کس قدر ذلت مین گرایا ہے نباتات مین سے تو تلسی کا درخت ہے دیکہو اہل ہنود اوسکو کیسا عزیز رکہتے ہین حتی کہ پرستش بہی کرتے ہین اوسکا گہر مین رکہنا ایک بہت بڑا مبارک خیال کرتے ہین اور اگر سچ پوچہو تو وہ حکمت کی رو سے قابل تعظیم ہی ہے اوسمین ایک قسم کی قوت جاذبہ ہوائے سمی ایسی ہوتی ہے کہ جیسے مقناطیس مین قوت کشش فولاد رکہی گئی ہے جس گہر مین یہ درخت ہوتا ہے وہان بیماری کم اپنا جلوہ دکہاتی ہے کبہی کسی قسم کی سمی ہوا ہرگز بہت جلد اثر نہین کرسکتی یہ حکمار ہند کی ایک بہت بڑی حکمت تہی کہ اونہون نے اِس درخت کو عقلاً واجب التعظیم گردان کر معزز بنایا بلکہ زیادہ احتیاط کے لئے پرستش کا بہی حکم دیا تاکہ عوام اوسکو فضول سمجہکر ترک نہ کردین اور ہمیشہ یہ سلسلہ ائین جاری رہے اور پہر اوسکو برخلاف اوسکے مقابل تم ببول یا کیکر کو دیکہو کہ علاوہ اوسکے فائدے یا نقصان کے ہر شخص اوسکو منحوس سمجہتا ہے اور اوسکو گہر مین لگانا نہایت ہی عیب خیال کیا گیا ہے اسیطرح سے انسانون مین ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ ایک وہ شخص ہے کہ جسکے آگے سینکڑون خدا کے بندے گردنین جہکاتے ہین اور ایک وہ مخلوق ہے کہ کوئی متنفس اوسکے پاس کہڑا ہونا بہی برا خیال کرتا ہے لیکن یہان ایک بہت باریک بات یہ پیدا ہوتی ہے کہ خداوند تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اوسکے اشرف ہونیکی فقط یہی دلیل ہے کہ یہ اپنی حالت آپ بدل سکتا ہے اور درخت یا گہوڑے بیل بکری مین یہ قدرت نہین عطا کی مثلاً تم ابہی دیکہتے تہے کہ ایک شخص گلی در گلی جوتیان چٹخاتا پہرتا تہا اور ابہی بگہی پر سوار چلا جاتا ہے یا ابہی کوئی آدمی گلے مین جہولی ڈالے ہوئے بہیک مانگتا پہرتا تہا اور ابہی سواری مین اوسکے پیچہے آدمی بچو بچو کہتے ہوئے چلے جاتے ہین۔ پس یہی باعث شرف ہے کہ اوسکو باقدرت پیدا کیا ہے اور اور مخلوق کو مجبور رکہا تو کس چیز نے اوسکو ایسا بنا دیا کہ ابہی تو اوسکو کوئی نگاہ بہر کر بہی نہین دیکہتا تہا اور ابہی آنکہون مین

بٹھانے لگے وہ علم ہے کہ جو اوسکو سب کی آنکھونمین معزز بنا دیتا ہے شاہ سے لیکر فقیر تک سب اوس کے محتاج ہین یہ سب کا مطلوب اور تمام جہان اسکا طالب ہے اسکی ہی جستجو مین انسان نے ہزارون پہاڑون کو کاٹ ڈالا لاکھون جنگلون کو گلستان بنایا سیکڑون اُجڑے ہوئے ملکون کو آباد کیا سمندرون کو پایاب کر دیا ہزارون غواصون نے مدتون بحر تلاش مین غوطے لگائے بجلی کو مقید کیا لیکن ان سخت کوششون پر بہی کسیکو اوسکا پورا پتہ نہین لگا ہے اور اوسکی امید ہی رہی۔ ہان اتنا ہوتا ہے کہ جس کسیکو یہ اپنا سچا طالب دیکھتا ہے اوسکو پورا نہین تو تہوڑا ہی جلوہ دکھا دیتا ہے اگر تمام جہان کے لعل اور عمدہ عمدہ چیزین اور جواہرات ایک طرف رکہو اور علم کو دوسری طرف خیال کرو تو جب بہی اتنی بہی تو نسبت نہین ہو سکیگی کہ جتنی قطرے کو بحر سے یا ذرّے کو آفتاب سے ہے۔ لوگ انسان کو تو اشرف المخلوقات کہتے ہین لیکن میری راے اگر سلامتی پر ہو تو علم کو اشرف المخلوقات کہنا چاہیئے۔

فلاطون کو اسنے فلاطون بنایا ارسطو کو اسی نے ارسطو کیا حکیم فارابی کو اسنے معلم ثانی کہلایا شیخ بو علی سینا اسی سے شیخ الرئیس بنے یہ سب اسیکا صدقہ ہے کہ علما کا نام قیامت کے دن تک مثل جگمگاتے ستارونکے صفحۂ دنیا پر چمکتا رہیگا یہ اسیکے لطف کی وجہ ہے کہ ہر شخص روز رستخیز تک اونکے اقوال کو بڑے فخر سے دلمین جگہہ دے گا علاوہ اِن سب باتون کے یہ کتنی بڑی بات ہے کہ وقت پر ٹوٹی کشتی کا ناخدا اخرمن صرصر زدہ کے لیئے باران رحمت مایوسی کی جگہہ صورت امید مغموم کا انیس غرض اسیطرح سے ہر ایک کی فریاد سنتا ہے۔ آہ وزاری کو پوچھتا ہے طوفان مین کشتی نوح کا یہی ناخدا تہا یعقوب کا کنعان مین یہی تسکین بخش تہا۔ حضرت یوسف کے قید خانہ مین اسینے دلجوئی کی ہے۔ دنیا کے قیام کا مدار اسپر رکہا گیا ہے۔ عزیزونکا عزیز شریفونکا شریف۔ شاہون کا شاہ خدا نے اسیکو بنایا ہے۔ اسیکے چاہ مین ہزارون نے دشت طلب کی وہ خاک چہانی ہے کہ جنکے آگے قیس و فرہاد بہی گرد ہین وہ وہ زور دکہائے ہین کہ آسمان تک کو ہلا ڈالا۔ رذیل کو شریف۔ ذلیل کو عزیز۔ جاہل کو عالم۔ نادان کو حکیم اسینے بنایا ہے۔ اِسی کے لغوی معنی جاننے کے ہین مگر اصل مبداے انکشاف کو علم کہتے ہین علم کی بہی کئی قسمین ہین۔ الٰہی۔ ریاضی۔ فلاحت۔ سیاحت۔ حکمت۔ طبعی۔ ہندسہ

ہئیت ۔طب ۔کیمیا ۔ وغیرہ اب ان مین سے جس علم کو دیکھو اوسکا مفہوم جدا ہے ۔علم الٰہی دیکھو گے تو اس سے
ویسے ہی مشاہدے جلوہ دینگے ۔ ریاضی کی طرف نظر ڈالو گے تو تمام زمین و آسمان چاند سورج ستارے
سب کی پیمائش آسانی سے کرلوگے ۔ فلاحت کی جانب خیال کروگے تو سمان ہی اور معلوم ہوگا اسیطرح
سیاحت بھی اپنا شانشہ جداگانہ دکہائے گی ۔حکمت کو جب نظر کروگے تو ہر شے کی حقیقت صاف طور
سے آنکھون کے آگے مجسم آن کھڑی ہوگی ۔طبعی کا اگر تصور کیا سب ستارون کی گردشین بجلی کا کڑکنا بادلون
کی گڑگڑاہٹ ۔ہوا کے تیز تیز جھونکون کی پورے طور سے کیفیت کہلجائیگی ۔ہندسہ کی طرف اگر قوت
متخیلہ کو جودت دی تو تمام دنیا کے خزائن کا دم بھر مین حساب ہوگیا آیندہ و گذشتہ کی آسانی سے
حالات معلوم ہونے لگے ۔ ہئیت کی جانب اگر ذہن متوجہ ہوا تو صدہا طرح کے دوائر کے دوائر نگاہون
کے آگے کھنچ گئے ۔ طب پر جو نظر ڈالی تو صدہا طرح کے نباتات کی خاصیت کی کیفیت معلوم ہوگئی ۔
غرض اسیطرح سے ہر علم اپنا مفہوم جدا جدا رکھتا ہے وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہین جوان سب مین
سے بہرہ لیگئے اور اونکے برابر کوئی بد نصیب نہین کہ کچھہ حاصل کرنا تو درکنار نام سنکر بھی مشرف نہ ہوئے
پس وہی قوم مغضوب خیال کرنا چاہیے جس مین آج کل صفت الٰہی یعنی علم نہین ہے خداوند تعالیٰ کا
اسی بات پر غضب ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جس سے خفا ہوتا ہے فوراً اپنی امانت چھین لیتا ہے اور جس
سے خوش ہوتا ہے اوسکو یہ اپنی خاص امانت دیدیتا ہے دیکھو کہ بقراط و سقراط کو مرے ہوئے ایک
زمانہ گذر گیا لیکن پھر بھی زندہ ہین ۔جب تک اہل ہنود نے اسکو اپنا مطلوب رکھا تب تک تمام جہان
مین معزز مہذب لیئق کہلائے اور اوسکی چاہ جب دل سے نکال ڈالے تو پھر نہ حکومت رہی نہ شوکت
نہ راج رہا نہ سلطنت آزادی کا تاج بھی چھن گیا ۔شرف کے تخت ہی سے اوتار لئے گئے غرض یہانتک
نوبت پہونچی کہ دست نگر بن گئے ۔اسکے بعد جب تک مسلمانون کے پاس گوہر غلطان رہا تب تک
انہین کا راج تہا یہی حاکم تہے یہی تمام دنیا کے مفخر تہے زمانے مین انہین کا طوطی بولتا تہا غرض مثل آفتاب
روشن کے ساری دنیا ان کی روشنی دیکھتی تہی اور جب یہ گوہر بے بہا انہون نے بھی ہاتھہ سے کہودیا تو پھر
نہ وہ حکومت تہی کہ جسکے صدقے مین یہ حاکم کہلاتے تہے نہ وہ شوکت تہی کہ جس سے سکہ چلتا تہا ۔نہ وہ

عظمت تھی کہ جس سے لوگونکی نگاہون مین توقیر تھی غرض جو کچھ تھا وہ سب چھن گیا فقط نام ہی نام باقی رہگیا اسیطرح جب انگلش قوم جلوہ علمی سے فیض پذیر ہوئی تو خود ہی دیکھ لو کہ اونکی ہر ایک بات کو تم ہی نظر حیرت سے دیکھتے ہو آج کل علم ہی کی وجہ سے زمانہ اونہین آنکھونپر بٹھاتا ہے۔ وہ حوادث زمانہ سے کبھی مُنہ نہین پھیرتے ہر کام مین مستعد اور ہر بات مین چالاک نہ کہین تساہل سے غرض نہ سُستی سے مطلب غرض جو کچھ ہے سب علم ہی سے ہے اور جو کچھ ہوگا سب علم سے ہوگا۔ علم ہی یہان معزز بنائے گا اور علم ہی عقبے مین کام آئیگا غرض علم و ہنر سے جس قدر فائدے حاصل ہوتے ہین اور جتنے ضرر جہالت و بے ہنری سے پیدا ہوتے ہین شرح اونکی حیز بیان سے زیادہ ہے علم کی تعریف بیان مین آنی لائق نہین ہے چنانچہ لارڈ بیکن صاحب کہ زبردست فضلاے انگلستان سے گذرے ہین فرماتے ہین کہ علم کی بہتر تعریف خاموشی ہے یعنی جہان گفتگو کی حد نہو وہان سوائے خاموشی کے کیا چارہ بقول شخصے ع خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست۔

تعریف علم و بحث فاضل و جاہل بقول اَلعِلمُ قُوَّۃٌ - وَ- اَلسَّیفُ قُوَّۃٌ۔

علم ایک گوہر ہے دریائے نجات کا جسکو یہ دستیاب ہو وہ گویا دولت بے زوال سے مالامال ہے یہ ایک جوہر ہے کان شرافت کا جو کوئی اسکے حاصل کرنے مین کامیاب ہو وہ حشمت و سعادت دارین سے نہال۔ علم ایک صیقل ہے کہ جس سے زنگ جہالت و خباثت آئینہ طبیعت انسان سے رفع ہوکر فضیلت و شرافت چمکنے لگتی ہے یہ ایک آفتاب عالمتاب ہے جس کے نور سے تیرگی قساوت دور ہوکر قلوب خلایق نور اخلاق سے پرنور ہوتے ہین یہ ایک آئینہ ہے کہ جس سے تمام دنیا کے حال کے چہرہ کا عکس جون کا تون دکھائی پڑتا ہے۔ یہ ایک کنجی ہے کہ جس سے مقفل صندوق طرح طرح کے بھیدون کے بسہولیت کھل سکتے ہین۔ یہ ایک سیڑہی ہے کہ جس سے انسان اپنی مشکل مراد کے کوٹھے پر بآسانی چڑھ سکتا ہے۔ یہ ایک شربت آب حیات ہے کہ جس سے ہر تشنہ سعادت کی پیاس بجھکے آسایش حیات ابدی ملتی ہے یہ ایک ایسا چشمۂ فیض ہے کہ جسطرف ہوکر نکلا [illegible]

ضلالت ہر کہ و مہ کو آب ہدایت سے سیراب کردیا جس ملک مین اسکی ترقی ہوئی وہ اور ملکونسے زیادہ نیک نام مشہور ہوا جو قوم اس سے متصف ہوئی وہ اپنے ہمجنسون سے افضل تر شمار کی گئی چنانچہ حکیم بزرجمہر نے کہا ہے کہ مینے اپنے اوستاد سے پوچھا کہ علم پڑہنے سے مجھکو کیا حاصل ہوگا کہا اگر تو گمنام ہے تو نامور ہوگا اگر مشہور و معروف آدمی ہے تو زیادہ مشہور ہوگا۔ علم کو دولت بے زوال اور زر کو دولت ناپائدار کہتے ہین یعنی یہ کہ اوس دولت کو کمی اور اسکو قیام و ہمیشگی نہین۔ خیال فرمائیے تو یہ طرفہ سود مند خاصّہ دولت علم کا ہے کہ بخلاف زر کے خرچ کرنے سے بجائے زوال کے کمال پکڑتی ہے یہ دولت جتنی جتنی پرانی پڑے اوتنی ہی نئی ہوتی جاتی ہے چنانچہ حکیم کہتے ہین کہ طبیب اور معلم دیرینہ خوب ہوتے ہین یعنی علم اونکا بسبب پختگی و تجربہ کے معتبر ہوتا ہے۔ دولت زر کے رکہنے کو چوری کے خطر اور ہزارہا ضرر سے بچانیکے واسطے جائے محفوظ درکار ہے علم کی دولت کیلئے عالم الغیوب نے انسان کا سینہ وہ مخفی گنجینہ بنایا ہے کہ ممکن نہین جو کسی کو اوسکا دفینہ نظر بہی آسکے اس دولت کا کچہہ بوجہہ نہین جس کا لینا دینا گران گذرے نہ اسکا کوئی وارث نہ دعویدار و شریک ہے۔ یہ وہ جوہر شریف ہے کہ جس رزیل مین ہو اوسکو شریف کردے اور اگر شریف مین ہو تو کیا کہنا ہے پہر تو علم اوسکا گہنا ہے اور شرافت حُسن جسطرح حسین کو زیور کہلتا ہے ویسے ہی شریف کو علم پہبتا ہے اس علم ہی کے وسیلہ سے ہم فاصلہ دور دراز سے اپنے اعزّہ و احبّا کے مطالب دلی کس خوبی اور آسانی سے دریافت کرلیتے ہین ہزارہا کوس کے بُعد سے ایسا بے تکلف واسطہ کتابت اونسے رکہتے ہین کہ گویا وے ہمارے سامنے بیٹھے ہون اور ہم حسب دلخواہ اونسے باتین کررہے ہون اسیکے ذریعہ سے ملکون ملکون کا احوال معلوم ہوتا ہے بقول شخصے ؎

بیٹھکر سیر ملک کی کرنی	یہ تماشا کتاب مین دیکھا

اس علم کے طفیل سے ہم باشندگان بلاد و امصار غیر کے حال اور مصنفان و حکیمان متقدمین کی سرگذشت و اقوال سے ماہر اور اونکے مزاج و طبائع سے واقف ہوتے ہین اور بغیر دیکھے ایسا تعارف اون سے غائبانہ حاصل کرلیتے ہین کہ جیسے اون کو بچشم خود دیکھا ہو یعنی جب اونکے نتائج طبع اور تصنیفات و سیر

وتذکرات کو دیکھتے ہین توکیفیت مزاج وطبع مصنف سے آگاہ ہوکر اونکی ہمکلامی اور ملاقات کا سا حظ اٹھاتے ہین ہرچند کہ اونکو جہان گذران سے گذرے ہزارہا برس گذرے چنانچہ ایک صاحب اپنی تصنیف مین رقم فرماتے ہین کہ ٹدلسٹن صاحب آگرہ کالج کے پرنسپل کہ علم انگریزی مین فاضل اور زیرکی ودانشمندی ومنصف مزاجی مین کامل تھے ایک مرتبہ کسی عارضہ مین علیل ہوئے اونکے دیکھنے کو ایک دوست اونکے گئے بات چیت مین اونسے پوچھا کہ اس تنہائی مین کوئی خویش واقربا دوست آشنا نہین ہے آپ کا جی کیسے لگتا ہوگا اونہون نے تبسم فرماکر اشارہ اپنی الماری کی طرف کیا اور کہا دیکھو جتنی یہ کتابین ہین اونکے مصنف ہمارے دوست اور بھائی بند ہین ہم جس سے چاہتے ہین ہمکلام ہوتے ہین یعنی اونکی تصنیف کی ہوئی کتاب کو اوٹھا لیتے ہین اور پڑھکر اپنا جی بہلاتے ہین اس علم کی دولت کی بدولت کیا کیا دلچسپ مضامین کیسے کیسے باریک نکتے کیا کیا عمدہ تدبیرین سوجھتی ہین کہ بیشمار زرخرچ کرنے سے بھی وہ باتین میسر آنا دشوار ہین علم کے سبب سے کیا لطف کے مباحثے کیا کیا دلیلین اور کیسی کیسی تردیدین ہوتی ہین کہ جنکی شرح مین دفتر کے دفتر سیاہ ہون تو عجب نہین۔

کوئی **فاضل** اپنی قوت علمی پر نظر ڈال کر کہتا ہے **اَلعِلمُ قُوَّۃٌ** کوئی **جاہل** اپنی طاقت بازو کے زعم سے پکارتا ہے **اَلسَّیفُ قُوَّۃٌ** یہ اپنے قول کے ثبوت مین کہتا ہے کہ تیغ وشجاعت سے کہ دونون ایک دوسرے کی آرایش ہین سب زور گھٹکر ہین دیکھو ہم بذریعہ شجاعت کیسے کیسے زبردست دشمنون کو شکست دیتے اور کیا کیا کارخانے دنیا کے زیروزبر کرتے ہین۔ بزور تیغ بیدریغ کیسے بڑے بڑے ملک سر کرتے ہین ہماری امداد سے خراج ممالک ومحاصل اراضی حاصل ہوکر خزانہ سلطنت بھرتا ہے ہماری دلاوری سے تنازعات مالانحل فیصل اور کارہاے اہم حل ہوتے ہین ہم لوگ گوہر جان عزیز کو میدان کارزار مین قلمرو شاہی کیواسطے براہ خیرخواہی نثار کرتے ہین اپنے اوپر ترک خواب وخورش گوارا کرتے اور اپنے سینہ جرأت گنجینہ کو سپر تیغ حملہ اعدا بناکر رہتے ہین اور معرض ہلاکت مین پڑتے ہین دلاوران کارزار کی شجاعت باعث قیام سلطنت وسیاست رعیت ہے اور موجب اجراے احکام مملکت وسبب تنبیہ اشرار وآداب حکومت مردان کاری کی جرأت وہمت سے ہے شجاعت ایک فضیلت پسندیدہ

عقلاے متقدمین سے ہے چنانچہ کسیوقت ہندوستان مین یہ دستور تہا کہ روٹیان بلند درختون کی شاخون سے لٹکا کر لڑکون سے نشانہ لگواتے جو لڑکا تیر سے روٹی گراتا وہی کہا لیتا تہا اسیطرح سب لڑکے شوق سے روٹی گراتے اور کہاتے اور ہنر سیکہتے اور محنت وریاضت وشجاعت کی عادت کیا کرتے تہے پس اِس قسم کی تعلیم اونکی اِسی غرض سے ہوتی تہی کہ کار وپیشہ شجاعت وہ لوگ اختیار کرین اور صاحب علم شجاعت کے خوگر اور شایق نہین اوس سے متنفر علم کی جانب رجوع ہوتے ہین اِس سے بزدل کم ہمت معرکہ جنگ وجدال میدان کارزار وقتال سے خائف ولرزان کاراہم مین پریشان رہتے ہین چنانچہ **حکایت** ۔ ایک شریف کے دو لڑکے تہے ایک کو شوق تحصیل علم اور دوسرا شایق فن سپہ گری تہا جب سن بلوغ کو پہونچے ایک سردار کی سرکار مین دونون اپنے اپنے کام مین نوکر ہوئے اتفاق سے اوس سردار پر کوئی غنیم چڑہ آیا اور اسطرف سے بہی تیاری ہونے لگی چونکہ صاحب علم ہر وقت سردار کی مصاحبت مین رہتا تہا سردار نے اوس سے کہا کہ تم بہی اسلحہ خانہ سے ہتہیار اور اصطبل سے گہوڑا پسند کر کے لیلو کل تم کو بہی ہمارے ساتہ لڑنے کو چلنا پڑیگا اتنا سنتے ہی روح خشک ہوگئی مگر شرم کے سبب سے بہت خوب کہکر اپنے گہر آیا اور اپنی عورت سے کہا اب اس شہر سے بہاگو ورنہ کل سردار کے ساتہ مرنیکو جانا پڑے گا عورت اوسکی عقلمند تہی بولی جو شخص لڑائی مین جاتا ہے بے اجل نہین مرتا یہ کہکر اوسنے چکی مین چنے ڈالے اور پیسکر دکہایا اور کہا کہ دیکہہ جسطرح اسمین دانے ثابت رہ گئے اسیطرح لڑائی مین بہی لوگ بچ رہتے ہین بولا جو پس گیا مین ہون اِس کم ہمتی کو دیکہہ کے اوسکی عورت جہنجلا کر بولی سن اگر تو حق نعمت قدیم فراموش کر کے ایسے خاوند سے نمک حرامی کریگا اور اوس کا ساتہ چہوڑے گا تو مین بہی تیرا ساتہ نہ دونگی آخر کار شرما کر لاجواب ہوا صبح کو گہوڑے پر مسلح سردار کے ساتہ لڑائی مین روانہ ہوا جب دونون فریق میدان مین لڑنے کو طیار ہوئے مار و بجنے لگا اور گولا گولا دونون طرف سے چلنے لگا اوسکی روح فنا ہونے لگی حواس خمسہ پراگندہ ہو گئے اور گہوڑا ابہر کا تو خوف کے سبب سے اسنے سردار سے عرض کی کہ خداوند مین گرتا ہون سردار نے سمجہا کہ وہ کہتا ہے کہ مین مخالف کی فوج پر گرتا ہون سردار نے کہا ایسا کام نکیجیو تم اپنا گہوڑا میرے ہاتہی کے ساتہ

رکہو و تین دفعہ اوسنے یہی سردار سے کہا اور یہی جواب پایا آخرکار گہوڑا بہاگ کر اوسے حریف کے غول مین لے ہی گیا تب تو اوسنے کمر سے ڈوپٹہ کہول کر پہرانا شروع کیا دشمن کی فوج لڑنے سے باز رہی اور اوسکے پاس جاکر پوچہا کہ کیا پیغام لایا ہے کہا مجہے گہوڑے سے اوتارو تو کچہہ عرض کرون جب گہوڑے سے اوسے اوتارا بولا تم کس لئے لڑتے ہو جسطرح معاملت چاہو گے ہمارا سردار قبول کریگا اوس غنیم نے کہا کہ دس لاکہہ روپیہ دے اور اپنی بیٹی ہمارے بیٹے کو بیاہ دے بولا یہ بات ہمارے سردار کو قبول ہے اس کا جواب کل دیجاؤنگا تم خاطر جمع رکہو اس بات سے غنیم نے خوش ہو کر خلعت رخصت عطا کیا لڑائی موقوف کی دوسرے دن صبح کو اوس کا سردار لڑائی پر حسب معمول چڑہا تب حریف نے اوس سے کہلا بہیجا کہ کل تمہارا وکیل تمہاری طرف سے دس لاکہہ روپیہ اور بیٹی دینی قبول کر گیا ہے اب کیون لڑنے کو طیار ہوئے سنتے ہی اوس سردار نے کہا دیکہو کون شخص ہماری طرف سے وہان جاکر یہ بات کہہ آیا ہے اوسے میرے پاس لاؤ غرض اوسکو لوگ تحقیق کر کے لیگئے اوسوقت سردار نے پوچہا تو کس کے حکم سے ایسا اقرار کر آیا ہے بولا پیر و مرشد اسے حکم کیا چاہیے جو اس گہوڑے پر چڑہیگا وہی اقرار کر آویگا اس بات پر اوس کے آقا نے بہت ناخوش ہو کر سزا دی اور غنیم سے کہلا بہیجا کہ ہمارے یہان سے کوئی یہ پیغام لیکر نہین بہیجا گیا پس لڑائی پہر ہونے لگی غرض اسکے دل مین لڑائی کا خوف اول ہی سے ایسا سمایا ہوا تہا کہ جان بلب تہا بہرحال چار و ناچار بہاگنا ہی مصلحت نظر آیا جب بہاگا تو اوسکی دیکہا دیکہی اور لوگ بہی اوسکے ساتہہ بہاگے جاتے جاتے راہ مین ایک نالا آپڑا اور لوگ تو اوسکے اوپر سے گہوڑا کودا کو دا کر نکل گئے مگر اسنے گہوڑے کو روک لیا اور ہمت نہ پڑی کہ نالا کو دا کر نکل جاوے آپ ہی آپ یہ سوچا کیا کہ اگر گہوڑا کودے گر پڑے ٹانگ ٹوٹ جاوے یا مین خود ہی گر پڑون تو کیسا ہو یہی بحث اپنے دل مین کرتا اور کہتا تہا کہ اگر کود اؤن مگر گر پڑون اگر کود اؤن مگر گر پڑون اسی لیت و لعل مین فوج دشمن نے تعاقب کر کے آلیا اور جان سے مارا گیا بہائی اوسکا جیسا ہی تہا برابر لڑائی مین ثابت قدم رہا جب اوسکے سردار کی فتح ہوئی تو لڑائی جیتنے کے انعام و صلہ مین بہت کچہہ مرتبہ پایا **فاضل** اسکے جواب مین یہ تقریر کرتا ہے کہ چونکہ اہل علم پند و نصائح درباب ترک حرکات ناپسندیدہ و افعال ناشایستہ و کسب شعور و اخلاق و مروت کتابون اور بزرگون

واو ستادون سے سنتے اور سیکہتے رہتے ہین پس اوائل عمر سے جنگ وجدال وکارہاے خطرناک کی ہمت لوح خاطر پر جمکر نقش کالحجر ہوجاتی ہے اور نفاست ونزاکت ومتانت وسلامت روی اونکی طینت ہوکر آتش قوت غضبی کو مطلقاً سرد کرڈالتی ہے اس وجہ سے عالمونکا شعار راستبازی معقول پسندی دیانت وخوش خوئی اور جاہلونکا افتخار مکر وحیلہ طاقت وفربہی جہالت ومفسدہ پردازی سختی وجنگجوئی پر ہوتا ہے بعض جاہلونکا قول ہے کہ غضب عین شجاعت اور غیرت ہے یہ قول اونکا فضول وبے اصل ہے کیونکہ مغلوب الغضب اپنی بداخلاقی سے عزیزون اور دوستون اور نوکرون وغیرہ کو ہمیشہ آزردہ کرتا ہے اور وہ بیچارے اسکے دل کی تسکین اور آشفتگی رفع کرنے کو جس قدر منت اور سماجت کرتے ہین یا ناکردہ گناہون کو اپنے ذمہ لیتے ہین وہ حد سے زیادہ آشفتہ ہوکر ناگفتنی کہتا ہے اور کبہی کبہی حالت غضب مین تو یہ حال ہوتا ہے کہ اگر قلم کا قط اور قفل کا کہلنا یا آگ سلگنا اوسکی خواہش اور جلدی کے موافق نہو تو طیش مین آکر چباتا اور توڑتا اور بجہاتا ہے تمام بدن سے پسینہ نکل آتا ہے بلکہ ہوا یا مینہ اوسکی مرضی کے خلاف برسے تو خفا ہوتا ہے گالیان بکنے لگتا ہے۔ اے یار عزیز شجاعت قوت دل کا نام ہے اور وہ ایک فضیلت ہے لیکن علم افضل تر جوہر ہے اور بے علم کی عقل اور بغیر علم کی تدبیر کہ جز اعظم لڑائی اور جملہ امور کی ہے محال ہے چنانچہ حکیم سقراط نے کہا ہے کہ علم وعقل مشابہ روح وجسم کے ہین یعنی عقل بے علم جیسے جسم بے روح اور علم بے عقل جیسے روح بے جسم پس علم وعقل لازم وملزوم ہین اور جس طرح لڑائی کے وقت لوہا سونے سے زیادہ کام آتا ہے اسیطرح ہر حالت مین عقل سونے سے زیادہ انسان کے کام آتی ہے اور بغیر عقل وتدبیر کے ہتیار لینا جیسے مٹی کی مورت کے ہاتہہ مین کاٹہہ کی تلوار دینا۔ شجاعت بمنزلہ ایک ہتہیار کے ہے اور عقل وتدبیر مثل دست قوی کے اگر کسی شخص کا ہاتہہ بے ہتہیار ہو تو وہ کوئی کام کرسکتا ہے لیکن ہتہیار کو ہاتہہ نہ لگایا جاوے تو وہ بیکار ہے پس اسیطرح بے عقل وتدبیر کے صرف شجاعت ہیچ ہے۔ علم ایسی چیز ہے کہ جس کے سبب سے ملک داری وجہانبانی مین صلاح ومشورہ وانصرام امور مملکت کیواسطے احتیاج علما وحکما کی ہوتی ہے کیونکہ اس بات کے لئے نہایت عقل ولیاقت چاہیئے کہ ایک گروہ خلایق اپنا محکوم ہو جاوے اور سب آدمی سمجہتے رہین کہ

ہمارا سود و بہبود بالکل اسی حکومت کی فرمانبرداری مین ہے چنانچہ شیخ سعدیؒ کا قول ہے کہ علما کے قرب شاہی کے محتاج ہونیکی نسبت بادشاہ اونکی صلاح کے زیادہ تر محتاج ہین یعنی اگر علما و عقلا نہون تو کار مملکت مین خلل آجاوے خیال کرنا چاہیے کہ اہل یوروپ نے فوج کے واسطے قوانین و تدابیر جنگ عجائب آلات حرب و غرائب اسلحہ ضرب ایسے عمدہ عمدہ کلین کہ جنسے بڑے بڑے کام نکلتے ہین جو ایجاد کی ہین تو بزور علم و عقل نہ بزور شجاعت ہم اس موقع پر اوس معرکہ کی کیفیت جو فی الواقع چشم دید ہے بیان کرکے اپنے قول کی تائید کرواتے ہین

نقل جنگی لاٹ صاحب بہادر کے ملاحظہ کے واسطے دہلی مین ایک مرتبہ دور دور کی فوج جمع ہوئی اور امتحاناً مصنوعی جنگ عمل مین لانیکے واسطے دو فریق باہم مخالف قرار دیے گئے ایک عرصہ تک لڑائی مین ہر طرح کی چالاکیان طرفین سے ہوتی رہین معرکہ عظیم پیش رہا مگر کسی نے کسی پر فتح نہ پائی آخرکار ایک طرف کے حکام مین ایک روز شورہ ہوا اور باتفاق رائے سب کی ایک صلاح پختہ ہوئی اور آخر کو اونکی عقل کے زور سے ایک تدبیر کارگر ہوگئی وہ یہ تہی کہ رات کے وقت اونکے سپاہیون نے فریق مخالف کی سی پوشش اور وضع تبدیل کرکے جو مقام کہ دروازہ اونکے حصار حفاظت کا تہا اوسکے گارد کا پہرہ دہوکہا دیکر بدل دیا اور اپنی فوج بدلجمعی تمام حصار کے اندر پہونچا کر اپنا تسلط اور حکام مخالف کو مقید کرلیا اور ظفریاب ہوئے۔ اس عمدہ اور واجب التوصیف تدبیر جنگ کے عوض لاٹ صاحب بہادر کے حضور سے بہت کچہہ صلہ و انعام و مراتب اس طرف کے افسرون کو عطا ہوئے اب خیال کرنا چاہیے کہ اس موقع پر ہنوز نوبت جنگ و کارروائی تیغ و تفنگ و شجاعت بیدرنگ کی پہونچی بہی نہ تہی صرف عقل و تدبیر ہی کے ہاتہہ کی قوت سے تیر مقصد کا کمان سرعت سے نکلکر ہدف کامیابی پر پہونچ گیا پس ایسی عمدہ تدبیرین سوائے علم و عقل کے اور کس سے حاصل ہوسکتی ہین۔ علاوہ برین تحصیل علم مانع کسب ہنر اور کسب ہنر مانع تحصیل علم نہین یعنی جو کوئی علم سیکہے وہ دوسرا فن نہ سیکہے یا جو شخص کوئی فن یا پیشہ سیکہنا چاہے وہ علم حاصل نہین کرسکتا بلکہ اگر پیشے والے پڑہ لکہکر اپنے پیشہ مین قایم رہین یا جس دوسرے پیشے مین اونکی طبیعت لگے اوسے اختیار کرکے ترقی کرین تو موجب اوسکے فخر و عزت کے ہوسکتے ہین بہ نظر حقیقت انسان کی عزت پیشے سے نہین بلکہ یک گونہ پیشے کی عزت انسان سے ہے پیشہ کوئی ہو لیکن علم کی

قدر کم نہین ہوتی فردوسی طوسی فقط ایک دہقان زادہ تھا لیکن بسبب اپنے جوہر قابلیت کے ایسا نامور ہوا کہ جتنے شعراے فاضل ملک فارس اور ہند کے ہوئے سب اوسکو اوستاد مانتے آئے ہین۔ غور کرنا چاہیے اون ملکون کے کاریگرون کی دستکاریون پر جہان سب پیشے والون مین پڑہنے لکہنے کا رواج ہے دیکھیے کیا کیا کمال کرتے ہین اور سبب اوسکا یہی ہے کہ علم کی برکت سے اونکے ذہن مین صفائی اور تیزی آجاتی ہے سمجھ زیادہ ہوکر ہر صنعت کا مادہ بہم پہونچتا ہے لیکن یہ کسیطرح مناسب نہین کہ فقط کسی ہنر و پیشے پر اکتفا کرکے بہرہ علمیت و فضیلت سے محروم رہے کیونکہ اگر کوئی شخص سیف و قلم دونون کو اپنا ہتہیار بناوے یعنی فن سپہ گری و علم بہی حاصل کرے تو نوراً علی نور کہ اوس حالت مین اوس کی جرأت و عقل کی صلاح سے اوسکے جملہ امور عمدہ تر ہونگے اور اگر دونون باتین ممکن نہون تو تیرگی جہالت سے نکلکر جوہر اعلی تر یعنی علم کی جانب رجوع کرنا واجب ہے کیونکہ سواے فضائل باطنی کے علم کارہاے دنیاوی مین زیادہ بکار آمد ہوتا ہے چنانچہ **حکایت** - دو شخص اپنے شہر سے تباہ ہوکر کسی ملک مین گئے جو پڑہا ہوا تہا لڑکے پڑہانے لگا اور جو ہنر جانتا تہا وہ اپنا پیشہ کرنے لگا اتفاقاً وہ دونون بیمار پڑے جو پڑہا ہوا تہا وہ اوس حالت مین بہی پڑہاتا تہا اور اپنے واسطے رزق پیدا کرلیتا تہا اور جو ہنرمند تہا وہ بباعث مفلسی کے مرتا تہا کیونکہ اوس کا کام بے ہاتہہ پاؤن ہلائے نہو سکتا تہا پس ظاہر ہے کہ علم ہر حالت مین فائدہ مند ہے **رباعی**

قلم کہتا ہے مین شاہِ جہان ہون	اوسے جو لکہہ سکے سلطان بناؤن
اگر بدبخت ہووے تو بہی یکبار	اوسے دولت کی کچہہ لذت چکہاؤن

جاہل آپ کا قول یہ ہے کہ علم کارہاے دنیا مین بہت بکار آمد ہے اسکو حاصل کرینگے روزگار پاوینگے یا تنگدستی سے سبکدوش ہوجاوینگے مگر برخلاف اسکے ہماری راے مین علم افلاس و تنگدستی و حیرانی و سرگردانی و تلخی زندگانی کا موجب ہے ہم صریح دیکہتے ہین کہ بے علم اکثر دولت و مال سے آسودہ اور خوشحال فکر معیشت سے آزاد عیش کرتے ہین اور صاحب علم بیشتر محتاج خوار و خستہ کاسۂ افلاس در در لیے پہرتے ہین طفلی سے تو سخت جانفشانی تحصیل علم مین اوٹہائی اور بعد تحصیل باقی زیست مصائب و صعوبت گوناگون مین گنوائی ہمنے خود علما سے سُنا ہے کہ عالم بے دولت ہوتے ہین علاوہ برین علم کی قدر عنقا ہے ذرا

حاکم ضلع کی کچہری مین جاکر ملاحظہ فرمائے تو معلوم ہوجاویگا کہ اگر کہین سے دو چار قلی متلاشی روزی کے آجاوین تو انکو اوسی روز کام ملجاوے لیکن اگر ایک شخص خواندہ امیدوار روزگار آگیا تو سائل کا سوال بہی نہین لیا جاتا اور زبانی حکم ہوتا ہے کہ کوئی جگہہ خالی نہین ہے امیدوار بیچارہ مصیبت کا مارا ایک جگہہ سے محروم دوسرے حاکم کی امیدواری مین حاضر ہوتا ہے غرض آخرکار امیدوارونکی یہ کثرت ہوتی ہے کہ اگر کبہی حاکم نے دو بلائے تو دس حاضر آئے اور پہر بہی ایک پسند نہ آیا چنانچہ **حکایت** نام گرام صاحب کو گہوڑون کا بہت شوق تہا ایک روز ایک عربی گہوڑا مول لیا اسمین منشی صدرالدین نے ازراہ خیرخواہی کہا کہ اسپر پنجابی سائیس ہے تو اوسکی خدمت بخوبی ہو صاحب نے اصطبل سے سائیسون کے جمعدار کو بلاکر فرمایا کہ ہمکو ایک پنجابی سائیس تلاش کردے کچہہ روز جب گذر گئے صاحب کو وہ بات یاد آئی اوسے پہر بلواکر پوچہا کہ سائیس ملا یا نہین وہ بولا غلام ڈہونڈہتا ہے ابہی ملا نہین منشی نے کہا کیا بدذات ہے ایک مہینے سے ٹالتا ہے بولا پیر و مرشد بدذات کے کہنے کا برا نہین مانتا جو مزاج مین آوے سو کہئے تقصیر معاف یہ مولوی منشی نہین ہین جو ایک کے بلانے سے سو آن حاضر ہون یہ تو سائیس ہین بہنون کی تلاش مین ایک آدہ ملجائے نہین تو ملنا محال ہے یہ سنکر صاحب ہنسے اور امیدوار لوگ مولوی اور منشی جو اوسوقت حاضر تہے شرمندہ ہوئے اور منشی صدرالدین پشیمان ہوکر دم بخود ہورہے اور اگر خوبی تقدیر سے کوئی وسیلہ اور سفارش کسیکی حاصل ہوگئی اور حاکم کے حضور سے فوراً جواب نہ ملا تو امیدوار مہینون خوار قرض دام لیکر بعسرت تمام بسر کرتا اور مصیبت کے دم بہرتا ہے اسپر بہی نوکری ملنا خلوئے عہدہ پر منحصر یعنی حاکم حکم دیتا ہے کہ سائل تا خالی ہونے کسی جگہہ کے امیدواری مین حاضر رہے اب سائل کمبخت ہے کہ نان شبینہ کو محتاج شبانہ روز دست بدعا ہے کہ خدایا کوئی جگہہ خالی ہو غرض جب مدت ہوجاتی ہے اور کوئی صورت روزگار نظر نہین آتی ہے تو ملتجی ہوتا ہے کہ پروردگار کوئی اہلکار بیمار پڑے کوئی محرر رخصت لے کہ مین اوسکی عیوضی ہی مقرر ہوجاؤن آخرکار ناچار جب امیدواری کرتے کرتے جان سے عاری ہوجاتا ہے تو شب بیداری اور گریہ وزاری کے ساتہہ جناب باری مین مستدعی ہوتا ہے کہ الٰہی اب تو مجہے موت دے یا کسی ملازم کو تا کہ اگر مین مرون تو کشمکش دنیا سے نجات پاؤن اور جو کوئی ملازم مرے تو جگہہ خالی ہو کہ مجہکو پنجہ افلاس

سے رہائی ملے۔ پس جبکہ بے علم لوگ محنت و مشقت ایام تحصیل و صرفہ کثیر علم سے بچکر باسایش و آرام زندگی کا لطف اوٹھاتے ہین تو پہر دیدہ و دانستہ علم کی تحصیل کیواسطے جفاکشی کرکے اپنی طبیعت کے مرغ کو قفس مصائب مین بند کرنا اپنی آزادی کے پاؤن مین قید ترددات کی بیڑی ڈالنا کیا شامت ہے اور اس خرچ و عرق ریزی کے ساتھ تحصیل علم کرنیکے بعد بہی نتیجہ یہ کہ ہم اپنے ہمجنسون کے مقابل ذلیل و خوار و تنگدست و لاچار رہین واہ حضرت سلام آپکے ایسے علم کو فاضل یہ قول کہ عالم بیدولت ہوتے ہین درست ہے ہم بہی تسلیم کرتے ہین اور وجہ اونکے بے دولت ہونیکی بیان کرتے ہین امید ہے کہ آپلوگ بہی اوسکو سخن پروری خودغرضی جانب داری سے بری تصور کرکے خاطر شریف مین جگہہ دینگے۔

عالمونکے بے دولت ہونیکا سبب

پہلے تو عالمون کے مزاج مین قناعت اور بے پرواہی ہوتی ہے چنانچہ ابراہیم عادل شاہ نے ایک روز خوش ہوکر بہت سا روپیہ اونٹون پر لادکر ظہوری کے پاس بہیجدیا تہا تو اوسنے وہ سب فقیرون کو بانٹ دیا۔ دوسرے یہ لوگ اپنے بدن کا زیادہ بناؤ ٹہناؤ نہین کرتے چنانچہ جب نواب سعادت علیخان نے دو دفعہ مرزا قتیل کو بلایا تو آپ گزی کی ٹوپی سر پر دئے اور مٹی کا حقہ ہاتہہ مین لئے دربار مین چلے گئے۔ تیسرے یہ لوگ جہوٹہہ کم بولتے ہین اور سچ بات سب کو کڑوی لگتی ہے خصوصاً دولتمندون کو چوتہے بعض وقت اونکے منہ سے راست گوئی کی وجہ سے کلام بے ادبانہ بہی نکل جاتا ہے چنانچہ فیضی نے غیر منقوط قرآن بناکر درخت سے لٹکا دیا اور اکبر سے عرض کیا کہ آپ کے واسطے خدانے دوسرا کلام اللہ بہیجا ہے اور یہ شعر پڑہا ؎

شکر صد شکر کہ خیر البشرے پیدا شد	یک نبی رفت و بجایش دگرے پیدا شد

تو ایک عالم بدایونی نے جو وہان حاضر تہا جوش دین محمدی مین آکر اوسیوقت ایک دوسرا شعر پڑہا اور غیر علمداری مین چلا گیا ؎

حیف صد حیف کہ فرالبشرے پیدا شد	یعنی در دین نبی رخنہ گرے پیدا شد

پانچوین عالمون سے سب لوگ حسد رکہتے ہین چنانچہ عرفی ابو الفضل اور فیضی کی حسد کے سبب سے جان ہی
سے جاتا رہا چہٹے جبکہ آدمی کو علم کا شوق ہوتا ہے تو پہر دولت پیدا کرنیکا خیال دلپر نہین گذرتا ایک طالب علم کا
ذکر ہے کہ بہ سبب روپیہ نہونیکے چراغ جلانیکو تیل خریدنے کی بہی طاقت نہین رکہتا تہا رات کو جب کسی امیر کی
سواری نکلتی تو اوسکی مشعل کی روشنی مین کتاب پڑہتا ہوا سواری کے ساتہہ چلا جاتا ایک روز بادشاہ نے
یہ حال دیکہکر حکم دیدیا کہ اس لڑکے کو جو کچہہ خرچ کے واسطے درکار ہوا کرے خزانہ شاہی سے ملا کرے غرض
کئی مہینون کے بعد جب اوس لڑکے کا حساب دیکہا گیا تو معلوم ہوا کہ چنے اور تیل کی قیمت کے سوا اور کچہہ بہی
اوسکے خرچ مین نہین اوٹہا ساتوین جب آدمی عالم ہوتا ہے تو پروردگار یعنی بادشاہ حقیقی کی طرف دل اوسکا
جہک جاتا ہے پس اب غور فرمایئے کہ جو شخص عاقبت کی دولت پالیویگا وہ اس دنیا کی دولت پر ہاتہہ
ماریگا یا لات اور عالم لوگ جو اوصاف بے پرواہی وقناعت وراست گوئی وغیرہ کے سبب سے کہ جو خصائل
ملکی اور فضائل برگزیدہ جناب احدی ہین دولت دنیا سے کہ پائمال ہے بے پرواہ اور بہبود عقبی وسود دنیا
یعنی دولت علم سے کہ لازوال ہے مالا مال ہوتے ہین تو فی الحقیقت جاہلونکے مقابل بے قدر نہین اور قدر
ومنزلت دنیا مین ایک امر ظاہرداری کے واسطے ہے علم کے اصل فائدون کو دیکہنا چاہئیے کہ کتنے بیشمار
ہین اور کیسے بڑے بڑے ہین علم کی تحصیل سے خاص غرض یہ نہین ہے کہ علم مال ودولت جمع کرنیکی
گہاتین سکہاوے بلکہ جو لوگ نہایت عقلمند اور دانا ہین اونکی غرض پڑہنے لکہنے سے یہ ہے کہ اس سے
عقل آتی ہے وتفیت زیادہ ہوجاتی ہے جن باتون کو جاہل لوگ نہین جان سکتے وہ معلوم ہوجاتی
ہین ذہن کی صفائی فہم ادراک کی رسائی بڑہتی ہے یہانتک کہ دنیا کچہہ اور کی اور ہی نظر آنے لگتی ہے
اور جو لوگ اُن داناؤن اور عقلمندون سے اسفل اور کمتر ہین وہ فقط یہی سمجہتے ہین کہ ہم نوکر ہوجاوینگے
قدر ومنزلت ہماری زیادہ ہوگی اور اچہی طرح کہائین پئین گے - اور جو آدمی کہ بالکل پست ہمت اور ناداں
ہین وہ علم کے فائدے کچہہ بہی نہین سمجہتے تم ذرا آپ ہی اپنے گانون یا محلہ کے اُن لوگون سے جو پڑہے
لکہے نہون مگر ذرا سمجہہ رکہتے ہون اور بہلے مانس اور اشراف ہون پوچہہ دیکہو تو وہ کہتے ہین یا نہین کہ
البتہ پڑہے لکہے ہوے آدمی کی چار آنکہین ہوتی ہین یعنی دو یہی جو سب کے ہین اور دو آنکہین عقل

کی اور زیادہ ہوتی ہین یاد رکھو کہ بڑا فائدہ علم کا یہ ہے کہ اوس سے ترقی عقل و دانش کی ہوتی ہے بلکہ منطق
کے علم کی تحصیل سے اصلی غرض یہی ہے کہ انسان ہر بات کی غلطی کو دریافت کرسکے اور دہوکہا نکہائے
اور بغیر علم کے وسیلہ کے حق و باطل مین تمیز کرنا دشوار راہ راست حق طلبی کی محال ہے اور جب صاحب
علم خلعت شایستگی و علم سے آراستہ ہوتا ہے تو گداگری و بے حیائی سے وجہ معیشت حاصل کرنے مین
شرم دامنگیر ہوتی ہے اور عزت و آبرو کے ساتہہ نان جوین سے پیٹ بہرنا اور شکر خدا کرنا پسند کرتا ہے
اور اپنی وقعت کے لایق کاروپیشہ اختیار کرتا ہے - قلیہ نکو جو تم کہتے ہو کہ وجہ رزق جلد میسر آجاتی ہے
تو اگر کوئی صاحب علم بہی اپنے علم پر خاک ڈالکر قلیونکا کام جیسے پنکہا کہینچنا ٹٹی چہڑکنا جوتا اوٹہانا بہول
چوک پر گالیان اور ڈنڈے کہانا اختیار کرے تو کیا اوسکو اوتنی ہی جلد کام نہ ملجاوے - رہا یہ کہ علم
کی قدر معدوم ہے پس وجہ اوسکی بیقدری کی خود ثبوت اوسکی قدر کی ہے یعنی جب علم کی قدر بدرجہ
غایت ہوئی تو اوسکی اس قدر ترقی ہوئی کہ دریاے علم گہر گہر موجین مارنے لگا دولت علم کی ہر جگہ بٹنے
لگی تو خواندہ آدمی زیادہ بہم آنے لگے چونکہ قاعدہ ہے کہ جو شے افراط سے میسر آتی ہے اوسکی قدر کم ہوجاتی
ہے مثلاً پانی اور ہوا کہ بباعث زیادتی کے ایسے بیقدر ہین کہ اونکو کوئی مفت بہی لینا قبول نہین کرتا حالانکہ خیال
کیجئے تو کتنے فائدے اور کام کی چیزین ہین - پس جب محکمہ جات تعلیم سے ہر سال طلبا اس کثرت سے
باہر نکلکر امیدوار روزگار ہوتے ہین کہ جنکی ضرورت کچہریون مین ملازم کرنیکی نہین ہے اور ہر سال کچہریان
اتنی جدید قایم نہین ہوتین نہ کوئی عہدہ قدیم خالی اور عہدہ جدید قایم ہوتے ہین کہ ملازمونسے پر کئے جاوین
ایسی حالت مین جوق جوق امیدوار جو کچہریون مین آتے ہین تو صاف جواب پاتے ہین لیکن باینہمہ اونچے
اونچے عہدے اور ممتاز مرتبے عالمونکے ہی واسطے ہین علما ہر حال مین جہلا سے ممیز ہین کیونکہ اگر
علم کی قدردانی اور اسی سبب سے علما کی تلاش و بہم رسانی عمل مین آوے اور اونکو امور سلطنت و مہمات
مملکت سرانجام کرنیکو تفویض نہون تو بغیر عالمونکے علم و عقل کی مدد کے صرف جاہلون کے ہاتہہ پاؤن
کی امداد شجاعونکی بہادری اور پہلوانون کی قوت و طاقت سے انتظام ملک داری بعدل و داد نہین
ہوسکتا ہے آب ہم نصحواسے ع جواب جاہلان باشد خموشی - ختم کلام اس قول منصفانہ پر کرتے ہین

کہ علم انسان کے واسطے سعادت واوصاف حمیدہ کے حاصل ہونیکا ذریعہ اور جہل گرداب ضلالت وطریق ناپسندیدہ مین غرق ہونیکا وسیلہ ہے دراصل غرض تحصیل علم کے اوسپر عمل کرنے اور اخلاق وحسن وخوبی باطنی حاصل کرکے خصایل ناشایستہ کے ترک سے ہے پس اگر کوئی شخص فاضل ہے لیکن جاہل سیرت حرص وحسد وبغض وطمع ونخوت مین مبتلا تو وہ قرین راے صواب گزین اصحاب فراست کے جاہل سے بدتر ہے اور ایک شخص جاہل ہے الا عالم صفت تہذیب اخلاق سے آراستہ نااہلی وخبث نفسی سے مبرّا تو بدلالت ارباب حقیقت مین فاضل سے افضل ہے۔

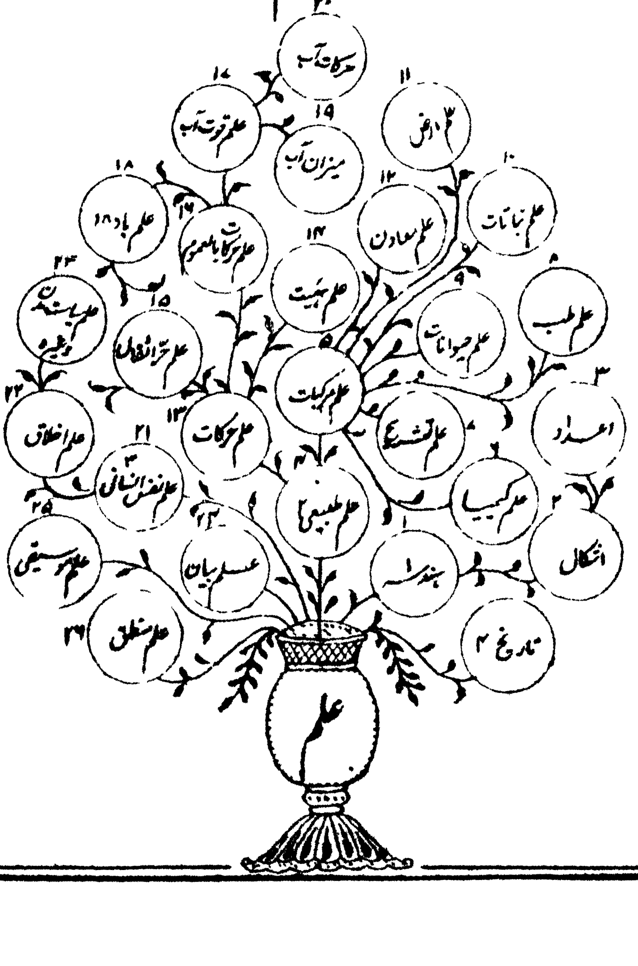
تقسیم علم

انگریزی مین مصنفون نے تقسیم علم کی اپنی اپنی راے پر کئی طور سے کی ہے مگر سب کم وبیش یکسان ہے لارڈ بروہم صاحب نے کہ ولایت انگلستان کے بڑے حکیمون مین سے ہین علم کی تقسیم کے باب مین لکھا ہے کہ علم منقسم ہوسکتا ہے تین بڑی قسمون پر ایک وہ کہ اعداد ومقادیر سے متعلق ہے ایک مادہ سے ایک نفس انسانی سے۔ پہلی قسم کو علم ہندسہ کہتے ہین اور اوس سے خواص اعداد اور اشکال کے جانے جاتے ہین دوسرے کا نام علم طبیعی ہے اوس سے خواص اُن اجسام اور اجرام کے معلوم ہوتے ہین جو حسّونکے وسیلہ سے محسوس ہون تیسری قسم علم نفس انسانی ہے یعنی علم اخلاق اور اسمین بحث ہے کیفیت نفس ناطقہ سے جس کے وجود کا یقین کامل تخیلات اور تصورات پر اوسکے تصرف رکھنے سے ہوتا ہے یا یہ کہ وہ علم ہے جس مین بحث ہے آدمی کے نفس کے حسن وقبح کی خواہ اوسکی حالت تجرید مین خواہ مشارکت جماعت کے عالم مین۔ چوتھی قسم علم کی تواریخ جسمین ہر قسم کے علوم کی باتین لکھی ہوتی ہین مشترک تمام علمون سے ہے اور مدد ومعاون اون سب کا ہے گو اون علمون کے شمار مین داخل نہین علم ہندسہ منشعب ہے دو شعبون پر ایک حساب یعنی اعداد دوسرے تحریر اقلیدس یعنی علم اشکال اور علم طبیعی کی بھی بڑی شاخین دو ہین ایک مین شیئون کی اوس حرکت کا بیان ہے جو دیکھنے مین آتی ہین اور اس سبب سے یہ شاخ اول اور بہت مفید ہے اسکو بھی علم طبیعی کہتے ہین اور دوسری شاخ سے ترتیب اور خاصے تمام

جسمونکے دریافت ہوتے ہین اور اوسکی کئی فرعین جدے جدے نامون سے ہین جس فرع مین بیان
چیزون کی گرمی اور ترکیبات اور وزن و مزہ اور صورت وغیرہ کا ہے وہ علم کیمیا[۷] کہلاتا ہے۔ جس مین بیان
نظم اجسام اور اعضا حیوانات کا ہے اوسکو علم تشریح[۸] کہتے ہین اگر تشریح انسان کے بدن کی ہے تو تشریح
انسان کہلاتی ہے اور جو جانورونکی ہے تو تشریح حیوان۔ جس علم سے حال بیماریون اور حفظ صحت اور ازالہ
امراض کا معلوم ہوتا ہے وہ علم طب ہے۔ اگر بیان تقسیم و تفریق اور عادات جانورون کا ہے تو وہ علم
حیوانات[۹] کہلاتا ہے اور جو ذکر تقسیم و تفریق اور خواص درختونکا ہے تو اوسکو علم نباتات[۱۰] کہتے ہین جس
فرع مین کہ بیان طبقات زمین کا ہے وہ علم ارض[۱۱] ہے اور جس مین بیان اقسام فلزات یعنی دہاتون
کی اُن ترکیبونکا ہے جو زمین کی کانون مین ہوتی ہین وہ علم معادن[۱۲] کہلاتا ہے اور ان فرعون یعنی علم
حیوانات اور علم نباتات اور علم معدنیات کو مجموعاً تاریخ طبیعی بہی کہتے ہین خصوصاً بلحاظ تقسیم اور تشابہ
اور تفاوت کے علم طبیعی کی بڑی شاخ منشعب ہے کئی شعبون پر اول شعبہ اوسکا علم حرکات[۱۳] ہے اور
اِس سے قاعدہ عموماً سب قسم کی حرکتونکے معلوم ہوتے ہین اور یہ علم دوسرے شعبون کی اصل ٹہرتا
ہے۔ دوسرا شعبہ علم ہیات[۱۴] ہے اوس سے اُصول حرکات اُن اجرام فلکی کے جو شامل نظام
شمسی ہین معلوم ہوتے ہین اور شمار اونکی جگہہ اور وقت کا اور کسوف و خسوف وغیرہ کا دریافت ہوتا ہے
اور مشاہدہ ثوابت کا کیا جاتا ہے۔ تیسرا شعبہ علم جرثقال[۱۵] ہے اور اُس سے حرکت کا شمار اور طریقہ حرکت کے
پیدا کرنیکا اور سمت حرکت کی باستعانت علم حرکات کے جانی جاتی ہے اور یہ علم خصوصیت ساتھ حکمت عملی
کے رکہتا ہے بخلاف علم حرکات کے اوسمین بیان عام[۱۶] اصول حرکتون کا ہے اور اگر استعمال قاعدون علم
حرکات کا سیال یعنی بہنے والی چیزون کے دباؤ اور حرکتون مین کیا جاے تو اوس سے کئی علم نکلتے
ہین۔ اگر وہ چیز بہاری اور غلیظ ہے جیسا پانی تو اوس علم کا نام قوت آب[۱۷] ہے اور جو ہلکی اور ایسی قیق
ہے کہ دیکہنے مین بہی نہ آئے جیسے کہ ہوا اوس علم کا نام علم باد[۱۸] ہے پہر علم حرکت آب کی دو شقین ہین
ایک وہ جسمین میاہ یعنی پانی وغیرہ کے وزن اور دباؤ کا بیان ہے اوسکو علم میزان آب[۱۹] کہتے ہین۔
دوسرے مین بیان حرکتون کا اسواسطے اُسکا نام علم حرکات آب[۲۰] رکہتے ہین۔ ایک فرع علم طبیعی کی علم

مناظر و مرایا ہے اور اوس سے کیفیت روشنی کی اور اوس حس کی جو روشنی کے وسیلے سے حاصل ہو دریافت ہو جاتی ہے اور یہ علم بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ ایک فرع طبیعی کی علم قوت کہربائی ہے اور یہ حال مین نکلا ہے اور متضمن ہے اوس شے کے بیان کا جو مناسبت روشنی اور حرارت دونون سے رکھتی ہے اور بعضی چیزون مثل شیشہ اور موم اور ریشم وغیرہ سے ملنے اور رگڑنے سے نکلتی ہے اور یہ شے بعضی چیزون مین مثل کاٹھ اور فلزات اور پانی کے بآسانی پہونچائی جا سکتی ہے تیسری[۲۱] قسم علم کی جس مین بحث ہے انسان کی اون افعال سے جو خاص اوسکی ذات سے متعلق ہین یا مشارکت جماعہ سے منشعب ہے کئی شعبون پر جیسا علم اخلاق[۲۲] سیاست[۲۳] المدن وغیرہ یہ تقسیم از روئے رسالہ بروہم صاحب کے ہے علاوہ انکے اور بہی کئی علم ہین جیسا علم بیان[۲۴] علم موسیقی[۲۵] و منطق[۲۶] وغیرہ۔

شجرۂ علم



کوہ علم

ایک صاحب جو علم انگریزی مین فاضل ہین اپنی تصنیف مین علم کی کیفیت مین اپنا خیال رقم فرماتے ہین کہ مین ایک مرتبہ موسم خزان مین ایک عجیب و غریب خوشنما شہر مین سیر کر رہا تہا عجائب و غرائب تماشے اور حیرت انگیز چیزین دیکھتے دیکھتے تھک گیا اور ایک پتھر کی چٹان کے اوپر کہ جسپر سبزے جمے ہوئے تہے بیٹھہ گیا اوسوقت درختون کے پتون کی گرمی اور پانی کے بہنے کی سنسناہٹ سے میرا دل ایک حالت سکوت مین ہو گیا اور جب مین اپنے گرد و نواح کی چیزون کے خیال مین مصروف تہا ناگاہ غلبہ نیند نے مجھکو بیہوش کر دیا کیا دیکھتا ہون کہ مین ایک بڑے وسیع میدان مین ہون اور اوسکے درمیان مین ایک پہاڑ ایسا بڑا کہ کبھی میرے دہیان مین بہی نہ تہا واقع ہے اوسمین ایک انبوہ خلایق مخصوص نوعمر آدمیون کا تہا اونمین سے بہت لوگ بڑی خوش طبعی اور تپاک کے ساتہہ کہ جو اونکے بشرہ سے عیان تہا باوجود راستہ کے اکثر مقامات پر ناہموار و دشوار گذار ہونیکے آگے بڑہے چلے آتے ہین مین نے دیکھا کہ جن لوگون نے حال ہی مین چڑہنا شروع کیا تہا اونہون نے خیال کیا کہ ہم پہاڑ کی چوٹی کے قریب پہونچ گئے لیکن جون جون وہ آگے بڑہتے گئے تون تون متواتر نئے نئے ٹیلے اونکی نظر کے سامنے پیدا ہوتے گئے پس جسکو وے ابتدا مین سب سے اونچی پہاڑ کی چوٹی سمجھے تہے وہ دوسرے پہاڑ کی جڑ معلوم ہوئی آخرکار ثابت ہو گیا کہ خود پہاڑ آسمان مین گم ہے - جب مین ان حیرت افزا اشیاء کی طرف دیکھہ رہا تہا یکایک میرے ہمزاد نے سامنے آکر کہا کہ یہ پہاڑ جو تیرے سامنے ہے کوہ علم ہے چوٹی پر ایک مقام صدق کا ہے صدق کا سر آسمان سے اوپر ہے جس کے چہرہ نورانی پر ایک نقاب صاف پڑی ہوئی ہے اوسکے زایرون کی کثرت دیکھہ اور خاموش و متوجہ رہ - مین نے دیکھا کہ ٹھیک راستہ پہاڑ کا فقط ایک پہاٹک مین ہو کر ہے جسکو زبانون کا دروازہ کہتے ہین محافظ اوسکی ایک تنگرا اور متردد صورت کی عورت ہے کہ جسکے ہونٹھ متواتر جنبش مین ہین کہ گویا آپ ہی آپ کچھہ بک رہی ہو اور نام اوسکا حافظہ ہے اس اول احاطہ مین داخل ہوتے ہی ایک پراگندہ شور کی کریہہ و ناگوار آوازون سے مین بالکل بیہوش ہو گیا پہر

مینے پہاڑ کی چوٹی کی طرف دیکہا تو معلوم ہوا کہ وہ نہایت فرحت و فضا کا مقام ہے راستہ مین سدا بہار درختون کا سایہ ہوا صاف و تفریح بخش نور جو صدق کے چہرہ سے جہلک رہا تہا اوسکے زایرون کے گرد چہایا ہوا ہے۔ مین نے کہا خوشا قسمت اُن لوگون کی جنکو پہاڑ پر چڑہنے کی اجازت ہے مگر جس وقت مین یہ کہہ رہا تہا ایک غیبی نورانی شکل اپنے پہلو مین کہڑی دیکہی اوس نے کہا خوش نصیب تر وہ لوگ ہین جنکو نیکی قناعت کا مقام بتاتی ہے مینے کہا کیا نیکی بہی اِس گہاٹی مین رہتی ہے نیکی بولی مین گہاٹی مین ملتی ہون اور پہاڑ مجہہ سے منور ہوتا ہے غریب کو اوسکی مصیبت مین خوش رکہتی ہون اور دانشور کو اوس کے خیال مین الہام کرتی ہون مین شہر و دیہات مین دستیاب ہوتی ہون اور زاہد کو اوس کے حجرہ ہی مین کامیاب کرتی ہون جو دل میرا تسلط قبول کرتا ہے اوسکے اندر میرا مسکن ہے اور جو شخص میرا جویان ہے اوسکے واسطے مین دو قدم آگے حاضر ہون۔ علم سے تم کو قدر و منزلت حاصل ہو سکتی ہے مگر مین تنہا تمکو برکت و خوشی کی راہ بتا سکتی ہون ہنوز سلسلہ کلام منقطع نہ ہوا تہا کہ مجہپر ایک ولولہ اشتیاق دلی غالب ہوا اور مین نے اپنے دونون ہاتہ اوسکی طرف پہیلا دئے ناگاہ میری آنکہہ کہل گئی تو دیکہا کہ ٹہنڈی ٹہنڈی شبنم میرے گرد گر رہی ہے اور شام کی سیاہی سطح زمین پر چہاگئی ہے بس مین فوراً اپنے گہر کو چلا آیا

خلاصہ یہ کہ علم کو جوق جوق طلبار باوجودیکہ یہ ایک مشکل چیز ہے تحصیل کرتے ہین اور ہنوز اوسکی کسی حد تک نہین پہونچتے کہ اونکو ابتدائی تحصیل ہی مین یہ گمان گذرتا ہے کہ ہم کامل ہو گئے مگر وہ لوگ جون جون ترقی کرتے ہین تون تون نئے مرحلے پیش آتے جاتے ہین آخرکار یقین ہو جاتا ہے کہ علم کی کوئی حد ہی نہین ہے علم حاصل کرنے سے صفت صداقت کی جو سب سے بڑہ کر ہے حاصل ہوتی ہے علم کا تعلق طرح طرح کی زبانون سے ہے حافظہ اور بکنا اِس مین ایک ضروری امر ہے اول طلبار کو مشقت اور بعد تحصیل آسایش ہوتی ہے عالم لوگ خوش نصیب ہین مگر نیکوکار و قانع زیادہ تر نیکبخت نیکی ایسی چیز ہے کہ مفلس و دانا و عابد کو جو جس حال مین ہے اوسکو اوسی مین کامیاب کرتی ہے علم باعث قدر و منزلت ہے مگر نیکی سے برکت و اصلی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

نکات

علما فرماتے ہین کہ بہت علم حاصل کرنے اور اوسپر عمل نکرنے سے تہوڑا تحصیل کرنا اور اوسپر عمل کرنا بہتر ہے بلاغت اسکو کہتے ہین کہ عالمون کے پسند ہو اور عوام کو اوسکے سمجہنے مین دقت نہو۔ اگر کوئی شخص بڑہاپے مین علم تحصیل کرے تو بہی اوسکو کسیکی شاگردی سے عار نکرنا چاہیئے کیونکہ علم کی فضیلت ہر عمر مین آدمی کو عزت دیتی ہے۔ عالم کو دو فائدون مین سے ایک تو ضروری متصور ہے۔ اول کوئی اوسکے علم سے فائدہ پائیگا ورنہ اوسکا نفس علم مین دوسرونکا محتاج نہوگا اگر اہل علم علم کی حفاظت کرتے اور نااہلون کی تعلیم سے باز رہتے تو ہر زمانہ مین اہل زمانہ کے سردار ہوتے اِس سے ظاہر ہے کہ اہل علم نااہلون کے ساتھ ایک بڑا سلوک کرتے ہین اون کو چاہیئے کہ اہلیت قبول کرین اور علم کی تحصیل کو غنیمت جانین۔ امرا کی صحبت علما کے حق مین مانند جہاڑ خاردار کے ہے جہان ہاتھ پڑے وہین کانٹا لگے ظاہری وجہ اسکی اُن امرا کی ناتربیت یافتگی اور علما کی تربیت یافتگی ہے۔ علم نابینا کا عصا ہے اور بینا کا چراغ راہ۔ بدبخت وہ ہے کہ علم ہو عمل نکرے اور عمل ہو مگر نیت خالص نہو نیکون کی صحبت میسر آوے اور تاثیر نہ ہو۔

ترکیب بند بہ خطاب علم

اے علم ہے جہان مین تیرے ہی دم کی رونق — تیرے ہی دم سے ہے یان جاہ وحشم کی رونق
گر تو نہ آکے اپنے آئین کچہہ سکہاتا — دنیا مین ہیچ ہوتی دارا و جم کی رونق
شاداب ہین تجہی سے باغ جہان کے پودے — ہے تیرے پرتوے سے شاخ قلم کی رونق
بعد از خدا و احمد دیکہا ہے جب نظر سے — ثابت ہوا ہے تو ہی دیر و حرم کی رونق
ہر قوم تیری چاکر سب لوگ تیرے خادم — ہے تیری روشنائی روی صنم کی رونق

معمور ہین تجہی سے عالم کی درسگاہین
آباد ہین تجہی سے شاہی کی شاہراہین

تو رہنما ہے کامل تو واصل خدا ہے — تو زبدۂ کرم ہے تو مبدۂ عطا ہے
تو ہے حکیم حاذق نسخے ترے مجرب — انسان کے لئے تو ہر درد کی دوا ہے

ہر کار و ہر طلب مین ہے تو تنہا جزو اعظم
اکسیر ہے کہ پارس یا کوئی کیمیا ہے

پرتو پڑا ہے تیرا جنپر ہوئے وہ روشن
آئینہ ہائے دل کو تو صیقلِ صفا ہے

جمشید کا پیالہ تہا ایک جام حکمت
ایک ایک حرف تیرا جامِ جہان نما ہے

دنیا مین تو دکہائے ہر ایک نیک و بد کو
ہے امتیاز تجہسے ہر ایک جزر و مد کو

رکھے ہوئے ہین تجہہ مین اسرار کیمیائی
اس بات کو وہ جانین جو ہین ترے فدائی

ہے تجہسے فخر انسان تو مایۂ خرد ہے
گر تو نہو جہان مین تو ہیچ ہے خدائی

شاہونکی مجلسون مین ہے اقتدار تیرا
ہے تجہہ سے ہر جگہہ پر انسان کو رسائی

تو نے خدا شناسی کے راستے دکہائے
تو نے یہان سبہی کی بگڑی ہوئی بنائی

بے تیرے ایک جہان کی بیکار ہین نگاہین
تیرے بغیر کچہہ بہی دیتا نہین دکھائی

تو دل کی روشنی ہے تو آنکہہ کی ضیا ہے
ہم تو سمجہہ رہے ہین تو نور حق نما ہے

ہے تیری منزلون مین دنیا کی شادکامی
ہے فخر آدمی کو بیشک تری غلامی

سکہلائے تو جہان کو آئین پختہ کاری
تیرے بغیر انسان ہے ہر جگہہ پہ خامی

اخلاص و خُلق و الفت ہین سب تری ادائین
تجہسے زبان کو آئے انداز خوش کلامی

کیا صلحِ کُل ہے تو بہی مسلک ہے تیرا نادر
گبر و یہود و مسلم ہین سب ترے سلامی

با افتخار تجہہ سے لاکہون ہوئے جہان مین
مقبول خلق تجہسے ہین سعدی و نظامی

حافظ تری ولا سے سمجہا ہے یہ اشارا
کین کیمیاے ہستی قارون کند گدارا

ای علم جسنے تیری توقیر دل سے جانی
ہر وقت کبریا کی ہے اوسپہ مہربانی

طفلی مین جسنے تجکو پایا ہے محنتون سے
ہے دہر مین مبارک اوس شخص کی جوانی

دنیا مین ہین ہزارون یون تو زبان کی باتین / تیرے سوا نہ لیکن بہائی کوئی کسانی
ہر نظم و نثر تیری شرمندۂ عطا ہے / تیری مدد سے آئی مضمون مین روانی
بے شک ہے تو جہان مین ایک نازوال دولت / تو دل مین ہے بشر کے ایک گنج جاودانی

اے علم ہین جہان مین سب بندوبست تیرے
ہشیار ہین جہانین میخوار و مست تیرے

آباد ہے وہ کشور جس مین ترا گذر ہے / رونق پہ ہے زمانہ دنیا مین تو جدھر ہے
تو نخل آرزو ہے ہر شاخ تیری مثمر / تو عیش جاودان سے عالم مین بارور ہے
بے تیرے ہے جہانین بے سود زندگانی / جو تجھسے بے خبر ہے دنیا سے بے خبر ہے
اوس شخص پر جہان مین بجلی گرے تو بہتر / جو جہل کی ہوا مین یان تجھسے خیرہ سر ہے
ہون برکتین خدا کی اوس دل پہ آکے نازل / جو تیری دولتون سے دنیا مین بہرہ ور ہے

گر مال ہے تو تو ہے اموال ہے تو تو ہے
دنیا مین ہر بشر کی بس تجھ سے آبرو ہے

جوہر آٹھوان

تہذیب اخلاق کے بیانمین

انسان کو یہ بات جاننا ضرور ہے کہ اوسکی سعادت کس بات مین ہے اور شقاوت کس بات مین۔ جو اوصاف اوسمین پیدا کئے گئے ہین بعض اون مین سے چوپایون کے ہین بعض درندونکے۔ بعض شیطان کے بعض فرشتون کے۔ پس انسان کو کونسا اختیار کرنا چاہئے اور وہ کیا صفت ہے جس سے سوائے انسان کے اور مخلوق محروم ہے اگر آدمی اِس بات کو دریافت نکرے تو اپنی سعادت کس طرح طلب کرسکتا ہے اور اگر اِسکا جاننا صرف اتنا ہی ہے کہ ظاہرا ہاتھ پاؤن گوشت پوست سر و مونہہ کے سوا اور کچھہ نہین اور باطنًا اِس سے زیادہ اور نہین جانتے کہ بہوکہہ لگی تو کہانے کی طرف رجوع کی غصہ ہوا کسی سے لڑنے لگے اور جس خواہش کا غلبہ ہوا اوسکے رفع کرنے کی تدبیر کی تو یہ بات بہایم مین بہی ہے درندون کی سعادت اور غذا کہانے پینے سونے پہاڑنے کاٹنے مین ہے۔ شیطان کی غذا شر و فساد مکر و حیلہ مین۔ فرشتون کی غذا اور سعادت اوصاف حمیدہ حاصل کرنے حرص و حسد و بغض و تکبر سے بری رہنے مین ہے۔ چنانچہ ہر فرد بشر مین چار صفتین ہین۔ سبعی۔ حیوانی۔ شیطانی۔ ملکی۔ اگر انسان مین قہر و غضب کی عادت ہے تو ظاہر مین انسان ہے مگر باطن مین درندہ۔ اگر خواب و خورش کی طرف مائل ہے تو دیکہنے مین آدمی ہے مگر باطن مین حیوان اگر مکر و فریب کی جانب متوجہ ہے تو صورت مین انسان اور سیرت مین شیطان۔ اور اگر اخلاق نیک سے آراستہ ہے تو صورت مین انسان اور سیرت مین فرشتہ اگرچہ کل جاندار بدن اور جسم کے اعتبار سے یکسان

اور جینے اور مرنے کے لحاظ سے برابر ہین مگر انسان عقل و تمیز کے سبب کہ جو ایک جوہر اعلیٰ اسکو عطا ہوا ہے اشرف المخلوقات قرار دیا ہے اور اوسکی زور سے وہ حیوان پر غالب ہے اور اوسی کی قوت سے علوم وصنائع سیکھہ و سمجھہ سکتا ہے اور جس قسم کے اوصاف و اخلاق چاہے پیدا کر سکتا ہے اور اوسی عقل کے باعث اپنی نوع مین بہی علم و عمل کے مقدار کے مطابق ایک دوسرے سے تفاوت رکھتا ہے حکیمون کے قول سے ثابت ہے کہ جیسے انسان کی ضرورت کی چیزین غذا اور پوشاک اور مکان وغیرہ اوسکی فکر اور تدبیر سے حاصل ہوتی ہین ویسے ہی علم و ہنر کا حاصل کرنا بہی اوسکے ارادے اور کوشش پر منحصر ہے برخلاف اور حیوانات کے کہ اونکی حاجتونکا رفع ہونا اونکی فکر و تدبیر سے متعلق نہین بلکہ قدرتی اور پیدایشی ہے پس اگر انسان کوشش کریگا کامل ہوگا ورنہ ناقص اور رذیل رہیگا ۔ اسلئے ہر شخص کو واجب ہے کہ علم و ہنر کے وسیلہ سے تہذیب اخلاق کرکے شرف انسانی پیدا کرے قطعہ

آدمی زادہ طرفہ معجونیست	از فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند میل این بود کم ازین	ور کند قصد آن شود بہ ازان

جاننا چاہیئے کہ جو علم یا فن کہ اصلاح کسی چیز یا جوہر کی کرے اوسکی بزرگی باعتبار اوسی چیز کی بزرگی کے ہوگی مثلاً طبابت کا فن شریف زیادہ ہے سالوتری کے فن سے کیونکہ اس سے انسان کے بدن کی اصلاح مقصود ہے اور اِس سے چارپایونکے بدن کی حکیمون نے حکمت نظری مین ثابت کیا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور تکمیل اوسکی علم تہذیب الاخلاق سے ہوتی ہے اور عقل سے بہی یہ بات ثابت ہے کہ ہر شخص اپنی لیاقت کے موافق دوسرے سے فرق رکھتا ہے جیسے کہ جاہل اور عالم نیک چلن اور بدکردار ۔ اور ظاہر ہے کہ جاہل اور بدکردار علم اخلاق کے وسیلہ سے عالم اور نیک چلن ہوسکتے ہین پس جو علم کہ ناچیز کو چیز کرے وہی علم اشرف العلوم ہے ۔ جاننا چاہیئے کہ اخلاق نیک کے باب مین اقوال مختلف ہین بعضے کہتے ہین کہ بکشادہ پیشانی برتاؤ کرنے کو خُلق کہتے ہین کوئی کہتا ہے غمخواری خَلق کرنے کا نام خُلق ہے کسیکا مقولہ ہے کہ قصور کے عوض نہ لینے کو کہتے ہین لیکن معلوم ہو کہ خُلق کسی ایک شے کا نام نہین ہے بلکہ اوسکی تعریف بے حد ہے جیسے ظاہری خوبصورتی بغیر خوبی آنکھہ ناک

وغیرہ کے ممکن نہین ایسی ہی صورت باطن کا حسن بھی بغیر خوے نیک و دانائی و حیا و پارسائی و ترک حرص و حسد و تکبر و بغض و دیگر اوصاف ذمیمہ کے نہین ہو سکتا ہے اور بلا حسن باطن کے حصول درجہ سعادت دشوار ہے پس خوبصورتی ظاہری کو حسن خلق اور خوبی باطن کو حسنِ خُلق کہتے ہین بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ جیسے انسان کی صورت نہین بدل سکتی ہے ایسے ہی ان لوگون کا خُلق جو مدت العمر بدخلقی کے عادی ہو گئے ہین نہین بدل سکتا ہے مگر یہ بات ترین قیاس نہین اگر ایسا ہوتا تو تادیب و پند و ریاضت سب عبث ہوتے اور جانورونکو شایستہ بنانا اور اونکی سرکشی اور شرارت چھوڑانا ہرگز ممکن نہ ہوتا بزرگون نے کہا ہے کہ اخلاق نیک تین سبب سے ہوتے ہین۔ اول طینتی مثلاً کسی کو حق تعالیٰ نے سخی و رحیم پیدا کیا۔ دویم نیک خُلق کی عادت کرنے سے۔ سویم خلیق لوگون کی صحبت مین رہنے سے۔ پس جو کوئی ترک عادت کرنا چاہے بہتر تدبیر یہ ہے کہ اوسکو خلاف عادت و ترک خُلق بد مین جبر اختیار کرے کیونکہ جس طرح گرمی کے باعث سے جو عارضہ ہو اوسکا علاج سرد ادویہ سے ہوتا ہے اسیطرح جو امر غصہ سے ہو اوسکی تدبیر رفع بردباری سے کرنا چاہیے جو بات غرور سے ہو اُسکا علاج عجز سے۔ بُخل کا بخشش سے اسیطرح ہر بات جو خلاف طبیعت ہو عادت سے طبیعت کے موافق ہو سکتی ہے چنانچہ ابتدا مین بچے مکتب سے بہاگتے ہین اور جب اونکو عادت ہو جاتی ہے اور بڑے ہوتے ہین تو تمام و کمال شوق تحصیل علم ہی کی طرف ہوتا ہے۔ دویم اگر نیک خُلق اختیار کرنا منظور ہو تو نیک خُلق لوگون سے صحبت رکھے اور بد لوگون سے علیحدہ رہے کہ رفتہ رفتہ نیک خُلق کا عادی ہو جائے اور جو شخص ان تینون باتون سے محروم ہو کہ اوسکے پیدایشی و طینتی اخلاق بھی بد ہون۔ بد لوگون کی صحبت مین رہے۔ اور بُری باتون کی عادت بھی پیدا کرے تو اوسکو شقی ازلی سمجھنا چاہیے تاوقتیکہ حکیم مطلق اپنی دارو ے فضل سے اوسکو اِس علت سے شفا نہ بخشے اصلاح اوسکی بقراط سے بھی ممکن نہین۔ اور واضح ہو کہ آدمی کئی قسم کے ہوتے ہین ایک وہ کہ سادہ دل ہون اور نیک و بد کچھ نہین جانتے اور کسی قسم کی عادت اونکو نہین ہوئی ہے۔ مثلاً بچے کہ ابتدا مین اونکی طبیعت مثل لوح سادہ کے ہوتی ہے کہ ہر نقش سے مبرا اور ہر نقش کی قبولیت کے لایق ہوتی ہے اصلاح اونکے اخلاق کی تعلیم و ترتیب سے آسان ہوتی ہے لیکن ایسے لوگونکو

کسی تعلیم دہندہ کی ضرورت ہے کہ آفت اخلاق بد کی اوسنے بیان کرکے فواید حسن اخلاقی کے اونکے ذہن نشین کرے۔ دویم وہ لوگ کہ مدت سے اخلاق بد کے خوگر ہورہے ہین مگر اپنی دانست مین اوسکو برا جانتے ہین ایسے شخصون کے اخلاق کی درستی بہ نسبت اول قسم کے لوگون کے دشوار ہے کیونکہ اونکو دو بات کی احتیاج ہے ایک تو اونسے خوی بد دور کرنا دوسرے اونکی طبیعت مین نیک خو جمانا۔ سویم وہ لوگ کہ بدخلقی کی اونکو عادت ہوگئی ہو اور اوسکو وہ اچہا سمجہتے ہون اونکی درستی بہی شاذ و نادر ہے۔ چہارم وہ لوگ کہ مدت العمر عادات ناشایستہ کے عادی ہورہے ہین اور اوسکو اپنے نزدیک نیک جانتے ہین بلکہ اوسپر فخر کرتے ہین جیسے بعض جاہل لاف زنی کیا کرتے ہین کہ ہمنے اتنے آدمیون کو قتل کیا۔ اِس قدر شراب پی۔ ایسے لوگ کوشش تعلیم و تربیت سے درست نہین ہوسکتے تا وقتیکہ سعادت ازلی اور ہدایت لم یزلی کام نفرمائے فقط۔ تواریخ مین منقول ہے کہ جب بادشاہ نے سُقراط کو تاہّل کے لئے حکم کیا کہ اوسکی نسل مین سے کوئی اوسکا یادگار رہے اور اُس سے لوگ فائدے حکمت کے اوٹہادین تب اوس نے ایک ایسی سلیطہ دراز عورت کو اختیار کیا کہ ہر کہہ و مہہ اوسکو زبان درازی مین علّامۂ عصر جانتا تہا مطلب اِس سے یہ تہا کہ اوسکی صحبت سے قوت غضبی کو مقہور کرے۔ اور **اقلیدس** حکیم شہر کے احمقون کو خلوت مین بُلاکر بیٹہا یا کرتا تہا تاکہ اوسکو برملا زجر و ملامت کرین پس مناسب ہے کہ دوستی کسی دانا کی اختیار کرے اور جب رابطہ محبت مربوط اور طریقہ بے تکلفی مضبوط ہوجاوے تب اوسکو اپنے عیبون کی اطلاع کردینے کی تکلیف دے اور اِس بات مین بہت مبالغہ اور الحاج کرے ہر چند وہ کہے کہ تجہہ مین عیب نہین دیکہتا ہون راضی نہو بلکہ پوچہنے مین اور زیادہ اصرار کرے پس اگر وہ کسی عیب سے مطلع کرے تو لازم ہے کہ ناراض نہو بلکہ خوش ہو اور اوسکا اپنے حق مین احسان سمجہے اور اوسکا شکر اپنے اوپر واجب جانے اور اوس عیب کے چہوڑنے کی تدبیر مین رہے اور اگر یہ مقصود دوستون سے نہ برآوے تو دشمنون سے التماس کرنا واجب ہے کیونکہ دشمن اظہار عیوب مین پردا نہین کرتا بلکہ افشا کرنے مین اکثر ساعی ہوتا ہے پس اسطرح سے اپنے عیبون پر مطلع ہوکر اونکو ترک کرتا رہے اور یہی معنی ہین اوسکے جو **جالینوس** نے کہا ہے کہ نیکون کو دشمنون سے نفع حاصل ہوتا ہے اور

لہ یعنی [illegible]

بے ادبون سے ادب ہاتھہ آتا ہے اور بعض حکیمون نے کہا ہے کہ فضیلت کے طلب کرنیوالیکو چاہیئے کہ اپنے آشناؤن کے احوال آئینے کی مثال خیال کرے اور اپنی سیرت وخوارق کی صورت اوسمین دیکھہ لے کہ افعال بدکو اپنے معلوم کرسکے کیونکہ نفس انسانی جسطرح غیر کی بُرائیون پر واقف ہوجاتا ہے اسطرح اپنی بُرائیون سے خبردار نہین ہوسکتا۔ نفس انسانی جو چارپائے کے اور درندون کے مرتبہ سے بہی فروتر ہے علم کے وسیلہ سے فرشتہ سے بہی رتبہ اعلیٰ کو پہونچتا ہے اسیواسطے بعضے بزرگون نے اسکو اکسیر اعظم کہا ہے اور فضیلت کے طلب کرنے والونکو پہلے علم اخلاق کے پڑہنے کے لئے پہر منطق بعد اوسکے علم ریاضی اور علم طبعی کے اور اوس کے پیچہے علم الٰہی کیواسطے ارشاد فرمایا ہے۔ پہر حکیم **بوعلی** مسکویہ نے علم ریاضی کو منطق پر مقدم رکہا ہے اور یہ راہ مطلب کی طرف بہت نزدیک ہے کیونکہ علم ریاضی کی مشاقی سے نفس انسانی خوگر یقین کا ہوجاتا ہے اور قوت استقامت واستقلال اوسکو حاصل ہوجاتی ہے اور تحقیق و تدقیق کے درمیان تفرقہ کرنا اوسکا شعار ہوتا ہے اور اکثر منطقی جو علم ریاضی سے ناواقف ہوتے ہین اُن صفتون کے برعکس موسوم ہوتے ہین بلکہ جنگ وجدل ہی کو کمال جانتے ہین اور نہایت تحقیق کو مغالطہ اور شک خیال کرتے ہین اور اسی سبب سے **افلاطون** نے اپنے دروازہ پر لکہدیا تہا کہ جو شخص علم ہندسہ نہ جانے وہ میرے گہر نہ آوے۔ جو کوئی اچہی خو رکہتا ہے بیگانے اوسکے دوست ہوتے ہین اور بدخو آدمی کے یگانے بہی دشمن ہوجاتے ہین پس انسان کو لازم ہے کہ ہر دل عزیز ہونے کے واسطے راست معاملگی اور شگفتہ روئی اختیار کرے اور جو لوگ تمسے محبت نہ کرین تو یہ قصور تمہارا ہے کیونکہ اگر تم دوستانہ طور سے پیش آتے تو وہ تمکو ضرور دوست رکہتے اور جو کوئی تم سے محبت نہین رکہتا تو یہ امر دلالت کرتا ہے کہ تم دوستی کے لایق نہین ہو خوش اخلاق آدمی کو تلاش دوست کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ ایسے شخص کی لوگ خود تلاش کرتے ہین اور اوسکی صحبت کو غنیمت سمجہتے ہین انسان کا کل آرام اور خوشی اوسکے خلیق اور بامروت ہونے پر منحصر ہے جو خلق کے ساتہہ مروت کریگا اوس کے ہزارون دوست ہوجائینگے

رباعی

خاک آپ کو سمجہنا اکسیر ہے تو یہ ہے	اخلاق سب سے رکہنا تسخیر ہے تو یہ ہے

سب کام اپنے کرنا تقدیر کے حوالے	نزدیک عاقلونکے تدبیر ہے تو یہ ہے

جو حرکات حمیدہ یا نکو ہیدہ انسان سے سرزد ہوتے ہین سب دل سے سمجھنا چاہیے۔ اور دل آدمی کا مثل بادشاہ کے ہے۔ تن ملک۔ عقل وزیر۔ اعضا کارپرداز۔ غضب شحنہ۔ اگر بادشاہ وزیر سے مصلحت کرکے کام کرے اور شحنہ ودیگر کارپردازون کو بزور حکومت زیر رکھے تو کارمملکت مین خلل نہ آنے پاوے اسیطرح بادشاہ دل کا عقل کے وزیر سے صلاح کرکے کام کرے اور شحنہ غضب وغیرہ کو فرمانبردار اور زیردست عقل کا رکھے تو اعمال و اوصاف نیک جو سعادت کو پہونچاتے ہین پیدا ہون اور اگر خلاف اسکے کرے تو اخلاق بد جو شقاوت کا راستہ بتاتے ہین سرزد ہون اور کاروبار بادشاہت تن کا غارت ہو جاوے راہ سعادت گم ہو اور بادشاہ کا دل معرض عذاب مین پڑجاوے۔ دل ایک شے ہے کہ اوسکو چشم ظاہر سے نہین دیکھہ سکتے ہین اوسیکو نفس بھی کہتے ہین نہ یہ دل کہ پارۂ گوشت سینہ مین ہے کیونکہ اس کو آنکھہ سے دیکھہ سکتے ہین۔ البتہ ظاہری دل باطنی دل کا آلہ اور سواری ہے مگر سعادت و شقاوت ایذا و تکلیف اوسی دل سے متعلق ہے اور اوس کے تابع تن ہے۔ کیونکہ جب دل کا حکم ہوتا ہے تب جسم کا کوئی عضو ہلتا ہے۔ اسلئے عقل کا لازمہ ہے کہ دل کی خواہش جو برائی کی طرف رجوع کرے روکے اور حتی الامکان ملکی نسبت کو قوی کرے کیونکہ بہیمی غالب ہوگی تو حلال و حرام مین کوئی تمیز نہ کرسکے گا۔

راحت منحصر ہے اخلاق پر

راحت کیا ہے اور کہان اور کیونکر ملتی ہے حقیقت مین یہ سوال بہت مشکل ہے یہ وہ سوال ہے کہ جسمین بڑے بڑے حکیم اور فاضلون نے غوطہ کہایا مگر مراد کا موتی تہوڑونکے ہاتھ آیا۔ جانسن سا زبردست حکیم جسکا ثانی لکھنے والا انگریزی زبان مین مشکل سے ملیگا اس راحت کی تلاش مین اپنے قصے کے شاہزادے کو تمام دنیا مین پہرالایا تو بہی راحت تو کیا ملنی تہی شاید راحت کے معانی سے بہی واقف نہوا ہو اوسنے اس باتکو ہرگز نہ جانا کہ راحت کسکو کہتے ہین اور کہان کسطرح پر حاصل ہوتی ہے۔

ڈاکٹر جانسن نے ریسلیس شاہزادے کے قصے مین بہتیری کوششین کی ہین کہ راحت حاصل کرنے کی کوئی تدبیر نکالے لیکن اوسنے جس جس چیز سے آرام پانا چاہا آخر وہ سب غم کا باعث ہوئین اوس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ریسلیس شاہزادے کو مصر کے بادشاہ نے کسی پہاڑ کے اندر ایسے مقام پر رکہا تہا جسے ہیپی ویلی یعنی درہ نشاط کہتے تہے جہان قدرتی اور مصنوعی دونون طرح کی چیزین جو اِس جہان مین آرام دینے والی سمجہی جاتی ہین سب موجود تہین اور سیکڑون ہوشیار اور پڑہے لکہے آدمی صرف اِسی بات پر نوکر تہے کہ غم تو کیا بلکہ غم کا ذکر اور نام بہی وہان نہ پہونچنے دیوین مگر شاہزادہ کا دِل اِس باعث سے کہ جسطرح آج کا دن گذرا اوسیطرح کل بہی گذرے گا۔ یعنی کہانا۔ پینا۔ پہننا۔ کہیلنا۔ گانا۔ بجانا۔ سونا۔ بیٹہنا۔ آج جو ہوا ہے وہ ہی کل بہی کرنا پڑیگا۔ اُس جگہہ سے اوداس ہوگیا اور آخر آرام ڈہونڈہنے کیواسطے باہر نکلا تمام دنیا چہان ڈالی اور غریب امیر بادشاہ حکیم عالم فاضل سبکے دلون مین تلاش کیا مگر راحت سی چیز کا کہین کچہہ پتا بہی نہ پایا۔ الغرض اوس شاہزادے نے اپنی باقی عمر ایک اسکول بناکر لڑکون کے پڑہانے مین کاٹنی تجویز کی۔ بعض حکیم اِس راحت سے ایسا ہراس ہوگئے ہین کہ اونہون نے اوسکے وجود ہی سے انکار کیا اور یہ یقین مانا کہ راحت صرف کہنے کی بات ہے حقیقت مین وہ کچہہ بہی نہین ہے۔ بعضون نے یہ کہا کہ راحت کا وجود تو ہے مگر بہشت مین مرنے کے بعد البتہ مل سکتی ہے زندگی مین نہین مل سکتی۔ مگر اُن لوگون نے اِس بات کا سبب نہین بیان کیا کہ راحت دنیا مین کیون نہین اور بہشت مین کسواسطے ملیگی اسلئے سوچنا چاہیئے کہ کون سے وہ سبب ہین جنسے لوگون کے دل کو یہان راحت حاصل نہین ہوتی۔ راحت نہ ملنے کے اصلی سبب غصہ۔ طمع۔ حسد۔ بُغض۔ غرور۔ وغیرہ ہین پس جو یہ باتین بہشت مین بہی آدمی کے دل سے نجاوینگی تو وہان بہی اُسے راحت ملنے کی کیا امید ہے اگر ایک کے عیش و عشرت کو دیکہہ کر دوسرے کو حسد پیدا ہوگا تو اوسکے واسطے تو وہان بہی دوزخ کا غم موجود ہے اور اگر کہئے کہ بہشت مین انسان کے دل سے یہ سب باتین دور ہوجاوینگی تو پہر انسان اِس دنیا مین بہی اِن سب باتون کو دل سے دور کرکے راحت کیون نہین حاصل کرتا۔ لوگ اِس دنیا مین راحت اور غم دو شے بتلاتے ہین اور جسطرح غم کی

پیدایش کے لئے اور سبب لکھے ہین اوسیطرح وہ راحت ملنے کے لئے بہی کسی سبب کا ہونا ضروریات سے
سمجھتے ہین مگر اوسکو جو کسی سبب سے یا کوئی دلی آرزو پوری ہونے سے تہوڑی دیر کیواسطے حاصل ہوجاتی
ہے راحت نہین کہین گے۔ اوس کا نام خوشی ہے۔ راحت کوئی شے نہین غم کا نہونا ہی راحت کہا جائیگا
یعنی جب روح اپنی اصلی حالت پر رہیگی تب ہی اوسکو راحت ملیگی۔ اور غم کی پیدائش کے سبب وہی بغض
غرور۔ غصہ۔ طمع وغیرہ ہین جو ہم اوپر کہہ آئے ہین۔ پس جو لوگ کہ غم اور غم کے باعثون کو نہ دور کرکے
راحت کے ملنے کیواسطے دنیا کی چیزین جمع کرتے ہین وہ گویا کسی رنگین کپڑے کو سفید کرنے کے لئے
اوسپر اور بہی طرح طرح کے رنگ چڑہاتے جاتے ہین۔ یہ بہی جاننا چاہیئے کہ جو لوگ راحت و غم کو جدا جدا
دو شے مانتے ہین وہ اصلی راحت اور روح کی اصلی حالت پر قناعت نکرکے دوامی خوشی کی تلاش مین
کہ جو ممکنات سے نہین ہے سراب کی طرح پڑے بھٹکتے ہین خوشی دوامی کبہی نہین ہوسکتی کیونکہ وہ بغیر سبب
پیدا نہین ہوتی جس سبب جاتا رہیگا تو اوسکا بہی زوال ہوجاویگا اور اگر بالفرض سبب باقی بہی رہے تو بہی
اکثر کچہہ دنون کے بعد اوس سے خوشی حاصل نہین ہوتی سواے اس کے جو غم کے تمام باعث بیخ
وبن سے اکہڑ گئے ہونگے تو اوس خوشی کے رہنے سے بہی کوئی سبب غم کا ایسا آپڑیگا کہ جسکے سامنے
اوس خوشی کو بالضرور دبا گنا پڑیگا اور زیادتی سب جگہہ خرابی کرتی ہے اعتدال بہت خوب ہے افراط
و تفریط سب جگہہ مذموم ہے۔ پس راحت اوسکو کہین گے کہ جب روح اعتدال یعنی اصلی حالت پر رہے
اور غم اوسکو سمجھین گے کہ جب کسی سبب سے وہ اپنی اصلی حالت سے گہٹ جائے۔ اور خوشی اوسے
مانین گے کہ جب کسی باعث سے وہ اپنی اصلی حالت سے بڑہ جائے۔ حقیقت مین جو غور کرکے دیکہئے
تو جب خوشی ہوتی ہے انسان کا دل بڑہ جاتا ہے بلکہ یہ پہیلاوٹ سارے بدن پر اور خصوصاً چہرہ
اور ہونٹون پر بخوبی ظاہر ہوجاتی ہے اور اسیطرح جب غم یعنی دکہہ ہوتا ہے تو دل سکڑ جاتا ہے یہ خوشی
اور غم یعنی اصلی حالت سے گہٹنا اور بڑہنا دونون خراب ہین۔ روح کو آسودگی اور راحت اِن دونون
سے حاصل نہین ہوسکتی۔ اوسکو آسودگی اور راحت یعنی بے فکری اور اصلی آرام تب ہی ملیگا کہ جب
وہ اپنی اصلی حالت مین رہے یعنی نہ اوسکو خوشی ہو نہ غم اور اِس خوشی اور غم کا ہوتا تب ہی موقوف

ہوسکتا ہو کہ جب بغض وحسد وغصہ وغیرہ دل سے دور ہون پس جو شخص کہ سدا چین و آرام یعنی راحت سے رہنا چاہے غرور وغصہ وغیرہ راحت کے دشمنون کو اپنے دل سے باہر نکالے۔ بغیر انکے دور کیے کسی چیز سے بھی راحت حاصل ہونیکی آرزو رکھنا ایسا ہے جیسے تیل نکالنے کے واسطے بالو کو کولھو مین پیلنا۔

آزادی اور قید

ہر قسم کی قید سے انسان کو ایک طرح کی بےچینی اور تکلیف لاحق ہوتی ہے لڑکا کھیل کود مین ادہر سے ادہر کودتا پھرتا ہے اتنے مین مولوی صاحب نے آواز دی کہ پڑہنے آؤ۔ منہ کا رنگ فق ہوگیا۔ ہاتھ پاؤن سست ہوگئے اسکی کیا وجہ ہے۔ وجہ یہی ہے کہ وہ کھیلنا چاہتا ہے مگر مولوی صاحب کے آنے سے قید ہوگئی۔ اِس قسم کی قید سے جو اضطراب ہو جاتا ہے اوس سے شاید ہر شخص واقف ہوگا۔ مگر اس قید پر کیا موقوف ہے کسی قسم کی قید کیون نہو ایک بیقراری سی پیدا کرتی ہے قیدی کو قیدخانہ مین۔ مریض کو پرہیز مین۔ طالب علم کو موسم گرما مین پانچ بجے آنکھ لگتے ہوئے بیدار ہونے مین جو بےچینی ہوتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اِن وجوہ سے ہر نوع انسان کو ہر قسم کی قید سے گریز ہے اور کامل آزادی کی جانب میلان ہے مگر یہ نہین جانتے کہ انسان کیواسطے قید سے بالکل مبرا ہونا ناممکن ہے۔ یہ امر ممکن ہے کہ ایک قید سے جدا ہو اور دوسری قید کو اختیار کرلے مگر قید خواہ مخواہ ہے۔ لوگون کا خیال ہے کہ راہ نیک مین بہت کچھ پابندی اور قید ہے اور راہ بد مین بہت آزادی ہے نیک و متقی ہزارہا قواعد کی پابندی کرتا ہے۔ اپنی خواہشون کو روکتا ہے۔ اور بداطوار جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ جو خواہش پیدا ہوتی ہے اوسکو روکتا نہین ہے۔ ذرا غور کرنے سے معلوم ہوجائیگا کہ یہ کس قدر غلط خیال ہے۔ یہ تو ہم پہلے ہی بیان کرچکے ہین کہ آزادی مطلق انسان کو میسر نہین ہوسکتی مگر زیادہ سے زیادہ آزادی جو انسان کو حاصل ہوتی ہے وہ راہ نیک ہی مین ہے اوّل تو جو قید اور پابندی نیک اور متقی کے واسطے ہے اوسکو وہ خود اپنی مرضی سے اختیار کرتا ہے۔ ایک شخص نے راست گوئی کو اپنا شعار بنایا ہے اوسمین ایک طرح کی قید بیشک ہے مگر وہ قید اوسنے خود اختیار کی ہے کوئی شخص اوسکو جھوٹ بولنے سے باز نہین رکھ سکتا۔ کوئی

کے کہ کبھی جھوٹ بولنے سے سزا یا بیعزتی کا خوف ہے اور خوف یہ سچ بولنے پر مجبور کرتا ہے۔ مگر نہین صدہا موقع
ایسے ہوتے ہین کہ جہان انسان جھوٹھہ بول سکتا ہے اور جھوٹ سے نہ سزا ہو سکتی ہے اور نہ بے عزتی بلکہ
اوسکا افشا تک نہین ہو سکتا غرضکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ جسنے راستی کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے اوسنے یہ قید اپنی
مرضی سے خود اختیار کی ہے اور اسوجہ سے وہ قید کم ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ دویم یہ کہ راہ نیک اور روح
انسان مین ایک موافقت ہے جسطرح مچھلی کو پانی موافق ہے اوسیطرح روح انسانی کو نیکی موافق
ہے۔ اب اگرچہ مچھلی کو دریا مین ایک طرح کی قید ہے دریا سے نکل کر خشکی مین آسکتی مگر اس قید کو قید کہنا درست
نہین کیونکہ اوسین اوسکی بہبودی و خوشی متصور ہے اور پہر اوس دریا کے چلنے پہرنے مین کوئی قید نہین
علیٰ ہذالقیاس راہ نیک مین بہی انسان کی اصلی خوشی متصور ہے اور راہ نیک مین بہی بہت کچھہ وسعت
ہے ہزار ہا قسم کے احوال حسنہ ہین جس امر نیک مین طبیعت راغب ہو اختیار کرلے۔ مگر راہ نیک سے
باہر آنا اوسیطرح نامناسب ہے جسطرح مچھلی کیواسطے دریا سے باہر آنا۔ سویم یہ کہ نیک آدمی اپنے اوپر خود
قید اختیار کرنے سے صدہا قسم کی خارجی قیدون سے بچتا ہے جو کہ بداطوار کو مجبوراً برداشت کرنی پڑتی ہین۔
مثلاً ایک شخص کا ایک کیسۂ زر پر گذر ہوا جو اوسکا نہین ہے طبیعت کیسۂ زر کے چرانے پر آمادہ ہوئی اگر
اوسنے اپنی خواہش کو قید مین رکہا اور راہ نیک پر ثابت قدم رہا تو اوسکو صرف ایک قید برداشت کرنی پڑی
یعنی ایک مرتبہ اوسکی خواہش کے خلاف ہوا۔ برخلاف اسکے اگر دوسرے شخص نے قید اور ضبط کو بہت
برا سمجھکر غیر شخص کے مال پر ہاتھہ بڑہایا۔ اچھا ایک قید کو نہ اختیار کرنے سے دیکہنا چاہیئے کہ وہ قید سے
بالکل بچ جاتا ہے یا نہین۔ لیجئے کسی نے چوری کرتے دیکھہ لیا۔ اب یہ شخص ہزار دل سے چاہتا ہے
کہ کوئی شخص نہ دیکھتا اور سخت پیچ تاب کہاتا ہے مگر اوسکی خواہش پوری نہین ہو سکتی۔ اور نہ اس پیچ و
تاب سے رہائی ممکن ہے۔ یہ اول قید ہے جو کہ بداطوار کو ابتدا مین قید مناسب سے بہاگنے کی وجہ سے
لاحق ہوئی۔ بعد اسکے لوگون نے گرفتار کر کے مارنا شروع کیا اب یہ چاہتا ہے کہ مار نہ پڑے مگر خواہش
بر نہین آسکتی۔ زد و کوب سے رہائی ناممکن ہے۔ یہ دوسری قید ہوئی بعدہ مشکین باندہکر بر قند از شاہراہ
سے لے چلے اور راہ گیر دیکھکر نفرین کرنے لگے یہ لاکھہ چاہتا ہے کہ یہ ذلت نہو مگر اس ذلت کی قید مین

مبتلا اپنی جان پر کہیر کرے چلا جاتا ہے۔ یہ تیسری قید ہوئی پہر کشتی مین رسی سے ہاتھ باندہے گئے اور بید پڑنے شروع ہوے کہ اس سے بہاگ کر بچ جاے مگر وہ مقید ہے خواہش پوری نہین ہو سکتی یہ چوتہی قید ہوئی بعدہ وہ شخص اپنے اعتبار جاتے رہنے سے بہت تنگ آئیگا مگر لوگون کی نفرت سے آزادی نہوگی یہ پانچوین قید ہوئی۔ یہ مثال تو صریح ہے مگر یہ بات بہی ثابت ہو سکتی ہے گو کسیقدر طوالت درکار ہوگی کہ جس کسی نے قید اخلاق سے آزادی چاہی گو وہ یہ سمجہے گا کہ مین قید سے الگ ہوتا ہون مگر فی الحقیقت اوسکو ایک اختیاری قید کے عوض نہایت سخت بے اختیاری کی کئی قیدین برداشت کرنی پڑتی ہین اس سے ہمارا یہ منشا نہین ہے کہ ہر قید کو انسان اچہا سمجہکر اختیار کرے قید مین بہی تمیز ضرور ہے۔ انسان اس قید کو اپنے اوپر اختیار کرے جسمین بہتری ہو۔ مگر ہر قسم کی قید سے گریز اور مطلق آزادی کی خواہش نہ چاہیئے کیونکہ یہ غیر ممکن ہے اور زیادہ تر مشکلون مین مقید ہو جاتا ہے چونکہ طبیعت کو انسان کے نیکی سے مناسبت ہے کچہہ عرصہ تک راہ نیک پر چلنے سے جو دقت ابتدا مین پیش آتی ہے وہ بمرور دفع ہو جاتی ہے۔ ابتدا مین فضول اور مضر خواہشون کو روکنا پڑتا ہے مگر بعد کچہہ عرصہ کے اس قید اور روک کی ضرورت جاتی رہتی ہے کیونکہ بد خواہشین طبیعت مین پیدا ہی نہین ہوتین۔ نیکی طبیعت کا خاصہ ہو جاتی ہے بلکہ راہ بد پر آنے مین ایک قید معلوم ہوگی جب آدمی اس حالت پر پہونچ جاتا ہے۔ اگر اوسنے ایک خاص طریق نیک و مفید اختیار کرلیا ہے وہ اس طریق سے باہر نہین جائیگا تو گویا ایک طریق نیک مین مقید ہے مگر اوسکو یہ قید قید نہین معلوم ہوتی البتہ جو اصلی خواہش انسان کو حاصل ہو سکتی ہے وہ اوسے ضرور حاصل ہوگی۔ اوسکی طبیعت اپنے حال مین نہایت خوش و بیخوف و رضامند رہے گی۔ یہی انتہاے آزادی ہے جو کہ انسان کو حاصل ہو سکتی ہے۔ اس ضمن مین یہ بہی کہنا چاہیئے کہ یہ قیدین (یعنی خواہشون کے خلاف وقوع مین آنا) اور مشکلین اور تکلیفین قوانین خلقت مین انسان کے آلات ہین عاقل تو تکلیف اوٹہا کر متنبہ ہوتا ہے اور طریق مناسب اختیار کرتا ہے مگر اکثر لوگ دقتین اوٹہاتے جاتے ہین اور ان دقتون کے اسباب سے باز نہین آتے ہین۔ بارہا اونہین دقتون مین مبتلا ہوتے ہین۔ حتی کہ تمام عمر اس کشاکش مین صرف ہو جاتی ہے اور طبیعت راہ راست پر نہین آتی۔

فضایل اربعہ کا بیان

حکما فرماتے ہین کہ نفس انسانی کی دو قوتین ہین - ایک قوت ادراک بذات یعنی جاننا خود بخود - دوسری قوّت تحریک بدن بآلات یعنی بدن مین تصرف کرنا آلہ کے وسیلہ سے (آلہ جیسے عصب و حواس وغیرہ) پھر ہر ایک قوت سے دو دو شاخین پیدا ہوتی ہین - قوت ادراک سے قوت نظری اور قوت عملی یعنی قوت جاننے اور قوت برتنے کی - اور قوت تحریک سے قوت دفعی اور قوت جذبی یعنی قوت دور کرنے ضرر اور قوت حاصل کرنے نفع کی - پس اس قوت سے چار قوتین حاصل ہوئین اگر برتاو ہر قوت کا اپنے موقع اور وضع سے جیساکہ چاہیئے اور جیساکہ مناسب ہے بغیر کمی وبیشی کے ہو تو ہر ایک قوت سے ایک فضیلت پیدا ہوگی مثلاً قوت نظری کی تہذیب سے حکمت - اور قوت عملی کی درستی سے عدالت - اور قوت دفعی کی اصلاح سے شجاعت اور قوت جذبی کی ضبط سے عفت -

فروعات فضائل اربعہ

پہلی خصلت صبر - صبر ایک عمدہ انسانی قوت ہے اور مصیبت کی حالت مین بیقرار نہونا اسکے معنی ہین -
دوسری خصلت حیا - شرم کی اچھی خصلت جہان کے انتظام کی باعث ہے اور حیا اور ایمان دونون توام ہین - یعنی حیا کے ساتھہ ایمان اور ایمان کے ساتھہ حیا ہے - اگر شرم دنیا سے اوٹھہ جائے ہر شخص بے ایمانی سے جو چاہے سو کرے - پھر دنیا کے انتظام مین خلل پیدا ہو - شرم تین قسم کی ہے ایک شرم گناہ کی جیسے ہر شخص کو اپنی خطا کے ظاہر ہونے سے ندامت ہوتی ہے - دوسری شرم ادب کی جیسے چھوٹون کو بڑون سے لحاظ ہوتا ہے - تیسری شرم کرم کی جیسے سخی کو کسی کا سوال رد کرنے سے حجاب آتا ہے -
تیسری خصلت ادب - اپنے تئین بری بول چال اور برے کامون سے بچانا اور اپنی اور اوروں کی حرمت رکھنا یعنی اپنے اور پرائے کو بے آبرو نہ کرنا ادب کے معنی ہین اور عقل کی پیروی ہر حال مین کرنا ادب کی اصلیت ہے - ادب دنیا مین عزت اور دولت زیادہ ہونیکا باعث ہے - چوتھی خصلت عزم درست

یہ وہ خصلت ہے جسکا حاصل ہونا راے سلیم اور قایم مزاجی کے بغیر ممکن نہین ہے بلکہ حاصل کرنا کسی اچھی خصلت
کا یا چھوڑنا کسی بُری عادت کا بے مضبوطی قصد کی مدد کے مشکل ہے۔ پس صحیح ارادہ مرادونکے حاصل ہونیکا
وسیلہ اور مشکلونکی آسانی کا ذریعہ ہے مگر اسکے ساتھہ یہ شرط ہے کہ جب انسان کسی اچھے کام پر مستعد اور
متوجہ ہو پھر کسی وجہ سے باز نرہے اور ہرگز کاہلی نکرے۔ پانچوین خصلت عالی ہمتی۔ بلند ہمت ہونا
بزرگی اور سرداری اور کامیابی کا وسیلہ ہے بلکہ امیری اور بلند ہمتی مین ایسا پیوند ہے کہ جدائی دونون
کی محال ہے چھٹی خصلت جد وجہد۔ جد کے معنی کوشش کرنا اور جہد کے معنی تکلیف
سہنا اپنی کامیابی کیواسطے اور یہ دونون بلند ہمتی کے تابع اور اچھے ارادہ کے ہمیشہ مطیع رہتے ہین
یعنی ہر شخص اپنی ہمت اور حوصلے اور قصد کے موافق کوشش کرکے تکلیف گوارا کرتا ہے پس مناسب
ہے کہ آدمی پست ہمتی نکرے اور مطلب حاصل کرنے مین بہت تردد اور سعی کرے اگر حاصل ہوا تو مراد
پائی اور جو نہوا تو کاہلی کے عیب سے اپنی جان بچائی۔ ساتوین خصلت ثبات اور استقامت
یہ ایک طرح کی مضبوطی اور قایم مزاجی ہے جس سے حاجتین رفع اور بلائین دفع ہوتی ہین ثابت قدم
اور قایم مزاج وہ شخص ہے جو اپنے اچھے ارادے اور نیک کام کو کسی اندیشے اور شبہے سے نچھوڑے ایسے آدمی
کی دو علامتین ہین ایک یہ کہ جب کسی اچھے کام کو شروع کرتا ہے پورا کرنا اوسکا اپنے اوپر فرض جانتا ہے
دوسرے یہ کہ خوب سمجھکے بات کہتا ہے اور پھر اوسکے خلاف نہین کہتا۔ آٹھوین خصلت عفو۔ سزا
دینے کا موقع یا قابو پاکر کسی کا گناہ بخشنا عفو کے معنی ہین۔ عفو نہایت بزرگ خصلت ہے اس لئے
معاف کرنے والے کا درجہ بہت بڑا گنا جاتا ہے۔ نوین خصلت حلم۔ حلم یعنی بُردباری اور تحمل و
برداشت سے عقل کا دشمن جسے غضب اور غصہ کہتے ہین مغلوب ہوتا ہے پس نوع انسان مین وہ
بڑا بہادر ہے جو ایسے زبردست دشمن کو اپنا زیردست بناوے۔ دسوین خصلت خلق اور
رفق مراد خلق سے خوش خوئی اور غرض رفق سے نرمی اور دلجوئی ہے۔ گیارھوین خصلت سخاوت
اور احسان۔ سخاوت اور فیاضی کیا ہے۔ مستحقونکی حق رسانی کرنا اور خوش ہونا سخاوت نیکنامی کا باعث
ہے اور احسان زندگی کی خوبی بارھوین خصلت تواضع اور فروتنی۔ تواضع جسے فروتنی اور

انکسار بھی کہتے ہین وہ یہ ہے کہ انسان اچھے مرتبہ کو اَوروں سے کم جانے اور ہمیشہ دوسرے کی بزرگی اور حرمت کا خیال رکھے۔ تیرھوین خصلت امانت و دیانت۔ امانت وہ امر ہے جو واقع ہو درمیان دو شخصون کے اور تیسرا اوس پر واقف نہو سکے بغیر اطلاع کرنیکے اور دیانت اوسی امر کی نگاہبانی کا نام ہے [14] چودھوین خصلت ایفای عہد۔ عہد کو مضبوط اور وعدہ کو پورا کرنا انسان کی بزرگی اور سچائی کی دلیل ہے یعنی جو شخص وعدہ کا سچا ہے وہ بیشک بہت باتون مین اچھا ہے۔ [15] پندرھوین خصلت صداقت راست گفتاری اور درست کرداری دنیا مین امن کی باعث اور عقبیٰ مین نجات کا سبب ہے۔ بزرگون کا قول ہے کہ راستی کی سیدہی اور صاف سڑک ایسی چوڑی ہے کہ جھوٹ کے پیچدار اونچے نیچے گلی کوچون مین جانے کی کچہ ضرورت نہین ہے گفتگو کے باغ مین رنگین اور خوشبودار پہولون کے پودے لگانا مناسب اور جھوٹ کے جھاڑ جھنکاڑ اوکھاڑنا واجب ہے۔ [16] سولھوین خصلت انجاح حاجت خلق کی حاجت روائی اپنی کاربراری کا وسیلہ ہے کیونکہ خداامداد کرتا ہے بندے کی جب تک کہ وہ مدد دیتا ہے اوسکے بندون کو پس ہر آدمی کو مناسب ہے کہ اپنے مقدور کے موافق محتاج اور بیکس اور اپاہج کی حاجت روا کرے۔ [17] سترھوین خصلت تامل۔ آہستگی اور سوچ اکثر امور مین نفع دیتے ہین اور جلدی اور سبکی بہت کامون مین نقصان پہونچاتی ہین۔ [18] اٹھارھوین خصلت شورہ اور اتفاق مصلحت اور مشورے پر کام کا مدار رکھنا اور اتفاق رائے سے کام کرنا بہت پسندیدہ ہے فقط [19] انیسوین خصلت حزم و دوراندیشی حزم جسے احتیاط کہتے ہین معنی اسکے ہین سوچنا اور اندیشہ کرنا کسی خیالی کام کا اور اسکے ضرر سے اپنی حفاظت کی تدبیر کرنی اور حزم اور احتیاط کی اصل بدگمانی ہے اور حقیقت مین وہ دوراندیشی اور پیش بینی ہے۔ حکیمونکا قول ہے کہ بدگمانی روا ہے اور بدنفسی خطا کیونکہ بدگمانی آنے والے نقصان سے حفاظت کرتی ہے اور بدنفسی اورون کو ایذا پہونچانیکا سبب ہوتی ہے۔ [20] بیسوین خصلت غیرت۔ غیرت اور حمیت کی نگہبانی انسان کو واجب ہے کیونکہ دین اور دنیا کے کام بغیر غیرت کی مدد کے پورے نہین ہوتے غیرت دو قسم کی ہے دینی اور دنیوی۔ دینی غیرت شرع کے حکم سے خلاف نکرنا ہے اور دنیوی غیرت اپنے آپ کو بے آبروئی سے بچانا ہے۔ انتہا غیرت

کی یہ ہے کہ جو لایق حمایت کے ہو اوسکو پناہ دوے۔ اکیسوین خصلت کتمان اسرار ہے۔ رازداری بہت بہتر اور بھید کا ظاہر کرنا نہایت برا امر ہے۔ بائیسوین خصلت دنیا اور آخرت کی نیکنامی حاصل کرنا۔ دانا اور نادان سب جانتے ہین کہ ناپائدار زندگی اوس شبنم کے قطرہ کی مانند ہے جو ٹپکنے والا ہے کسی پتے کی نوک سے جو دم آتا ہے عمر سے جاتا ہے اور زمانہ باقی ہے اوسکا کچھ حال معلوم نہین لیکن اتنا دریافت ہوتا ہے کہ جلد گذرنے والا ہے۔ لہذا عقل کا تقاضا اور انسانیت کا لازمہ ہے کہ ایسی ناپائدار زندگی اور گذرنے والے زمانہ مین جہانتک ہوسکے نیکنامی حاصل کرے کہ نیکنامی زندگی سے بہتر ہے اور باقی رہنا نام نیک کا ہمیشہ زندہ رہنے کے برابر ہے۔

رزائل ہشتگانہ

حکیمون کا قول ہے کہ فضائل کے مقام مرکز کے نقطہ کی مانند دائرہ کے بیچون بیچ ہین اور رزائل کے مقام بیچ سے منحرف ہین۔ پس فضائل کے مقام محدود اور معین ہوئے اور رزائل کے غیر معین اور بیحد۔ اور جو فضائل کا حصر چار جنس مین ہے تو سرسری نظر سے رزائل کی بھی چار قسمین معلوم ہوتی ہین جیسے حکمت کے مقابلہ مین جہل اور عدالت کے مقابل جور۔ اور شجاعت کے مقابل جبن اور عفت کے مقابل شرہ مگر غور اور تحقیق کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ انحراف کی دو طرفین ہین ایک افراط یعنی بیشی کی طرف دوسری تفریط یعنی کمی کی طرف۔ پس مقابل ہر فضیلت کے دو رزیلتین مقرر ہوئین اور اس حساب سے آٹھہ رزیلتین ہوتی ہین چنانچہ حکمت کے مقابلہ مین دو صنف اور بلہ یعنی سفاہت اور بلاہت۔ سفاہت طرف افراط کے اور بلاہت جانب تفریط کے ہے سفاہت کے معنی فکر کرنا واجب یا واجبی مقدار سے زیادہ فکر کرنا۔ جیسے فارسی مین گربزے کہتے ہین بلاہت کی معنی باوجود اختیار اور قایم ہونے حواس کے واجبی امر مین فکر نکرنا۔ اور دو عدالت کے مقابلہ مین ظلم اور انظلام ظلم طرف افراط مین اور انظلام طرف تفریط کے ظلم کی معنی خلق کے حقوق اور مال و دولت مین ناجایز و بیجا دست اندازی کرنا اور انظلام کے معنی ظالم کو مضبوط کرنا یا قادر ہوتے دینا ظلم پر اور سہنا اوسکے ظلم کو استحقاق کے بغیر بلکہ ذلت

کے ساتھہ اور دو شجاعت کے مقابلہ مین تہور اور جبن۔ تہور طرف افراط اور جبن جانب تفریط کے۔ تہور کے معنی بیجا دلیری یعنی اوس مقام پر بہادری کرنا جہان مناسب نہو۔ اور جبن کی معنی نامردی یعنی اوس مقام پر اندیشہ کرنا جہان پسندیدہ نہو اور دو عفت کے مقابلہ مین شرہ جانب افراط اور خمود طرف تفریط کے۔ شرہ کے معنی لالچ اور بیجا خواہش کرنا۔ اور خمود کے معنی بجا خواہش سے انکار کرنا باوجود اختیار اور حکم شرع اور عقل کے

انتباہ ۔ ہر چند کہ رزائل کی انتہا نہین ہے لیکن اصل یہی آٹھہ ہین اور اسیطرح ہر عام فضیلت کے مقابلہ مین دو رزیلتین پائی جاتی ہین مثلاً اسراف و بخل سخاوت کی دو طرفین ہین اسراف جانب افراط اور بخل طرف تفریط کے۔ اسراف کے معنی فضول خرچی اور بخل کے معنی واجبی خرچ مین کمی کرنا۔ **انتباہ** ۔ چونکہ بسبب ظلم کے مال زیادہ ملتا ہے۔ ظالم اور خاین اکثر مالدار اور متظلم کم سرمایہ اور عادل متوسط الحال ہوتے ہین یعنی نہ مالدار نہ مفلس مگر عادل کے مال مین برکت زیادہ ہوتی ہے اور نیکنام رہتا ہے بقول حکما کسب و حرفہ مین تین چیز سے احتراز کرنا واجب ہے۔ پہلے ظلم سے جیسے تولنے ناپنے مین کچھہ تفاوت کرنا دوسرے بے غیرتی جیسے مسخرگی بیہودہ پن اور ٹھٹھا اور جو بات ذلت مین ڈالے۔ تیسرے کمینہ پن جیسے خاکروبی اور دباغی پیشون مین سے بعض ضروری ہے جیسے کشتکاری اور بعض غیر ضروری چنانچہ زرگری اور نقاشی۔

الحاصل حرفہ کی تین قسم ہین۔ شریف اور خسیس و متوسط۔ شریف وہ ہے کہ قوت نفسانی کے ساتھہ تعلق رکھے۔ یہ پیشہ امتیازی شریف لوگون کا ہے۔ اوسمین ذیشان تین قسم ہین۔ پہلے جو جوہر عقل سے علاقہ رکھتے ہین۔ جیسے وزرات کا کام۔ دوسرے وہ جو علم ادب سے متعلق ہین۔ جیسے کتابت اور لیاقت و نجوم و طبابت و حساب دانی و پیمایش کا ہنر۔ تیسرے جو زور اور شجاعت سے علاقہ رکھتے ہین جیسے سپاہ گری۔ اور کمینے پیشونکی بہی تین قسمین ہین ایک وہ جو عوام الناس کی بہتری سے خالی ہو جیسے غلہ فروشی نفع کی نیت سے اور جادوگری اور علم تسخیر یہ حرفہ بد لوگون کا ہے۔ دوسرے جو فضیلت نفسانی کی برخلاف ہو جیسے مسخراپن اور کلانوتی اور جوا۔ تیسرے جس سے طبیعت نفرت کرے۔ جیسے حجامی اور خاکروبی وغیرہ یہ سب پیشہ کمینون اور ادنی لوگون کا ہے جو کوئی جس پیشہ مین نامزد ہو لازم ہے کہ اوسمین

سبقت وکمال کا قصد کرے اور پست ہمتی مین اپنے تئین نہ ڈالے اور سوچے کہ دنیا مین کوئی مرتبہ فراغ روزی سے بہتر نہین۔ اور اوسکے اچھے پیشون مین سے وہ پیشہ ہے جو عدالت کے ساتھہ پارسائی و دیانت و راست معاملگی رکہتا ہو۔ اور جو مال غصب یا بے عزتی اور کمینہ پن سے ہاتھہ لگے اگرچہ بہت سا ہو تہوڑا اور بے برکت ہے عقل اور حکم دین کی روسے اوس سے احتراز کرنا لازم ہے اور جو کچہہ اپنی قوت بازو اور مشقت اور حق حلال سے پیدا ہو اگرچہ تہوڑا ہی ہو تو بہت اور بابرکت ہے۔ لیکن مال کی بخشش اور اوسکے خرچ کرنے مین حد اعتدال کو ملحوظ رکہے زیادہ خرچ اور بخل سے بچا وے اور نمود و فخر کرنیکے لئے خرچ نہ کرے خرچ آمدنی سے کم کرے اور مال جمع کرنے مین اس امر مین ملحوظ رکہے کہ کچہہ نقد ہو اور کچہہ جنس از قسم اثاث البیت اور کچہہ ملک مثل باغ و مویشی وغیرہ تاکہ اگر ایک مین نقصان آوے تو دوسرے سے عوض اوسکا ہو سکے

سیاحت تہذیب اخلاق کا باعث ارباب حذاقت کی لوح خاطر پر یہ بات منقش ہونے لایق ہے کہ سیر و سیاحت اقالیم کو تہذیب اخلاق مین بدرجہ غایت دخل ہے۔ آدمی گو مہذب و خلیق ہو لیکن جب تک طایر گرفتار کی طرح قفس خانہ مین بند رہتا ہے اور گہر سے باہر قدم رکہہ کر سیر و سفر مختلف ملکون کا آزادانہ نہین کرتا تب تک اپنے ہمجنسون کے سوا دوسری قومونکے طرز معاشرت و خوبی عادات سے نابلد رہتا ہے۔ ارباب بصیرت و اصحاب نیک سیرت غیر ملکون کے سیر و سفر کی زحمت اِس نیت سے برداشت کرتے ہین کہ وہان کے باشندون کی تہذیب و حسن اخلاق سے آگاہی حاصل کرکے اپنے عیبون کی درستی اور اپنی قوم کے عادات کی تہذیب مین تنہی کرین وہ گوہر مراد دریاے خوش خلقی سے بمصداق السفر وسیلۃ الظفر حاصل کرنے مین کامیاب ہوتے ہین۔ چنانچہ اغراض سفر مختلف ہین۔ پس توضیح اغراض و آداب سفر اس مقام پر ضروریات سے ہے۔

سفر

پانچ اغراض کے واسطے سفر ہوتا ہے۔ اول طلب علم کے لئے پس جو علوم انسان کیواسطے ضروری ہین اونکی تحصیل و تکمیل کے واسطے سفر اختیار کرنا بہی ضروری ہے۔ اگر سفر سے ایک نکتہ بہی ایسا ہاتہہ

لگ جائے جو تمہارے علم مین ترقی پیدا کرے تو سمجھ لو کہ مشقت سفر رائگان نہین گئی۔ البتہ سفر سے اگر ایسا علم حاصل ہو جو انسان کے حق مین نافع نہو تو وہ سفر لغو اور بے سود ہے۔

دوسرے۔ سفر اس منشا سے ہوتا ہے کہ آدمی اپنے عادات و اخلاق کو پہچانے کیونکہ جب آدمی دوسرے شہرون اور ملکون کے باشندون اور غیر قوم کے لوگون سے ملتا ہے تو اونکی طرز و روش کو دیکھکر اپنے اور اپنے اہل وطن کے عیب و صواب سے اطلاع پاتا ہے مگر جب تک انسان گھر مین بند رہتا ہے اور اپنے اہل وطن کے سوا دوسرون کو نہین دیکھتا اوسوقت تک اپنی قوم اور اپنے وطن کی ہر ایک طرز و طریق کو سب سے بہتر خیال کرتا ہے۔ پس جو غفلت کا پردہ اوسکے دل پر پڑا ہوا ہے وہ سفر کی برکت سے اوٹھ جاتا ہے۔ انسان نے جب اپنے عیب کو سمجھ لیا تو گویا مرض کو دریافت کر لیا۔ پھر علاج کا کرنا چندان دشوار نہین۔ اس ارادے اور اس نیت سے جو لوگ سفر کرتے ہین وہ نیکی اور اخلاق کی دولت دوسرے ملکون سے کما لاتے ہین اور اس دولت سے صرف اپنی ہی ذات کو بہرہ مند نہین کرتے بلکہ اپنی قوم کو بھی مالا مال کر دیتے ہین نہایت مبارک ہے ایسا سفر اور نہایت متبرک ہین ایسے مسافر۔

تیسرے۔ سفر اس مقصد سے ہوتا ہے کہ انسان برّ و بحر دشت و جبل مین اور مختلف اقالیم مین عجائب صنائع الٰہی کا مشاہدہ اور جمادات و نباتات و حیوانات کی انواع و اقسام کو نظر غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ اور اون کی خلقت مین قدرت کاملہ نے جو حکمتین رکھی ہین پہچانے۔ اس نیت سے سفر کرنا حقیقت مین اوس قدرتی نوشتہ کا مطالعہ کرنا ہے جو ہر مخلوق کے چہرے پر مرقوم ہے اور وہ کسی قوم کی زبان اور کسی ملک کی رسم الخط کا پابند نہین ہے اسی لئے ہر قوم و ہر ملک کا باشندہ جو دل دانا اور چشم بینا رکھتا ہو اوسکو بے تکلف پڑھ سکتا ہے۔

چوتھے۔ تجارت اور حصول دولت کی غرض سے سفر کیا جاتا ہے۔ دولت کی خواہش اگر اہل و عیال کی پرورش اور اہل خاندان کی خبر گیری اور اہل وطن کی امداد اور قوم کی فائدہ رسانی کے لئے ہے تو سفر طاعت اور عبادت ہے اور اگر کسب دولت محض شان و شوکت دکھانے شیخی جتانے۔ یا عیش و عشرت کی نیت

سے ہے تو ایسا سفر ایک بلا ہے - کیونکہ جس قدر دولت بڑھے گی اوسی قدر حرص پاؤن پھیلائے گی نتیجہ یہ ہوگا کہ کبھی طلب سے دل کو سیری حاصل نہوگی تمام عمر اسی رنج و کلفت مین کٹیگی اور جو مقصد ہے کبھی پورا نہوگا - ایسا شخص اپنی عمر عزیز کو اوس شے کی تحصیل مین کھوتا ہے جس سے نہ خود منتفع ہوتا ہے نہ دوسرون کو فائدہ پہونچاتا ہے -

پانچوین - سفر سیر و تفریح کی غرض سے ہوتا ہے تاکہ آدمی کے دل سے وہ کدورت و کلفت مٹ جاے جو گوشہ نشینی سے پیدا ہوئی ہو اور وہ کسل و ماندگی رفع ہوجاوے جو کثرت کاروبار سے لاحق ہوئی ہو البتہ یہ سفر بھی سودمند ہے بشرطیکہ کبھی کبھی اور مناسب وقت ہو - ورنہ جن لوگون کو خواہ مخواہ شہر بشہر اور ملک بہ ملک پڑے پھرنے کی لت پڑجاتی ہے وہ سفر سے کچھ فیض و فائدہ حاصل نہین کرتے بلکہ انکی آوارہ گردی کا باعث صرف کاہلی ہوتی ہے - وہ ایک جگہ جم کر بیٹھنا اور کسی مفید کام کے کرنے مین مشقت اوٹھانا نہین چاہتے - وہ وحشی جانورون کی مانند روز نیا دانہ نیا پانی پسند کرتے ہین ایسے لوگ اپنے آپ کو مفت اذیت دیتے ہین اور دوسرون کو بھی ناحق تکلیف پہونچاتے ہین - جہان جاتے ہین کسی سخی کریم مسافر نواز کو تلاش کرتے ہین اور جب کچھہ ہاتھہ نہین لگتا تو فاقہ کشی کی نوبت پہونچتی ہے - پس ایسے مسافر حقیقت مین مسافر نہین بلکہ آوارہ گرد خانہ بدوش ہین -

آداب سفر آدمی جس وقت عزم سفر کرے تو واجب ہے کہ اول معاملات داد و ستد وغیرہ جو لوگون کے ساتھہ ہون اونکا فیصلہ کردے اسطرح ہرگز نہ چلا جاوے کہ اوسکے جانے سے کسیکا ہرج ہو یا کسیکے کام مین خلل پڑے - اگر کسیکی امانت اوس کے پاس ہو تو پہونچادے یا اوسکا مناسب انتظام کردے - اگر صاحب اہل و عیال ہے تو اہل و عیال کے اخراجات کا معقول بندوبست کرجائے اور نیز اپنے واسطے اپنا سرمایہ بہم پہونچالے جو معمولی اور اتفاقی خرچ کے لئے کافی ہو - کیونکہ سفر مین ایسا بھی موقع آپڑتا ہے کہ ہمسفرونکے ساتھہ سلوک کرنیکی ضرورت ہوتی ہے -

۲ - مسافر کو چاہیے کہ ایک لائق رفیق پیدا کرے تاکہ اثنائے سفر مین کوئی مصیبت و آفت پیش آئے تو اوس رفیق سے اعانت ملے - اگر کئی شخص ہمسفر ہون تو چاہیے کہ ایک کو اپنا سالار و سردار بنالین

اور سب اوسکی راے اور حکم کی متابعت کرین تاکہ آپسمین تفرقہ اور مخالفت پیدا نہو۔ سفر مین اکثر مختلف صورتین پیش آجاتی ہین جنمین مسافر متردد ہوتا ہے کہ کسکو ترک اور کسکو اختیار کرے۔ پس بہتر یہ ہے کہ ہر ایک مسافر جو کچھہ اپنے نزدیک مصلحت سمجھے ظاہر کردے۔ الا فیصلہ ایک شخص کی راے پر موقوف رکھین کیونکہ جس کام کا ذمہ دار ایک خاص شخص نہین ہوتا وہ اکثر خراب و تباہ ہوجاتا ہے۔ سردار قافلہ ہمیشہ ایسا آدمی ہونا چاہیے جو اوس جماعت مین سب سے زیادہ خلیق سفر آزمودہ اور تجربہ کار ہو۔

۳۔ جب آدمی آمادہ سفر ہو تو مقتضاے آدمیت یہ ہے کہ اپنے احباب اور اعزہ اور بزرگون سے مل جل کر سلام و دعا کے بعد رخصت ہو۔ اگر ایسے لوگون سے رخصت ہوتا ہو جنسے پہر ملنے کی توقع نہو تو اپنی تقصیرات کی معافی چاہے۔ نہ اون کو اپنی جانب سے ناخوش چھوڑے نہ خود اونکی طرف سے آزردگی دلمین لیکر چلے۔

۴۔ خادمون اور ملازمون کو بے اجازت آقا کے اور لڑکون کو بے اجازت والدین یا مربیون کے سفر کرنا جائز نہین۔ اول اونسے اجازت حاصل کرلین تب عزم سفر کرین۔ لیکن آقا والدین یا مربی اگر کسی مصلحت سے اجازت سفر نہ دین تو ملول و بیدل ہونا یا اونکی ممانعت کے مقابلہ مین اپنے ارادہ پر اصرار کرنا ہرگز نہ چاہیے کیونکہ یہ بات خلاف ادب ہے بلکہ جو کچھہ وہ حکم کرین بخوشی خاطر اوسکو تسلیم کرنا واجب ہے۔

۵۔ اگر جاندار سواری پر اتفاق سفر ہو تو مسافر کو چاہیے کہ جانور کی بھوک پیاس اور رنج وراحت کا ایسا ہی پاس و لحاظ رکھے جیسا کہ خود اپنا۔ اوسکی طاقت سے زیادہ کام نہ لے جتنا بوجھہ وہ خوشی سے اوٹھا سکتا ہو اوس سے زیادہ نہ لادے۔ جتنا تیز وہ چل سکتا ہو اوس سے زیادہ تیز قدم چلانے کے لئے اس قدر زدوکوب کرنا کہ جانور کو درد و اذیت پہونچے نہایت ظلم و بیرحمی کی بات ہے۔ اگر مسافر کو کشتی یا ریل پر سفر کرنے کا اتفاق ہو تو دوسرے مسافرونکے حقوق کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ چڑہنے اوترنے اور جگہہ لینے مین ایسا طریقہ نہ برتے جس سے اورون کو تکلیف پہونچے۔ بلکہ شریف آدمی ہمسفرونکی آسایش کا خیال اپنی آسایش سے زیادہ رکہتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اپنے حق سے دوسرون کو فایدہ اوٹھانے دے تو مضایقہ نہین الا دوسرونکے حق مین بلا رضامندی مداخلت خلاف تہذیب ہے۔

تہذیب انسان کے تمام اخلاقی اوصاف پر جو لفظ عموماً استعمال کیا جاتا ہے وہ تہذیب ہے اور اس لحاظ سے دنیا کے شروع عروج اور شائستگی سے آج تک یہ امر تمام عقلا اور فلاسفرونکے نزدیک بہت زیادہ قوت اور زور سے بیان کئے جانے کے قابل خیال کیا گیا کہ تہذیب اخلاق انسان کی محدود عمر کا ایک نہایت ضروری اور واجبی حصہ ہے موجودہ زمانہ سے اگر رفتار زمانہ کی گذشتہ حرکتون کی طرف رجوع کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ یہ دلچسپ لفظ اِس سے کچھ پیشتر بہت ہی کم موقع پر استعمال کیا جاتا تہا۔ نسل انسان کی زبانین اِس لفظ سے کچھ ایسی مانوس نہین کہ اپنے تمام پند ونصائح مین بکثرت استعمال کرتے ہون اِس وصف کے لئے ایک معمولی طور کا استعمال ضروری خیال کیا گیا تہا۔ اس امر کے وجوہ اگر دریافت کئے جائین کہ کیون گذشتہ ریفارمرون کو تہذیب کا لفظ اِس قدر زیادہ دلچسپ اور ضروری نہ معلوم ہوا اور حال کے اہل خرد اسکی توصیف مین رطب اللسان ہین تو ایک یہ وجہ بہی نظر پڑیگی کہ اگلے وقتون مین دراصل تہذیب ہی کم تہی جدہر دیکہئے غیر مہذبی کا اندہیرا چہایا ہوا تہا۔ جہالت دماغون پر حکومت کر رہی تہی اور چند لوگ جنکو کسیقدر سچی شائستگی حاصل کرنے کا شوق تہا وہ تہذیب کو بالکل بہولے ہوے تہے۔ پہر ایک وہ زمانہ آیا کہ تہذیب کے سورج نے ایشیا مین چمک کر یورپ کو روشن کر دیا اور پہر ایک جہان کو اپنی روشنی سے منور کر دیا۔ لیکن فی زمانہ ہندوستانی طبائع یک بیک کچھ ایسے پلٹے کہ اپنے ملک کی تہذیب کو جو اعلیٰ درجہ کی تہذیب ہے خیرباد کہہ بیٹہے اور یورپین تہذیب کو عمدہ سمجہکر اِس درجہ والہ وشیدا ہوگئے کہ اب اون کو کوئی کام عمدہ ہی نہین معلوم ہوتا سوا اسکے کہ وہ اپنے تئین ایک مجسم یورپین ثابت کر دین بہت لوگ ایسے نظر پڑین گے جنکو خاک لیاقت نہین ہے۔ جنکی ذات مین کوئی پاکیزہ جوہر قابلیت پایا نہین جاتا کوئی خوبی اونکے حرکات سے استنباط نہین کیجا سکتی مگر وہ اپنی اِس نقلی تہذیب کے اِس درجہ معتقد ہین کہ اپنے تئین مجسم تہذیب سمجہتے ہین۔ ہمدردی قومی اونکے دلون سے ایسی دور ہوگئی کہ اپنے خیال مین وہ اپنے ہم وطنون کے ہم قوم نہین ہین۔ ہندوستانیون سے ملنا جلنا اِس لئے چہوڑ دیا کہ ہندوستانی اونکے خطاب کے قابل نہین رہے۔ مان باپ اونکی نظر مین ایک نہایت ذلیل وخوار

معلوم ہوتے ہین کہ وہ جاہل ہندوستانی ہین - اس بیہودہ خیال نے اونپر ایسا خراب اثر ڈالا کہ ہماری رائے مین وہ مہذب ہونا کیا معنی سراسر غیر مہذب بلکہ تہذیب کے جانی دشمن ہین - کوئی ہندوستانی اپنے تئین کسی حیثیت سے یورپ مین نہین ثابت کرسکتا یہ امر ایسا خلاف نیچر ہے کہ کسی ولی کی کرامات مین بھی نہین پایا گیا کہ اُنھون نے اپنی اعجاز نمائی سے ایک ملک والے کو دوسرا ملک ڈالا کردیا ہو تہذیب کا اثر اکثر مواقع پر اگرچہ ایسا ہی پڑا جیسا کہ ہم بیان کرآئے - مگر اسکے ساتھ ہی جسکا نام تہذیب ہے اور جو انسان کا ذاتی اور مقدس نور کہا جاسکتا ہے نہایت ضروری اور واجبی شے ہے ایسے ایسے خراب نتائج خود لوگون کے ذاتی عدم صلاحیت اور ذاتی نالائقی پر محمول کئے جائینگے - یہ نہین ہوسکتا کہ اس خوف سے تعلیم و ترقی اور تہذیب کا سلسلہ ختم کردیا جاوے - یہ سلسلہ شاید بڑی مضبوطی کے ساتھ شروع ہوا ہے اور اسکی مضبوطی کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہین کہ ہماری شایستگی و ترقی عنقریب دنیا مین ضرب المثل ہوگی اگر ہم اپنی تہذیب کو ہاتھ سے نہ دین -

ایک صاحب اپنی کتاب سیر و سیاحت مین ایک **نقل** جو اخلاق عرب کا نمونہ ہے اس طرح رقم فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ عرب کے لوگون نے لڑائی مین کسی لشکر کے سپہ سالار کا تعاقب کیا وہ اپنے لشکر کا راستہ بہولکر عرب کے لشکر کے قریب دشمن کے خیمہ گاہ کی طرف جا پہونچا - رات کا وقت ہوگیا چونکہ وہ سپہ سالار تھکا ہوا اور پیاسا تھا خیمہ کے دروازہ پر پہونچکر اوسنے گھوڑا روکا اور کچھ مدد کا خواستگار ہوا خلیق عرب نے اپنے مہمان کو خیمہ کے اندر شوق سے چلے آنے کی اجازت دی اور اوسکے ساتھ ایسی مہمان نوازی اور توقیر سے پیش آیا کہ جسکے واسطے اوسکی ہمقوم علی العموم مشہور ہے ہر چند کہ یہ دونون شخص لڑائی مین ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے تاہم اس موقع پر وہ کمال محبت سے گفتگو اور اپنے اپنے عزیزون اور اگلے گذرے ہوؤن کے معرکے بیان کرنے لگے - ناگاہ صاحب خانہ کے چہرے پر زردی چھاگئی اور وہ اپنی جگہہ سے اوٹھ گیا اور تھوڑی دیر مین اپنے مہمان کو پیغام بھیجا کہ آپ کے واسطے بستر تیار اور ہر شے آسایش کی مہیا ہے مین علیل ہوگیا ہون اسوجہ سے آپ کو کھانا کھلانیکے واسطے حاضر نہین ہوسکتا اور مینے جو آپکے گھوڑے کو دیکھا تو بہت

تھک جانے کے سبب دوسرے روز آپکی سواری کے لایق نہین رہا ہے اس لئے قبل طلوع آفتاب
ایک عمدہ گھوڑا معہ ہر قسم کے سازوسامان کے در خیمہ پر جہان مین رخصت کرنے کیواسطے ملونگا آپ کے
واسطے طیار رہیگا۔ مسافر اپنے مہماندار کے سلوک سے از حد ممنون ہوکر آرام کرنے لگا۔ روانہ ہونے
سے پہلے کھانا کھانے کے واسطے جواوسکے لئے تیار تھا جگایا گیا۔ بعد تناول طعام اوسنے در خیمہ
پر پہونچکر صاحب خانہ کو دیکھا کہ گھوڑے کی باگ اوسکے چڑہنے کیواسطے پکڑے ہوئے حاضر ہے
جسوقت وہ مسافر گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے لشکر کی جانب روانہ ہونیکو تیار ہوا اوسکے مہماندار نے
فوراً پکار کر کہا کہ اب میرا تم سے زیادہ دشمن تمام لشکر مین ایسا کوئی نہین ہے کہ جس سے مجکو خوف جان
ہو شب گذشتہ کو ہمنے اپنے گذشتہ عزیز دن کا باہم تذکرہ کیا اوس سے تم میرے باپ کے قاتل
معلوم ہوئے۔ پس مینے اوسکا انتقام اور اوسکے قاتل کی جان لینے کی فکر طلوع سے غروب آفتاب
تک کے درمیان کرنیکی قسم کھائی ہے۔ آج ہنوز طلوع نہین ہوا ہے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے
مین تمکو رخصت کرد ونگا۔ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے کہ جس حالتمین کہ تم میرے مہمان ہو
ہم تمکو ضرر پہونچاوین۔ مگر جسوقت تم رخصت ہو جاؤ گے جملہ وجوہ رفع ہو جاوینگے اور اوسکے بعد مجکو
اپنا جانی دشمن اور اپنی تخریب وتباہی مین ہمہ تن مستعد سمجھنا۔ تم جس گھوڑے پر سوار ہو وہ اس گھوڑے
سے جو میرے واسطے کھڑا ہے کم نہین ہے اوسکی تیزی پر ہم مین سے ایک کی یا دونون کی زندگی کا
مدار ہے۔ یہ کہکر وہ عرب اپنے مہمان سے رخصت ہوکر گھر واپس آیا اور پھر اوسکے تعاقب مین جہانتک
بحفاظت دشمن کے لشکر کے قریب پہونچ سکتا تھا اوسکے قتل کے ارادہ سے گیا آخر کار کچھ دیر مین
وہ مہمان اپنے تعاقب کرنیوالی کی تیغ خونخوار کی زد سے جان بچا کر اپنے لشکر مین داخل ہو گیا۔
حکایت۔ کسی شخص کے دو بچے تھے۔ لڑکا نہایت صاحب جمال تھا اور لڑکی ایسی نہ تھی اتفاق
سے ایک دن دونون نے کھیلتے کھیلتے اپنے چہرے آئینہ مین دیکھے۔ لڑکا اپنے چہرہ کی خوبصورتی
دیکھکر نہایت محظوظ ہوا اور اپنی بہن سے بولا کہ تمہارا دل بھی مجھسا خوبصورت ہونیکو چاہتا ہوگا۔ اِس
بات پر لڑکی نہایت شکستہ دل ہوکر روتی ہوئی باپ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ بابا جان میرے

بہائی سے کہدیجئے کہ اپنا چہرہ آئینہ مین نہ دیکھا کرے۔ باپ نے اوسکو بہت تسلی اور تشفی دیکر گلے سے لگایا اور فی الفور لڑکے کو فرمایا کہ اے بچہ مین چاہتا ہون کہ تم روز اپنا چہرہ آئینہ مین دیکھا کرو۔ اول لڑکے سے کہا کہ اے لخت جگر تو اپنے چہرہ کو خوبصورت دیکھے تو مناسب ہے کہ اوسکو بُرے چال چلن سے سیاہی نہ لگادے اور پھر لڑکی سے ارشاد کیا کہ اے جان پدر تو اگر کسی طرح کا اپنی صورت مین نقص پاوے تو لازم ہے کہ اِس نقص خَلق کو خوبیٔ خُلق و نیک سیرت سے رفع کرے۔ کیونکہ حسنِ خَلق کو خلقت دیکھتی ہے اور حُسنِ خُلق کو خالق دیکھتا ہے۔ **نکتہ**۔ آدمی کو چاہیے کہ روز صبح کو آئینہ مین مونہہ دیکھے اگر صورت اچھی پاوے سیرت کو بھی نیک بناوے تاکہ دو نیک جمع ہون اور اگر صورت بُری دیکھے تو بھی سیرت کو شایستہ کرے کہ دو برائیان جمع نہون۔ **حکایت**۔ قیصر روم نے اپنے فرزند کا نکاح بادشاہ مصر کی دختر سے اور **عزیز مصر** نے اپنے فرزند کا عقد **سلطان روم** کی بیٹی سے کیا۔ دوہرے رشتہ کے سبب سے طرفین کی محبت دو بالا ہوئی اور آپس کی اتفاق راے سے ملک کی بہتری کی تدبیر اور سلطنت کے مشورے ہونے لگے ایک مرتبہ **عزیز** نے **قیصر** کو لکھا کہ فرزند زندگانی کا ثمرہ اور باپ کا ولیعہد اور نشانی ہے۔ پس اوسکی آسایش اور معاش کی فکر واجب ہوئی۔ لہذا بندہ نے نقد و جنس و ریاست و ملک بندہ زادون کے لئے مہیا کیا ہے۔ آپ نے شاہزادون کے واسطے کیا تجویز فرمایا ہے **قیصر** نے جواب لکھا کہ دنیا کا مال و متاع بیوفا اور فانی ہے اسپر اعتبار اور تکبر کرنا محض نادانی ہے۔ لہذا ہمنے فرزندون کو ادب سکھایا اور مہذب بنایا یعنی ادب کی دولت اور تہذیب کی سلطنت اونکے حوالہ کی کیونکہ مال پامال اور علم و ادب بے زوال ہے۔ **عزیز** نے اِس راے کو بہت پسند کیا۔

حکایت۔ جمشید نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ بادشاہ کیواسطے کونسی خصلت بہت بہتر ہے وزیر نے کہا نرمی۔ دلجوئی اور **ملنساری**۔ کیونکہ اِس صفت کے ہونے سے رعیت دعاگو اور فوج رضاجو ہوتی ہے اور رعیت اور لشکر کی دعاگوئی اور رضاجوئی سے سلطنت کا بندوبست قایم رہتا ہے۔ **نقل**۔ کسی نے **عبداللہ بن مبارک** سے پوچھا آدمی کیواسطے کون صفت نافع تر

ہے۔ فرمایا عقلِ داؤد اگر نہو۔ فرمایا حسنِ ادب کہا اگر نہو فرمایا یار شفیق مشورت کے لئے کہا اگر نہو فرمایا خاموشی دائم کہا اگر یہ بھی نہو۔ فرمایا مرگ عاجل

حکما فرماتے ہین کہ بنی آدم باعتبار قول و فعل کے چار قسم کے ہوتے ہین۔ **اول** وہ کہ جس کام کو کرنا ہوتا ہے اسکو کہنے سے پہلے کر لیتے ہین۔ بعد اوسکے زبان پر لاتے ہین یہ صاحب ہمت اور اولی العزم کہلاتے ہین۔ **دوسرے** قبل ارادہ کے شہرت دیتے ہین لیکن کرتے نہین۔ **تیسرے** کہتے بھی ہین اور کرتے بھی ہین۔ **چوتھے** نہ کہتے ہین اور نہ کرتے ہین یہ دو قسمین توسط کا درجہ رکھتی ہین۔ ۲۔ کسی کے پیٹھہ پیچھے ایسی بات نہ کہنا چاہیے جو اوسکے مونھہ پر نہ کہہ سکو اگر اس نصیحت پر لوگ عمل کرتے تو غالباً غیبت وغیرہ بُری باتین نہ ہوا کرتین انسان اکثر ایسی باتین اورونکی نسبت کہا کرتا ہے کہ اگر دوسرا شخص اوسکی نسبت کہے تو وہ ناپسند کرے گا۔ ممکن ہے کہ وہ شخص جسکی نسبت تم برائی یا بھلائی کرو نہ سُنے خدا ہر بات کو سنتا ہے اور جس حالت مین کہ یہ باتین اوسکی مرضی و حکم کے خلاف ہین تو ایسی برائیون سے وہ کسطرح رضامند ہوگا۔ بدطینت آدمی اکثر غیبت کرنے اور سُننے مین محظوظ ہوتے ہین ہمکو لازم ہے کہ اورون کی غلطی اور عیبون کو فراموش کرین اور اپنے گناہون کی بخشش کی جناب باری مین دعا مانگین۔ اکثر آدمی غیبت کرکے عذر کرتے ہین کہ ہمنے سچ کہا ہے اسمین ہمارا کیا قصور تھا۔ فرض کیا کہ سچ کہا لیکن یہ عذر نہین ہوسکتا کسواسطے کہ تم بھی اپنے عیبون اور غلطیونکا تذکرہ جو شاید درست و صحیح ہو دوسرے کی زبان سے سننا پسند نہ کروگے۔ آدمی اگر اپنے عیب جانے تو دوسرونکے عیب بیان نہ کرے۔ دوسرونکے عیب وہ ظاہر کرتا ہے جو اپنے تئین بے عیب جانتا ہے۔ اور جو شخص اپنے تئین بے عیب سمجھتا ہے وہ زمرۂ بشریت سے خارج خیال کرنیکے لایق ہے۔ عیب جوئی کام عیب دارونکا ہے۔ ضرورت سے بات کرنا اور فضول گوئی سے بچنا کام عاقلونکا ہے۔ دوسرونکے حال سے عبرت حاصل کرنا کام نیک بختون کا اور اپنے حال سے دوسرون کو عبرت پہونچانا کام بدبختونکا ہے۔ ۳۔ قول ہی مین حکیم نہ رہنا چاہیے۔ بلکہ قول و عمل دونون مین اسلئے کہ حکمت قولی اس جہان مین رہیگی اور حکمت عملی اوس جہان تک پہونچیگی اور وہان باقی رہیگی۔ اگر نیکی کیواسطے کوئی شخص تکلیف اوٹھاوے تو رنج دفع ہو جاوے گا اور نیکی رہیگی اور کسی بدی کیواسطے لذت اوٹھاوے تو لذت نہ رہیگی مگر بدی رہجائیگی۔ ۴۔ نیکی کرنے مین دیر نکرنا چاہیے

مبادا نیت بدل جائے اور بدی کرنے مین جلدی نہ چاہئے شاید نیت تبدیل ہوجاوے - ۵ - حکیم افلاطون نے کہا ہے کہ بد آدمی لوگونکی نیکی چھپاتا ہے اور بدی ظاہر کرتا ہے - جیسے مکھی اچھی جگہہ نہین بیٹھتی اور گندی جگہہ بہت بیٹھا کرتی ہے ۶ - کہتے ہین کہ حضرت آدمؑ کے پاس اول بار عقل آئی پوچھا کہان رہیگی عرض کیا سر مین - دوسرے بار شرم آئی اوسنے دریافت پر جواب دیا آنکھو نمین رہونگی - تیسرے مرتبہ محبت آئی اوسنے بیان کیا دل مین - چوتھے مرتبہ تقدیر آئی اوسنے اپنا مقام سر مین بتایا - فرمایا سر مین عقل رہتی ہے بولی تقدیر آئی عقل بھاگی - پانچوین بار طمع آئی دریافت پر اوسنے اپنا مقام آنکھون کو بتایا - فرمایا آنکھو نمین حیا کے رہنے کا مقام ہے - کہا طمع آئی حیا نے کوچ کیا - چھٹے مرتبہ حرص آئی اوسنے اپنے رہنے کا مقام دل بتایا - فرمایا وہ محبت کی قیام گاہ ہے - جواب دیا حرص آئی محبت رخصت ہوئی - ۷ - کہتے ہین کہ مہمانی تین قسم کی ہوتی ہے - اعلیٰ قسم یہ ہے کہ اپنے مہمان کے پاس زر نقد بھیجدے اوسکو اختیار ہے جسطرح چاہے خرچ کرے - اوسط قسم یہ ہے کہ مہمان کے پاس جنس اور لوازمہ بھیجدے جس وقت جو شے منظور ہو کام مین لاوے - ادنیٰ قسم یہ ہے کہ گھر سے کھانا پکوا کر مہمان کے پاس بھجوادے جسوقت دل چاہے تناول فرمائے یا گھر پر بلا کے کھلاے ۸ - آدمی کے تین گروہ ہین - ایک اولیا جنکا باطن ظاہر سے اچھا ہے - دوسرے عالم جنکا ظاہر و باطن یکسان ہے - تیسرے جاہل جنکا ظاہر باطن سے بہتر ہے -

۹ - دو چیزین خوب ہین مگر دو اونسے بھی خوب تر - چنانچہ خلعت بادشاہی خوب ہے مگر اپنا پرانا جامہ اوس سے خوب تر ہے کیونکہ یہ بے منت ہے اور وہ بامنت - دوسرے خوان ارباب مقدرت کا بہت لذیذ ہے لیکن پس خوردہ اپنی اولاد کا اوس سے بدرجہا مزہ مین بڑھ کر ہے کیونکہ وہ با احسان ہے اور یہ بے احسان - ۱۰ - تین باتین خطرہ سے خالی نہین ایک بساط سلاطین پر قدم رکھنا گو کیسی ہی شفقت کرے - دوسرے تنہا عورت کے پاس بیٹھنا اگرچہ کیسی ہی پارسا ہو - تیسرے مزامیر کا سننا خواہ کیسا ہی متقی ہو - ۱۱ - کسی کے ننگ و ناموس پر بد نظر مت ہو تاکہ تیرے ننگ و ناموس پر بھی کوئی بد نظر نہو - مثل ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی - ۱۲ - تھوڑی نیکی بہت بدی کے

چھوڑنے سے بہتر ہے۔ اور سب برائی کا چھوڑنا تھوڑی نیکی کرنے سے افضل ہے۔ ۱۳۔ دینا بہتر طعام کا نہ دینا بہتر دشنام کا۔ کہانا بہتر غضب کا نہ کہانا بہتر حرام کا۔ ۱۴۔ حکیم بوعلی سینا نے کہا ہے کہ یہ خصلتین نیکی اور خلق کی معدن ہین۔ راہ حق مین صدق۔ خلق خدا کے ساتھہ انصاف۔ اپنے نفس کے ساتھہ قہر۔ عالمون کی صحبت۔ بزرگون کی عظمت رکھنا۔ چھوٹون پر شفقت کرنا۔ دوستون کے ساتھہ موافقت۔ دشمنون کے ساتھ حلم۔ درویشون کے ساتھ کرم۔ جاہلون کو نصیحت کرنا۔ نیک کام مین کسی سے مخالفت نہ کرنا۔ کسی کے عیب کی تلاش مین نہ رہنا۔ ہر بات کی اچھی وجہ پیدا کرنا۔ گنہگار کا عذر قبول کرنا۔ محتاجون کی حاجت روائی کرنا۔ دوسرے کے آرام کے واسطے آپ تکلیف سہنا۔ اپنے عیبون کو جانچنا۔ ہر شخص سے کشادہ پیشانی کے ساتھہ ملنا۔ عموماً سب سے اچھی بات کہنا۔

ناموری

انسان کے تمام عمدہ افعال کا وہ عام نتیجہ جو دنیا ہی مین حاصل ہو جاتا ہے ناموری ہے سلف سے اسوقت تک اکثر لوگ اس ناموری پر اپنی پیاری جان تک فدا کرنے کو موجود ہین۔ اگر ناموری کی ایسی کوئی عمدہ عزت کی امید نہ ہوتی تو شاید دنیا کے لئے بہت کم ایسے موقع ہاتھہ لگتے کہ کسی قسم کی ترقی کر سکتے۔ سرسبزی ملک اور عروج قوم اسی ناموری کی امید کے ساتھہ وابستہ ہے۔ شاید بہت جلد زمانہ ملک کی سرسبزی اور قوم کے اوج وعروج کو مٹا دیتا مگر جسکو نہین مٹا سکتا ہے وہ صرف ناموری ہے۔ سقراط کو زہر کا جام پئے ہوئے مدتین گذر گئین مگر نصیحت اور اوسکا پیارا نام کبھی نہ بھولے گا۔ مسلمانون کے قافلہ اور لشکر بر اعظم افریقہ کو طے کر کے اسپین کے عالیشان مقبرون مین سو رہے ہین لیکن نقش قدم آج تک باقی ہین۔

ناموری اور دوامی زندگی مین تھوڑا ہی فرق ہے لیکن جسقدر فرق ہوا اسمین کوئی شک نہین کہ زندگی دوامی جس آب حیات سے حاصل ہوتی ہے وہ ناموری کے سرچشمہ سے لیا جاتا ہے۔ کسیکو یہ پسند نہ ہوگا کہ اوسکا نام دنیا کو ہمیشہ یاد نہ رہے اور زمانہ اوسکو بھول جائے۔ ہر شخص اس فکر

مین اپنی پوری ہمت صرف کر دینے کو موجود ہے گذشتہ حالات پر جس کی نگاہ پہونچتی ہے وہ اگلون کی ناموری اور سوانح عمری سے عجب دلچسپ لطف حاصل کر سکتا ہے اور وہ لطف اوس کے سینہ مین جوش زن ہو کر خود اوس کو ناموری کا کسی قدر حصّہ اپنے لئے حاصل کرنے کی توجہ دلاتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ انسان کا ایک نیچرل شوق ہے کہ وہ اپنی قوت۔ طاقت۔ بہادری۔ لیاقت۔ استعداد کو نذر کر کے ایک عمدہ نیک نامی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے مگر نیک نامی اور ناموری اوسکو حاصل ہوتی ہے جس نے اپنے زور بازو سے کوئی عمدہ کام کر لیا۔ گو عام انسان کی کوششین صرف اپنی نیکنامی کے لئے زمانہ کو ترقی دے رہی ہین اور دنیا کو سرسبز کر رہی ہین مگر پھر بھی عام طور پر کسیکو ناموری نہ حاصل کر سکنے کی یہی وجہ ہے کہ ہر ایک شخص وہ طریقے نہین جانتا جلسے وہ دنیا اور دنیا کی آبادی کا سچا مُحسن ثابت ہو۔

ہندوستان کی اگلی تواریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی طرح کے لوگونکو نیکنامی حاصل ہوئی یا تو اون لوگون کو جو باوجود بالکل وحشی اور بیکارہ ہونے کے ہندوستان کی پہلی آبادی کے بانی تھے۔ اوس کے بعد والون مین سے اونہین راجاؤن کو جو بڑی جرأت و بہادری کر کے زمانے کے لئے جرأت اور اولوالعزمی کی نظیر ہو گئے ہین یا اون راجاؤن کو جو ترقی تہذیب و سویلیزیشن اور عقلا و فضلا کی بہت بڑی جماعت جمع کرنے مین علم و فضل کو زندہ کرنے کے باعث اپنے نام کو زندہ کر گئے ہین۔ علاوہ اون کے عقلا اور حکما کی بہی بہت بڑی جماعت نظر پڑے گی جن کے سینون مین علوم و فنون کی روشنی ابتدا ئریا بعد مگر کسی نئی جھلک کے ساتھہ چمکتی ہے۔ ان سب لوگون نے اپنی ناموری کے لئے اسقدر محنت کی کہ کل سامان اور اسباب ناموری کو لے گئے۔ ہم اگر اپنے لئے کوئی چیز ڈھونڈہین تو ہرگز نہ ملے گی۔ اب اگر کوئی ذریعہ باقی ہے تو یہ کہ قوت ایجادی پر زور دیکر کسی نئی چیز کو ایجاد کرین جس کے استعمال کرنے پر زمانہ مجبور ہو جاوے۔ زمانے

کو تغیر دے سکے کہ اوس ہماری ایجاد کو فروغ دے اور کچہہ بہی بن نہ پڑے لیکن اِن سب باتون کے ساتھہ یہ بہی ہے کہ جس قدر زمانہ گذرتا جاتا ہے اوسی قدر دقتین اور مشکلات بڑہتی جاتی ہین۔ اِس وقت دنیا اوس مرتبہ پر پہونچ چکی ہے کہ اوس کو ادنی ادنی ایجادون اور ہر ایک شخص کی کوششون کی پرواہ ہی نہین ہے۔ اِسی طرح ناموری کا حاصل ہونا قدما کے لئے نہایت آسان تہا۔ جو جو زمانہ کی عمر زیادہ ہوتی گئی اور ابنائے زمانہ کی کثرت ہوتی گئی اوسی قدر ناموری کا حاصل ہونا مشکل ہوتا گیا۔ یہی نہین بلکہ ہر قسم کی ترقی کا خاصہ ہے کہ اوس کے اولی زمانہ مین لوگون کو اوس کے ذریعہ سے بہ آسانی ناموری حاصل ہو سکتی ہے مگر بعد والون کو روز بروز دقتین بڑہتی جاتی ہین۔ جو علم زمانہ مین پہلی پہل ایجاد ہوا اوس کے ذریعہ سے ابتدا مین جلد جلد لوگون کو بڑی ناموریان حاصل ہوئین مگر اخیر مین یہ کیفیت ہوگئی کہ گویا ناموری کا دروازہ بند ہوگیا۔ یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ ترقی کا سلسلہ کبہی ختم ہونے کو نہین آتا اور جس قدر بڑہتا ہے اوسی قدر خود بخود قدرت کی جانب سے وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ آپ شاعری ہی کو ملاحظہ فرمائیے خصوص اُردو شاعری کو جو صرف ایک سبجکٹ (مضمون) حسن وعشق کا بیان ہے اِس وقت تک کسقدر مضامین سلسلہ نظم مین ظاہر کئے گئے مگر پہر بہی جب کوئی غور کرنے کو بیٹہتا ہے تو کوئی نہ کوئی عمدہ پہڑکتا ہوا مضمون ہاتھہ لگ ہی جاتا ہے۔ اسیطرح سلسلہ ترقی کسی وقت ختم نہوگا۔ اور ابد تک بالاتصال یون ہی نئی نئی نیرنگیان ظاہر کرتا چلا جائے گا۔ مگر اوسکے بعد یہ بہی ضرور ہے کہ گو ترقی پسند دنیا کبہی سر برآوردگی کا پہاٹک بند کرنا نہین چاہتی لیکن اوس پہاٹک مین داخل ہونے والون کے لئے شرائط اور لوازم اسقدر کثرت سے بڑہاتی جاتی ہے کہ بہت ہی کم لوگ داخل ہونے کی جرات کر سکتے ہین۔ اگلے زمانہ والون کے لئے نیک نامی کا حاصل ہونا کون مشکل امر تہا۔ اول تو وہ لوگ بانئے خاندان تہے نامسعود ہوا ہی چاہین۔ پہر وہ لوگ ذراسی بہی کوشش کی بدولت کوئی نہ کوئی ایجاد پیدا کر سکتے تہے۔ اونسے پہلا زمانہ بالکل فطرتی حالت پر تہا وہ اگر کوئی

بات بھی زبان سے کہدیتے ہونگے توغالبًا دہ ایجاد کا مزہ دیجاتی ہوگی - اونکو ناموری نہ حاصل ہو تو پہر کسکو ہو - ہماری یہ کیفیت ہے کہ اگر لاکھ باتین بھی مہینون غور و فکر کرکے زبان سے نکالین تو مُقلِّد ہی رہینگے موجد نہ کہے جاسکین گے - قدرت نے گوکہ ہمکو نہایت اعلیٰ ترقی کے زمانے مین پیدا کیا ہے مگر افسوس کہ اوسوقت جب نیکنامی قریب محال ہوگئی ہے فقط



جوہر نوان

سخاوت واحسان کے بیانمین

سخاوت اور فیاضی اپنی خوشی اوردل سے مستحقونکے حق ادا کرنے کو کہتے ہین۔ انسان کیواسطے کوئی صفت سخاوت سے بہتر نہین ہے۔ سخاوت مثل ایک درخت کے ہے کہ پہول اوسکا دنیا کی نیک نامی اور پہل اوسکا عاقبت کی نجات ہے۔

سخاوت عیب کو چہپاتی ہے۔ کنجوسی ہنر کو عیب بناتی ہے۔ سب آدمی احسان کے بندے ہین جو کوئی سخاوت یا احسان کرتا ہے تمام خلق کو اپنا دوست اور تابعدار بناتا ہے۔ مراد کے دروازے اپنے لئے کہولتا ہے۔ جو کوئی سخی کے احسان سے شرمندہ بہی نہین ہوا ہے وہ بہی اوسکو اچہا کہتا ہے سخی کتنی ہی دور ہو جو لوگ فقط ذکر ہی اوسکا سُنین بیشک دل اور زبان سے اوسپر آفرین کرینگے خواہ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو۔ چنانچہ **حاتم طائی** حال کے زمانہ سے بارہ سو برس پیشتر تہا اور **راجہ کرن ہندی** کو قریب پانچ ہزار برس کے گذرے کہ دنیا سے گذرا مگر ابتک اُنکا نام اُنکے ذکر خیر سے زندہ ہے اور قیامت تک رہیگا۔ سخاوت کی سیدہی راہ یہ ہے کہ اول اپنے اور اپنی اولاد و مان باپ کے مصارف کو اچہا رکھے۔ اسکے بعد عزیزون اور دوستون کی خبر لے اوس کے پیچہے محتاج اور اپاہج وغیرہ کی پرورش کرے اور دشمن کو دوست بنا دے۔ سخاوت اور احسان کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ دشمن دوست ہو جاتے ہین۔ بعض آدمی ہوا و حرص و فضول خرچی مین مال کو لٹاتے ہین لوگونکے دکہانے کو اوس مقام مین خرچ کرتے ہین جہان اوسکی احتیاج نہین اور بعض لوگ

اِس سبب سے زیادہ خرچ کرتے ہین کہ وہ دولت کی قدر سے غافل اور اِس بات سے جاہل ہین کہ اوسکو کس مقام مین خرچ کرنا چاہیئے۔ یہ حالت اکثر لوگونمین پائی جاتی ہے جنکو اتفاقاً بہ سبب میراث کے یا کسی اور سبب سے مال مفت ہاتھ لگ جائے۔ وے احمق اوسکے پیدا کرنیکی مشقت سے بے خبر ہین یہ نہین جانتے کہ آمد بہت مشکل اور خرچ کرنا آسان ہے۔ ایسے لوگ بقول شخصے مال مفت دل بے رحم۔ بیجا خرچ کرتے ہین۔ حکیمون نے کہا ہے کہ دولت جمع کرنا ایسا ہے کہ جیسے بڑے پتھر کو پہاڑ کے اوپر لیجانا اور خرچ کرنا ایسا ہے جیسے اوس پتھر کو وہان سے نیچے چھوڑ دینا۔ اسواسطے کسب حلال سے جو مال حاصل ہو اوسکو حفاظت سے رکھنا اور عقلمندی سے صرف کرنا اور ضائع نہونے دینا چاہیئے جسکے یہان آمد نہو اور خرچ ہوتا رہے یا آمد سے خرچ زیادہ ہو تو وہ شخص محتاج ہو کر انواع صعوبت مین گرفتار ہوگا۔ اگر خرچ آمد کے برابر ہو تو بھی مضایقہ نہین۔ بلکہ آمد سے خرچ کم کرنا کام عقل کا ہے دوسرے یہ کہ اصل مال مین دست اندازی نکرے اور اوسکے فائدہ سے بہرہ مند ہو۔ اگر سرمایہ مین مداخلت کیجائے تو چندروز مین اصل برباد ہو جائے گا۔ اگر منفعت ہو تو نفع کے استعمال مین اسراف سے پرہیز اور طریق اعتدال اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بخشش اگرچہ سب جگہہ پسندیدہ ہے مگر جو بجا ہو وہ درست ہے ورنہ نادرست۔ چنانچہ آدمی باعتبار خرچ و دخل کے تین قسم پر پائے جاتے ہین۔ ایک وہ کہ آمدنی قلیل رکھتے ہین اور خرچ زیادہ۔ اگر بیجا مصرف مین صرف کرتے ہین تو اخوان الشیاطین ہین اور اگر بیجا نہین صرف کرتے تو بھی کم کرنا لازم ہے تاکہ قرض اور دیگر آفات سے محفوظ رہین۔ دوسرے وہ کہ جس قدر آمدنی رکھتے ہین اوسی قدر خرچ کرتے ہین۔ اگر بیجا نہین صرف کرتے تو متوسط ہین ورنہ فضول خرچ۔ تیسرے وہ کہ آمدنی کثیر رکھتے ہین اور خرچ قلیل کرتے ہین۔ یہ بات اگر بہ سبب بخیلی کے ہے تو نہایت مذموم ہے ورنہ بغایت خوب اور نزدیک خرد مرغوب۔ سچی سخاوت کی تعریف نہایت مشکل ہے۔ بہت سے کام جو لوگون نے بظاہر سخاوت کے مشابہ کئے ہین اگر غور کیا جاوے تو باعث اونکا صرف خواہش حصول نیکنامی و شہرت و نمود پائی جاویگی۔ اگر کوئی شخص حصول نام و عزت کے واسطے اپنا گھربار لٹادے تو داخل خودغرضی ہے نہ سخاوت و فیاضی۔ نہ وہ سخی بالذات ہے بلکہ

بالغرض ۔ اکثر اشخاص جو ہزارون آدمیون کو کھانا کھلاتے ہین اور دھوم دھام کی ضیافتین کرتے ہین تو صرف
اپنی شیخی و شوکت دکھانیکو نہ از راہ ترس و ترحم ۔ اسواسطے اگر نیت خالص ہے تو جب کھانا اِس کام کیواسطے
پکواؤ تو اپنے دوستون اور بھائیون اور رشتہ دارون اور دولتمند ہمسایون کو مت بلاؤ ورنہ
شاید اوسکے عوض وہ لوگ بھی تمہاری دعوت کرین ۔ لیکن محتاج و اپاہج و لنگڑے و اندہونکی ضیافت
کرو کہ وہ اوسکا عوض نہ دے سکین اور بعوض اوسکے اجر تمکو بروز جزا ملیگا ۔ **الحاصل** سخاوت اوس عطا کا
نام ہے جو بے طمطراق و بے خودغرضی و خودستائی کے صرف خدا کی محبت اور اپنے ہمجنسون کی
ہمدردی کے باعث بلا طلب کیجاوے ۔ کیونکہ مانگنے پر دینا عوض ہے سائل کی خواہش کا بعض
لوگ امور ممنوع مین تو ہزارون روپیہ صرف کرتے ہین اور نفرین و ملامت زمانہ کی سنتے ہین اور
محتاجون اور سائلون سے رنجیدہ ہوکر سخت و سست کہتے ہین ۔ اسواسطے وہ لوگ جتنے محتاجون
سے رنجیدہ ہوا کرتے ہین اوسیقدر احکم الحاکمین ظالمون کو اونپر مسلط کرتا ہے ۔ تین امر جوانمردی
کے اوصاف مین داخل ہین ۔ اول جو اُن سے قطع محبت اور بے مروتی کرتا ہے وہ اوس سے نہایت
الفت کے ساتھہ ملتے جلتے ہین اور اوسکی دلجوئی کرتے ہین ۔ دوسرے جو اونسے نااُمید ہوتا ہے
اوسکے ساتھہ وہ نیکی اور ہر طرح کے سلوک سے پیش آتے ہین ۔ تیسرے جو اونکے ساتہہ بدی
سے پیش آتا ہے وہ بجاے بدی کے نیکی کرتے ہین ۔ **سکندر** نے **ارسطو** سے پوچھا کہ سعادت
دین کی کس چیز مین ہے اور ایسا کون ہنر ہے جس سے سب عیب چھپ جاوین کہا جود و کرم ۔ پھر سوال
کیا ایسا کون عیب ہے جس سے سب ہنر چھپ جاوین ۔ جواب دیا بُخل ۔ سخاوت ایک ایسا تخم ہے
کہ ایک جگہ بویا جاوے اور دو جگہہ سے اوگے ۔ یعنی دنیا مین ناموری اور عقبیٰ مین ثواب ہو ۔ حکماء
سخاوت کو چار نوع پر تقسیم کرتے ہین ۔ ایک سخاوت مالی ۔ دوسرے بدنی ۔ تیسرے جانی ۔ چوتھے دلی
مومن مال دیتا ہے اور آخرت مین لیتا ہے ۔ **مجتہد** اپنا بدن خدمت مین دیکر ہدایت کرتا ہے اور
ثواب لیتا ہے ۔ **عابد** اپنی جان راہ خدا مین نثار کرتا ہے اور حیات ابدی پاتا ہے ۔ **عارف**
سخاوت دل سے سالکان طریقت کو معرفت حق سکھاتا ہے ۔ اور عاقبت مین اجر

پاتا ہے۔ علی ہذا آدمی چار قسم کے ہین۔ ایک لئیم جو نہ آپ کہاوے نہ کسیکو کہانے دے۔ دوسرے بخیل جو آپ کہاوے دوسرونکو نہ کہانے دے۔ تیسرے سخی جو آپ کہاوے اور دوسرونکو کہلاوے۔ چوتہے کریم جو آپ نہ کہاوے اور دوسرونکو کہلاوے۔ آدمی کو چاہیے کہ دل مین سوچے کہ جب مین پیدا ہوا تہا تو میرے پاس کیا تہا۔ اللہ تعالی نے مجکو پیدا کیا۔ قوت دی۔ رزق دیا اور حکم کیا کہ میرے محتاجون پر احسان کیا کرو کہ بعوض اوسکے مین تم پر رحم کرونگا۔

سخی لوگ آپ کم کہاتے ہین اور اونکو زیادہ کہلاتے ہین اور غیرونکے کہلانیکو غنیمت شمار کرتے ہین۔ بلکہ اونکے ممنون منت ہوتے ہین اسواسطے کہ وہ جانتے ہین کہ خاطرداری مہمان کی صفت کا کرم ہے کیونکہ تمام مخلوق اپنی قسمت کا کہاتی ہے اوسکی روزی کا کفیل پروردگار ہے اور نیک نامی اور مزد کا پانے والا خاطردار ہے ع

اپنی قسمت کے سوا کہاتا نہین کوئی بشر	اپنے گہر مین بیٹہکر وہ کہاوے یا اونکے گہر
اوسکا تو مرہون احسان ہو جو کہای تیرے ساتہہ	یعنی کہاتا ہے وہ اپنا تیرے دسترخوان پر

اگلے لوگ جو کچہہ دیتے بہت چہپا کر دیتے بلکہ اندہون کو تلاش کرکے دیتے تہے تاکہ لینے والے نہ جانین کہ کسنے دیا اور اکثر فقیرونکی راہ مین ڈالدیتے تہے کہ بے منت و احسان اوٹہالین اور بعضے اور شخص کے ہاتہہ سے دلواتے۔ غرض اِس سے یہ تہی کہ ریا کو دخل نہ ہو اور خیرات لینے والے کا احسان مانتے تہے اوسپر اپنا احسان نہ کرتے تہے اور اپنے تئین صدقہ لینے والے سے زیادہ محتاج صدقہ دینے کا جانتے تہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ کرم کرکے احسان مت کر کیونکہ ثمرہ اوسکا ملیگا بلکہ شکر کر کہ خدائے کریم نے تجکو اِس لائق کیا۔ پس خیرات ہر صاحب دولت پر واجب ہے کیونکہ ایسے اعمال کہ جنسے بعد حیات آثار فیض و برکت کے روح عامل پر پہونچین صدقہ و خیرات ہین اور تعمیر مسجد و معبد و مدرسہ و خانقاہ و پل و تالاب و چاہ وغیرہ بہی اِسی مین داخل ہین۔ خیال کرنا چاہیے کہ ایک چہوٹا سا جانور کتہ بمنزلہ ایک گارد مسلح و مستعد کے پالنے والے کے مال و مکان کی حفاظت کیواسطے ہوتا ہے ہرچند کتے مین یہ وصف ذاتی و جوہر طبعی ہے لیکن تاہم یہ وفاداری اوس سے ضرور کسی احسان کی عوض ظاہر ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے پالنے والے ہی کے مال و متاع کی حفاظت کرتا ہے یہ

کبھی نہ دیکھا اور سنا ہوگا کہ کسی اجنبی آدمی کے ساتھ کُتّے نے وفاداری کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے
کہ احسان اور نکوئی اوسکی بنیاد ہے۔ پس جب کہ ایک جانور احسان کو ایسا کچھ مانتا ہے تو فرقۂ انسان
کا اشرف المخلوقات ہے احسانمند ہو کر کیا کچھ وفاداری اور جان نثاری نہین کرسکتا۔ پس آدمی کو احسان
کی طرف توجہ رکھنا شرط ہے۔ محتاج کا مال مہنگا خرید کرے اور اوسکے ہاتھ جو کچھ بیچے تو سستا
دے۔ لیکن تونگرون سے گران خرید کرنا نہ منفعت ہے نہ احسان بلکہ اپنا مال ضائع کرنا ہے ایسے
شخص سے ارزان لینا یا پھیر دینا بہتر ہے۔ حکمانے فرمایا ہے کہ سات چیزین صدقہ کو رونق اور درجہ
قبولیت کا دیتی ہین۔ اول مال حلال سے دینا۔ دوسرے تھوڑے مال مین صدقہ دینا۔ تیسری صدقہ
دینے مین دیر نہ کرنا۔ چوتھی خوشی سے دینا۔ پانچوین چھپا کر دینا۔ چھٹی دیکر احسان نہ جتانا۔
ساتوین جو خویش واقربا محتاج ہون اونکو دینا۔ پھر فرمایا ہے کہ صدقہ دینے مین پانچ فائدے ہین۔
اول صدقہ مال کو پاک کرتا ہے۔ دوسرے گناہون کو مٹاتا ہے۔ تیسرے امراض کو دور کرتا ہے
چوتھے قلب کو فرحت ہوتی ہے۔ پانچوین مال کو بڑھاتا ہے۔ دینے والے کو چاہیے کہ سائل
کو اپنے حوصلہ کے موافق دے یا اوسکے مرتبہ کے مطابق۔ اسیطرح سائل کو موافق اپنے مرتبہ
یا مطابق حوصلہ مسئول عنہ کے سوال کرنا چاہیے تاکہ دینے لینے مین دریغ نہو۔ سائل تین قسم کے
ہوتے ہین۔ ایک سائل طامع یعنی لالچی اوسکے سوال پر کم التفاتی چاہیے تاکہ اپنی بری عادت سے
باز آئے۔ دوسرے سائل محتاج۔ محتاج کے سوال کو جہانتک ہوسکے رد نہ کرے بلکہ ہمیشہ حتی الوسع
اوسکی مدد کرے۔ تیسرے سائل شفیع یعنی سفارش کرنے والا اور شفیع اکثر ذی رتبہ اور عالی قدر و شریف
ہوتا ہے۔ پس رعایت ایسے شخص کی اور اوسکی بات ضرور ماننا چاہیے۔ **حکایت**۔ کرمان کا
ایک بادشاہ بڑا سخی و مہمان نواز تہا جو کوئی اوسکے شہر مین وارد ہوتا دونون وقت اوسکے باورچیخانہ
سے کہانا پاتا ایک مرتبہ **عضد الدولہ** نے اوسپر چڑھائی کی **ملک کرمان** کو مقابلہ کی تاب نہ تہی
قلعہ بند ہوا تمام روز **عضد الدولہ** کے لشکر سے خوب لڑائی ہوتی اور شام کو کھانا بادشاہی باورچیخانہ
سے **عضد** کے تمام لشکر کیواسطے جاتا **عضد** نے سوال کیا کہ دن کی لڑائی اور رات کی دعوت

یہ کیا بات ہے **ملک** نے جواب دیا لڑائی شجاعت کا اظہار اور دعوت انسانیت کا جوہر ہے یعنی اگرچہ آپ
ہمارے دشمن ہین مگر ہمارے شہر مین مسافرانہ تشریف لائے ہین مروت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ
ہمارے گہر تک اور اپنی گرہ کا کھائے **عضد الدولہ** کا دل اوسکی مروت اور جوانمردی سے نرم ہوا
فورًا لشکر اوٹھا لیا اور کرمان کا ملک چہوڑ دیا۔**حکایت** ایک امیر پالکی پر سوار چلا جاتا تہا کسی مفلس
نے اوسے ڈہیلا مارا اوسنے اپنے آدمیون سے کہا اسے دو روپیہ دیدو اونہون نے کہا یہ
کیا سا اوسنے ڈہیلا مارا آپ روپیہ دیتے ہین بولا اوسنے مجھے درخت باردار سمجھکر ڈہیلا مارا ہے اوسکا
میرا پہل روپیہ ہے **حکایت**۔ایک بادشاہ نے اپنے وزیر اور میر بخشی سے صلاحًا پوچھا کہ مال
اور لشکر کے جمع کرنے مین میری عقل کچھ کام نہین کرتی اگر مال جمع کردن تو لشکر نہین اور جو فوج رکھون
تو دولت نہین رہتی وزیر نے عرض کی کہ خداوند آپ دولت جمع کیجئے اگر فوج نرہے گی تو کچھ نقصان
نہین۔کیونکہ جب ضرورت ہوگی رکھہ لیجئے گا اور جو میری بات کا آپ کو اعتبار نہو تو ایک برتن مین
تہوڑا شہد رکھوا دیجئے فورًا ہزارون مکھیان جمع ہونگی۔بس شہد رکھوایا لاکھون مکھیان جمع
ہوگئین۔میر بخشی نے کہا اگر میری عرض سنئے تو فوج رکھئے کہ وقت پر کام آوے اوسوقت مال
ہرگز کام نہ آویگا اگر یقین نہو تو ایک ہانڈی مین شہد اوسی جگہہ رات کو رکھوا دیجئے اگر مکھیان آجاوین تو مین
جہوٹہا ورنہ سچا ہون ایسا کیا گیا ایک مکھی نہ آئی۔عرض کیا جہان پناہ اپنی فوج جب قبضہ سے
نکل گئی تو پہر روز سیاہ مین مال بہی خرچ کیجئے گا تو میسر نہ آوے گی **نقل** ہے کہ ایک سخی بادشاہ
نے کسی مقرب سے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ دس دس لاکھ روپیہ ایک ایک آدمی کو بخشون تیری کیا
راے ہے کہا اسقدر بہت ہوتا ہے فرمایا اگر نصف دون کہا تاہم بہت ہے فرمایا تہائی کہا زیادہ
ہے القصہ دہم حصہ قرار دیا۔بادشاہ نے کہا اے بے دولت میرا ارادہ یہ سب دولت تجھے دینے
کا تہا تو نے اپنے تئین محروم کیا اور مجھے سخاوت سے باز رکھا وہ رونے لگا اور عرض کیا کہ بادشاہ سلامت
مینے خطا کی مگر تو اپنے کرم و عطا سے بازمت رہ بادشاہ نے فرمایا تو سفلہ ہے نہ لایق عقوبت نہ قابل
عطیت تو نے اپنے تئین اور مجھے دونون کو نقصان کے گرداب مین ڈالا۔میرا نقصان یہ ہے کہ اسقدر

مال مین تجکو عطا کرتا تو سخاوت مین مشہور ہوتا اور دور دور آوازہ میرے کرم کا پہونچتا - اور جبر انقصان مال سے محروم رہتا - پس اب لاکہہ روپیہ کہ تو نے خود قرار دیا ہے لے اور آیندہ میرے حضور مین ایسی سفلگی ہرگز نکرنا

حکایت ایک روز ملک **جرمن** کے بادشاہ کو مقام **ونیا** کے راستہ مین ایک لڑکا قریب دس برس کا ملا اور کہنے لگا کہ میری مان بہت بیمار ہے اور بغیر روپیہ کے ہمکو طبیب مل نہین سکتا ہے امیدوار ہون کہ کچہہ حضور عنایت فرماوین مینے آج تک کبہی کسی سے نہین مانگا اگر میری مان اچھی ہوجاے تو بہت اچھا ہو بادشاہ نے نام اور مقام اوس غریب عورت کا دریافت کرلیا اور اوسوقت ایک فلورن (ایک سکہ قیمت مین برابر قریب ایک روپیہ کے) اوس لڑکے کو دیکر رخصت کیا وہ نہایت مشکور ہوکر اوسے جلد لئے دوڑتا چلاگیا - بادشاہ تہوڑی دیر بعد اپنے نوکرون مین سے کسیکے کپڑے پہنکر اوس غریب عورت کے گہر گیا وہ عورت سمجہی کہ طبیب جسنے اوس کے لڑکے سے اوسکی بیماری کی خبر پائی تہی آیا ہے اوس سے بخوبی اپنا حال بیان کیا اور قلم دوات کی طرف اشارہ کرکے کہا ایک نسخہ میرے واسطے لکہہ جیے بادشاہ نے تسلی دیکر صحت کی اُمید دلائی اور کاغذ پر کچہہ لکھکر رخصت ہوا جسوقت بادشاہ وہان سے چلاگیا اوس عورت کا لڑکا معہ طبیب کے آپہونچا وہ بیمار عورت نہایت حیرت زدہ ہوکر بولی کہ ایک طبیب تو ابہی بیان ہوگیا ہے اور اپنا نسخہ میز پر رکہہ گیا ہے اوس طبیب نے نسخہ دیکہنے کی اجازت لیکر اوسکو دیکہا تو بڑا تعجب ہوا کہ وہ کاغذ بادشاہی دستخطی رقعہ بنام خزانچی دینے پانچ سو روپیہ کے اوس غریب عورت کو تہا چنانچہ وہ عورت اوسی رقعہ کے ذریعہ سے روپیہ پاکر خوش و خرم اوقات بسر کرنے لگی

حکایت - نوشیروان عادل سے ارکین سلطنت نے عرض کیا کہ فلان طرف کے عامل نے لاکہہ درہم خزانہ خاص سے لیکر بے حکم سرکار محتاجون کو تقسیم کردئے جواب دیا کہ یہ امر مبارک ہمارے دائرہ فرمان سے باہر نہین ہے یعنی فقیر اور مساکین کو دینا خاص میرا حکم ہے - یہ بات مثل اوسکے ہے جو عہد مین **نورالدین جہانگیر شاہ** خلف بادشاہ **جلال الدین اکبر** بادشاہ صاحبقران کے واقع ہوئی چنانچہ مشہور ہے کہ لوگون نے عرض کیا کہ آج کل چند تلبیس منشون نے پیشہ مکر و تلبیس اختیار کرکے قوت مہارت حرفہ مہر کنی سے شبیہہ نقش مہر بادشاہی بنائی ہے اور اس حیلہ سے فرمان خطا توامان

درست کرکے اُن احکام کو دست آویز بنایا اور اوس وسیلہ سے عملداران نواحئے یلاد دور دست کو دہوکہ دیکر زر خطیر تحصیل کیا ہے اِس صورت مین یہ مناسب ہے کہ مجرمونکی آنکھین نکالی جائین اور ہاتہہ قطع ہون بلکہ قتل ہون اور شکم چاک کئے جائین۔ بادشاہ نے کمال شفقت واحسان سے فرمایا کہ اونہون نے جو ہماری مہر کو اپنی روزی کا وسیلہ کیا ہے گویا ہمارے حکم سے زر تحصیلا ہے اور اب جو یہ ثابت ہوا کہ اونہون نے بوجہ اشد ضرورت اور غلبۂ محتاجی واضطرار وپریشانی کے یہ امر اختیار کیا پس بعد تنبیہ وتادیب۔ اور ظہور توبہ ہر ایک کے نام سرکار عالی سے مبلغ معین بطور مدد معاش مقرر کردئے جائین کہ پہر ایسی حرکت نہ کرین **حکایت** ایک آدمی امیر **افریقہ** کے حاکم کا **اندرو کلس** نام ایک غلام تہا اوسنے کوئی قصور کیا کہ جس کے سبب سے اوسکے آقا نے اوسکے مار ڈالنے کا قصد کیا لیکن وہ سزا کے ڈر سے بہاگ گیا اور ملک **نومیدیہ** کے جنگلون مین جارہا وہان ایک پہاڑ مین اوسکو ایک غار نظر آیا اوسکے اندر وہ آرام کرنے کے واسطے جا بیٹہا کچہہ دیر بعد ایک شیر وہان آیا وہ اوسکو دیکہکر بہت ڈرا اور جانا کہ اب اِس سے مین جانبر نہین ہوسکتا مگر جب شیر نے اوسکو دیکہا تو اوسکے پاس آکر اپنا پنجہ اوسکے آگے بڑہا دیا اور گڑگڑا کے اور آگے بڑہا جب **اندروکلیس** کا ڈر کچہہ کم ہوا تو اوسنے دیکہا کہ شیر کے پنجہ مین ایک بڑا کانٹا لگا ہے جس کے سبب سے وہ سوجا ہوا ہے اور درد کرتا ہے اوسنے فوراً اوس کانٹے کو نکال لیا اور اوسکے پنجہ کو آہستہ آہستہ دبایا جب پیپ نکل گئی اور درد بہی کم ہوا شیر باہر گیا اور تہوڑی دیر کے بعد ایک ہرن شکار کرکے اوس کے پاس لے آیا اور اوسے **اندروکلس** کے قدم کے پاس رکہہ کر پہر شکار کو چلا گیا اوس شخص نے اوس ہرن کا تہوڑا گوشت لیکر کباب بنا کر کہایا جب وہ گوشت تمام ہوگیا تب شیر دوسرا ہرن لے آیا۔ اسیطرح وہ غلام بہت روز تک اِس جنگل مین رہا اور شیر نے اوسکو کہانا کہلایا آخر کو ایسے مہیب جانور کے ساتہہ رہنے سے اوسکا دل پریشان ہوا آدمیون کی محبت کے سبب سے جنگل کو چہوڑ کر شہر کی راہ لی اور آخرکار پہر اپنے آقا کے پاس گرفتار ہوکر لایا گیا اوسوقت اوسکا آقا حسب دستور **افریقہ** کے حاکمون کے بڑے بڑے شیرونکو جمع کرتا تہا کہ روم مین رومیونکے دیکہنے کے لئے بہیجے۔ جب غلام آیا اوسنے حکم دیا کہ اوسے روم مین شیرونکے ساتہہ لیجاوین اور تماشاگاہ مین رکہین کہ کسی

شیر سے لڑے کیونکہ **رومیون** کا دستور تھا کہ جب کوئی بڑا قصور کرے تو وہ تماشے کیواسطے درندون کے
سامنے چھوڑا جاتا تھا جب اندروکلس **روم** مین پہونچا تو وہ اپنے آقا کے حکم کے موافق تماشہ گاہ مین
چھوڑا گیا اور ہزارون آدمی انسان کی لڑائی **شیر** کے ساتھہ دیکھنے کو جمع ہوئے لوگون نے اندروکلس
کو بیچون بیچ مین چھوڑکر ایک بڑا شیر اوسپر چھوڑ دیا جب شیر نے اوسکو دیکھا تو اپنی آنکھین لال کرکے بہت
گونجا اور اوسکی طرف دوڑا مگر جب اوسکے نزدیک پہونچا اور اوسکا منہ دیکھا تو فوراً زمین پر گر پڑا اور اوسکے
قدم کے پاس کھسکتے کھسکتے آکر اوس سے کھیلنے لگا **اندروکلس** نے جو اوسپر نظر کی تو معلوم ہوا
کہ یہ وہی شیر ہے جسکے ساتھہ وہ **نومیدیہ** کے جنگل مین رہا تھا سب تماشائیون کو بڑا تعجب ہوا کہ
شیر اور آدمی سے یہ کسطرح کی دوستی ہے تب **اندروکلیس** نے اون سب کے سامنے اپنا سارا حال
بیان کیا اور اونھون نے حکم دیا کہ اوسکا قصور معاف کرکے شیر کو اوسکے سپرد کردین اس کے لکھنے والے
نے آپ اس آدمی کو دیکھا تھا کہ اوس شیر کو **روم** کی گلیون مین لئے پھرتا تھا اور لوگ اوس کو
ہر طرف سے گھیرے ہوئے آپسمین کہتے تھے کہ یہ وہ شیر ہے جو آدمی کا میزبان تھا اور یہ وہ آدمی
ہے جو شیر کا طبیب تھا **المولف** سچ ہے احسان وہ تسخیر ہے کہ انسان وحیوان دونون پر موثر ہے
احسان کی ایسی زبردست زنجیر ہے کہ کوئی شخص کسیطرح مقید نہ ہوسکے تو زنجیر احسان سے بند اطاعت
مین گرفتار ہو جائے۔ اِس مقام پر ہمکو ایک حکایت جو **شیخ سعدیؒ** نے بوستان مین لکھی ہے
یاد آئی **حکایت** شیخ سعدیؒ کہتے ہین کہ ایک مرتبہ راہ مین میرے سامنے ایک شخص آیا اوسکے
پیچھے پیچھے ایک بکری دوڑتی پھرتی تھی مینے اوس سے کہا کہ اِس جانور کی رسی بندہی ہے اِس سبب سے
تمھارے پیچھے چلا آتا ہے اوسنے فوراً اوسکی ڈورا در پٹا کھولدیا اور ہر طرف سے دوڑنا شروع کیا بکری
اوسکے پیچھے اوسیطرح دوڑتی پھرنے لگی کیونکہ وہ اوسکے ہاتھ سے دانہ اور گھاس کھایا کرتی تھی۔ جب وہ
شخص دوڑنے سے ایک مقام پر ٹھیرا تو مجھسے کہنے لگا کہ حضرت کچھ اِس رسی کے سبب سے یہ جانور
میرے ساتھہ نہین پھرتا ہے بلکہ احسان اوسکی گردن کی رسی ہے۔ مست ہاتھی جو فیلبان پر حملہ نہین
کرتا تو بسبب اوسکے لطف و احسان کے۔ نیک مرد کو چاہیئے کہ بدون کے اوپر بھی نوازش کرے کیونکہ

کتا بھی جب روٹی پاتا ہے تو پاسبانی کرتا ہے۔

حکایت۔ خسرو پرویز کی سلطنت مین ایک فوج کا سردار جسکی راے پر سلطنت کی تدبیر منحصر تھی بڑا نامی گرامی تھا خسرو کو اوسکی طرف یہ شبہہ پیدا ہوا کہ اگر وہ باغی ہو جاوے تو یقین ہے کہ سپاہ اور رعیت اوسکے شریک ہوگی اور سلطنت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ مصاحبون کو بلاکر صلاح پوچھی سب کی راے یہ ہوئی کہ اسکو قید کرنا مناسب ہے بعد اسکے ایک روز خسرو نے اوسی سردار کو یاد کیا اور بہت مہربانی سے اوسکا منصب بڑہایا اور خلعت و جاگیر دیکر اوسے رخصت کیا مشورہ دینے والون نے عرض کی کہ حضرت نے مشورہ کے خلاف کیون عمل فرمایا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہمنے ہرگز تمہاری راے کے خلاف نہین کیا یعنی اوسکا قید کرنا جو راے غالب مین تجویز ہوا تھا وہ جسم سے تعلق رکھتا تھا ہمنے اوسکے دل کو قید کیا اور جسم دل کا تابعدار ہے۔ مشورہ دینے والون نے بادشاہ کی راے پر آفرین کی چنانچہ وہ سردار بادشاہ کے احسان سے تمام عمر بغاوت سے باز رہا بلکہ پہلے سے زیادہ خیر خواہی کرنے لگا۔

حکایت۔ ایک اعرابی جو کبھی گھر سے باہر نہ نکلا تھا قحط کی مصیبت کا مارا بغداد کے نواح مین وارد ہوا اتفاقاً ایک گڈہے پر جسمین برسات کا پانی بھرا ہوا تھا اوسکی نگاہ پڑی چونکہ وہ بیچارہ بھوکا اور پیاسا تھا پانی پر ٹوٹ پڑا وہ ہمیشہ عرب کے ریگستان مین کھاری پانی پیا کرتا تھا میٹھے پانی کا نام بھی نہین جانتا تھا دیر تک حیران رہا بہت غور کے بعد اسکے دلمین یہ بات سمائی کہ خدا نے میری پریشانی اور بھوک پیاس کی مصیبت پر رحم فرماکر چشمہ بہشت کا پانی بھیجا ہے پھر سوچا کہ تھوڑا پانی تحفتاً خلیفہ بغداد کی خدمت مین لیجاؤن تاکہ مفلسی کی بلا سے نجات پاؤن۔ آخر اوسنے ایک مشکیزہ مین جو اوسطرف کے لوگ ہمیشہ ساتھ رکھتے ہین پانی بھر کر خلیفہ کی ملازمت کی تمنا مین بغداد کا راستہ لیا قضا کار اوس روز مامون خلیفہ شکار کھیلنے کو سوار ہوا تھا جب اوسکی سواری آتے دیکھی اعرابی جلد ایک ٹیلے پر چڑہکر چلایا یا خلیفہ یا خلیفہ مین تیرے واسطے ایک نادر تحفہ بہشت کا لایا ہون خلیفہ نے گھوڑا روکا اور نہایت مہربانی سے اوسکو پاس بلاکر پوچھا کہ تو کون ہے کہان سے آیا اور کیا تحفہ لایا وحشی نے اپنی سرگذشت سنائی خلیفہ نے جانا کہ یہ شخص میٹھے پانی کے ذایقہ سے مطلق آشنا نہین اسلیے

کمال مروت سے ایک گھونٹ اوس گندے پانیکا پیا اور بہت تعریف کرکے آبدارخانہ کے داروغہ کو حکم دیا
کہ بہت احتیاط سے اوس مشکیزہ کو رکھو اور اعرابی کو ہزار روپیہ دیکر کہا کہ اِسی مقام سے وطن کو واپس
چلا جا جب خلیفہ شکار کھیل چکا مصاحبون نے دریافت کیا کہ پانی کی اسقدر احتیاط کیون فرمائی
اور اعرابی کو فوراً رخصت کیون کیا جواب دیا کہ احتیاط اسواسطے کی کہ اگر کیفیت پانی
کی تمپر ظاہر ہوتی تو شاید کوئی اوس سے ذکر کرتا۔ اور رخصت اِس غرض سے کیا کہ اگر وہ بغداد مین
جاتا تو میٹھا پانی سب جگہہ پاتا۔ پس دونون صورتون مین شرمندہ ہوتا اور انعام اسلئے دیا
کہ مجھے سوال کے رد کرنے سے شرم آئی **حکایت**۔ بہرام گور کو اوسکے باپ یزدجرد نے
علم کی تحصیل کے بعد نعمان منذر کے ہمراہ ملکون کی سیر کیواسطے بھیجا تہا وہ ایک روز شکار
کھیلتا ہوا ہرن کے پیچھے پڑا ہرن گھبراہٹ کا مارا بہاگتا بہاگتا قبیضہ نام ایک عرب کے خیمہ مین جا گھسا
قبیضہ نے اوسکو پکڑ کے باندہا بہرام بہی تلاش اور پیچھا کرتا ہوا آ پہونچا اور کمان کھینچکر بہت غصہ
سے للکارا کہ اے عرب ہمارا شکار اپنے خیمہ سے جلد نکال دے قبیضہ نے کہا کہ آپ کا شکار
بندے کی پناہ مین آیا دینا اوسکا مروت سے بعید ہے۔ بہرام نے کہا اے عرب خیر اسی مین
ہے۔ قبیضہ نے کہا آپ بہی بات کو نہ بڑہاوین اور اپنی جوانی اور میرے بڑہاپے پر رحم فرما کر ہرن کا نام
نہ لین اور وہ عربی گھوڑا جو حضور کے سامنے بندہا ہے معہ طلائی زین اور لگام کے قبول فرماوین
اور بخیریت گھر تشریف لیجاوین بہرام کو بہادری اور حق پسندی اوسکی پسند آئی گھوڑا نہ لیا اور شکار چھوڑکر
چلا گیا جب بادشاہ ہوا قبیضہ کو یاد فرمایا اور ہرن پناہ خطاب عنایت کرکے بہت جاہ و منصب
عطا کیا **نقل** ہے کہ جب آوازہ جوانمردی و سخاوت حاتم کا عرب و یمن و روم و شام مین
پہونچا بادشاہ وہان کے اوس سے حسد کرنے لگے اور اپنی سخاوت کے مقابلہ مین لاف زنی کرکے
کہتے تہے کہ حاتم ایک مرد صحرانشین ہے نہ مرتبہ ملکداری نہ منصب فرمان روائی اوسکو ہے
نہ قوت جہانگیری پس ظاہر ہے کہ اوسسے کیا کرم و سخاوت ممکن ہے اور سوائے چند شتر اور گوسپند
اور گھوڑونکے کہ اوسکے پاس ہین وہ اور کس چیز کو بخش سکتا ہے ہم لوگ ایک سال کی آمدنی ایک

روز مین مساکین کو عطا کر دیتے ہین۔ القصہ والیٔ شام نے اوسکی آزمایش کرنا چاہی اور اپنا ایلچی بھیجکر اوس سے درخواست کی کہ سو اونٹ جنکے بال سرخ آنکھین سیاہ کوہان بلند ہون معہ دیگر شرایط کمیاب کے کہ اوس قسم کے اونٹ وادی عرب مین بہم نہ آسکتے تھے مطلوب ہین ایلچی نے حاتم کو پیغام شاہی پہونچایا ہرچند کہ حاتم کے گلہ مین اوس قسم کے اونٹ موجود نہ تھے مگر اس درخواست کو بسر و چشم قبول کیا اور ایلچی کو بڑی خاطرداری سے رکھا اور منادی کرادی کہ جو کوئی اس قسم کے اونٹ لاویگا جو کچھ مانگیگا اوس قیمت پر مین خرید لونگا اور دو مہینے مین قیمت ادا کر دونگا۔ غرض اسیطرح سو اونٹ قرض لیکر سلطان شام کو بھیجدئے جب بادشاہ کو اس حال کی خبر ہوئی نہایت متعجب ہو کر کہا کہ مین اس اعرابی کو آزماتا تھا اور اوسنے میرے واسطے قرضداری کی پس اونہین اونٹون کو مصر کا مال لدوا کر اوسی ایلچی کے ہاتھ لوٹا دیا۔ جب اونٹ واپس آئے حاتم نے پھر منادی کرائی کہ جس شخص نے مجکو اونٹ دئے تھے آوے اور اپنے اونٹ مال لدے ہوئے لیجاوے۔ پس سب اونٹ معہ مال کے حوالہ کر دئے اور آپ اوسمین سے کچھ نہ لیا جب بادشاہ شام کو یہ خبر ایلچی نے پہونچائی تو کہا کہ یہ تمام شہرت سخاوت واقعی حاتم کے واسطے ہے

نقل ہے کہ ایک دانشمند کسی شہر مین گیا اور سنا کہ یہان ایک سخی رہتا ہے اور مسافرون کو کھانا کھلاتا ہے۔ دانشمند پہلے روز پرانا اور میلا کپڑا پہنکر اوسکے یہان گیا اوسنے اوسپر کچھ التفات نہ کیا اور بیٹھنے کو جگہہ بھی نہ دی دانشمند شرمندہ ہو کر اپنے گھر واپس گیا۔ دوسرے روز عمدہ صاف کرایہ کا لباس پہنکر گیا مالک خانہ نے اوسکی بڑی تعظیم کی اور اپنے قریب بٹھایا اور نہایت نفیس کھانا منگوایا دانشمند جب کھانے پر بیٹھا تو ایک ایک لقمہ اپنی آستین مین رکھنے لگا۔ مالک نے وجہ دریافت کی جواب دیا کہ کل کے روز مین یہان پرانے کپڑے پہنکر آیا تھا کسینے میری توقیر نہ کی نہ کھانا دیا آج مین عمدہ پوشاک کرکے آیا تو عزت ہوئی اور کھانا بھی لذیذ ملا۔ پس کھانا کپڑون کے واسطے تھا نہ میری خاطر۔ صاحب خانہ یہ سنکر نہایت شرمندہ ہوا اور عذر کیا۔ اس سخاوت کو مشتبہ کہنا چاہیے۔

صرف دولت

ظاہرا مال و دولت کا حاصل کرنا مقصود سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت پر غور کرو تو

کسب دولت مین کوئی نفع نہین بلکہ نفع جو کچھہ ہے وہ باموقع صرف اور صحیح استعمال مین ہے۔

۲۔ دولت پیدا کرنے کے بہت طریقے ہین مگر اون مین سے تین اصول ہین اور باقی اونکی شاخین یا اونکے ماتحت ہین ۔ پہلا طریق کاشتکاری ۔ دوسرا صنعت ۔ تیسرا تجارت ہے ۔ انکے علاوہ جتنے پیشے اور کام ہین وہ سب انہین تین اصول کے لوازم ہین۔

۳۔ ہر ایک طریقہ کے اختیار کرنے سے پیشتر اوسکا علم حاصل کرنا ضروری ہے ۔ علم کے بعد اوسکے عمل کی مشق واجب ہے ہر ایک شخص انہین طریقون مین سے کسی نہ کسیکا علم و عمل سیکہتا اور دولت کماتا ہے مگر بہت کم ایسے ہین جو مصارف کے اصول و قواعد بھی جانتے ہین اِسی لئے اکثر آدمی باوجود دولت پیدا کرنے اور کمانے کے سخت مصیبتین اوٹھاتے ہین ۔ پس ہر انسان پر واجب ہے کہ بقدر ضرورت مصارف کے طریقون کا بھی علم حاصل کرے۔

۴۔ پہلا ضروری مصرف یہ ہے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے خوراک لباس ۔ اور مسکن مناسب حال بہم پہونچائے ۔ اگر کوئی شخص اپنی ذات خاص کے لئے مقدار قلیل پر قناعت کرے تو مضایقہ نہین اِلّا متعلقین کو اپنی پیروی پر مجبور نکرے اونکے ضروری مصارف مناسب حال بافراغت دے اِسی کا نام سیر چشمی ہے۔

۵۔ دوسرا ضروری مصرف یہ ہے کہ عزیزون قریبون اور دوستون کو ہدیہ و تحفہ دے اور اونکے ساتھہ سلوک کرے اگرچہ وہ دولتمند ہون کیونکہ اِس طریقہ سے محبت اور اتحاد کو ترقی ہوتی ہے اِسی کو مروت کہتے ہین۔

۶۔ تیسرا ضروری مصرف یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے محتاجون اور بیکسون کی امداد اور دستگیری کرے اسی کا نام سخاوت ہے۔

۷۔ چوتھا مصرف یہ ہے کہ اون لوگونکا واجبی حق ادا کرے جو اوسکی خدمت کرتے اور کاروبار مین مدد دیتے ہون کیونکہ آدمی اپنے تمام کام اپنے ہی ہاتھہ سے نہین کرسکتا ۔ پس جو خادم اوسکا وقت بچاتے ہین وہ مستحق عوض ہین۔

۸- پانچوان مصرف یہ ہے کہ بلاتعین رفاہ عام مین دے- مثلاً پل - مدرسہ - کنوان - شفاخانہ - مہمان خانہ وغیرہ بنائے جس سے عامۂ خلایق کو نفع پہونچے- غرض مال کا استعمال مناسبت اوراعتدال کے ساتھ ہو توحسن اعمال اورحصول کمال کا وسیلہ ہے اِسی کو کفایت شعاری کہتے ہین ورنہ کمی بیشی کی صورت مین مال آفت وبال جی کا جنجال اور باعثِ زوال ہے-

کفایت شعاری بعض آدمیون کو اپنے بزرگون کی میراث اِس قدر ملجاتی ہے کہ وہ اوسکی آمدنی سے بغیر محنت کے اپنا گذارہ بخوبی کرسکتے ہین لیکن دنیا مین زیادہ تر ایسے آدمی ہین جو اپنی ذاتی محنت کی اُجرت سے اوقات بسر کرتے ہین-

۲- میراث کی آمدنی یا اپنی محنت کی اُجرت سے وہی لوگ فائدہ اوٹھاتے ہین جو نیک چلن اور دوراندیش ہوتے ہین کیونکہ نیک چلنی انسان کو معاش پیدا کرنے پر آمادہ کرتی اور دوراندیشی خرچ کرنے کا طریقہ سکھاتی ہے-

۳- دوراندیش آدمی آمد وخرچ کو اپنی نظر مین رکھتا ہے وہ بے ضرورت خرچ کرنے کو سخت گناہ جانتا ہے اگر آمدنی کم ہوتی ہے تو اپنی ضرورتون کو مختصر کردیتا ہے حتی الامکان کچھ نہ کچھ بچاتا ہے- تاکہ بیکاری بیماری- قحط اور اتفاقی ضرورتون کے وقت کام آئے وہ موقع پر دوسرون کی دستگیری کرتا ہے ایسا آدمی کفایت شعار کہلاتا ہے-

۴- جو شخص کم فہم وکوتہ اندیش ہین وہ آگا پیچھا کچھ نہین دیکھتے نہ آمد کی خبر رکھتے ہین نہ خرچ کی- وہ ضروری اور فضول کامون مین کچھ تمیز نہین کرتے- صرف موجودہ حالت کو دیکھتے ہین بچون کی طرح اپنی ہوا وہوس کے پورا کرنے پر آمادہ رہتے ہین- اتفاقی ضرورتون کے واسطے کچھ نہین بچاتے اِس لئے بہت جلد مصیبتون مین گرفتار ہوجاتے ہین- ایسے لوگ فضول خرچ یا مسرف کہلاتے ہین-

۵- کفایت شعاری اختیار کرنے اور فضول خرچی سے بچنے کے لئے چند باتین یاد رکھنے کے قابل ہین اپنی آمد وخرچ کا حساب رکھو- بیجا خرچ سے فوراً ہاتھ روک لو- کوئی شے (کیسی ہی ارزان ہو) بلا ضرورت ہرگز نہ خریدو- جو خرچ محض شیخی جتانے- فخر کرنے اور اِترانے کی غرض سے کئے جاتے ہین اون مین ایک

خرمہرہ کا اوٹھا دینا بہی گناہ سمجہو - جو کچہہ خرید و نقد داموں سے خرید و - قرض کے طور پر ہرگز کوئی چیز نہ لو اگرچہ تہوڑی دیر کے واسطے ہو -

۶ - غریب آدمی جو اپنی محنت کی اُجرت سے گذران کرتے ہین اگر وہ کفایت شعاری کے طریقہ پر چلتے اور اپنی آمد مین سے کچہہ پس انداز کرتے ہین تو ایک دو نسلون کے بعد اونکی اولاد اچہی خاصی دولتمند بن جاتی ہے - اسیطرح جو دولتمند فضول خرچی کی بلا مین مبتلا ہو جاتے ہین وہ بہت جلد تہیدست ہو کر گداگری یا بدمعاشی کرنے لگتے ہین -

بُخل مصارف ضروری مین کمی کرنا بُخل کہلاتا ہے اور زیادتی کرنا اسراف - یہ دونون صورتین اگرچہ بظاہر ایک دوسرے کی ضد ہین الا مآل دونون کا ایک ہے اسلئے کہ مال خود اصلی مقصود نہین ہے بلکہ اصل مقصد وہ حاجات ہین جو مال کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہین اور اونکا پورا ہونا بخل و اسراف دونون مین معلوم پس یہ بہی بُرا اور وہ بہی مذموم ہ

بخیل اور مسرف ہین محروم دونون
کہ دولت کو کرتے ہین معدوم دونون

فرق بخل و کفایت اِن دو چیزونکا فرق معلوم کرنا بہت مشکل بات ہے ظاہر مین تو یہ دونون چیزین ایک ہی سی نظر آتی ہین لیکن حقیقت مین اِن دونون چیزون مین سخاوت اور اسراف کی طرح زمین و آسمان کا فرق آپڑا ہے کیونکہ بُخل سے بڑہکر دنیا مین کوئی عیب نہین - اگر تمام ہنر سے آدمی بہرا ہو اور وہ بخیل ہو تو اوسکے سب ہنر خاک مین ملجائینگے اور کفایت سے بہتر اس جہان مین کوئی دوسری چیز نہین - کیسی ہی آمدنی کسی شخص کی کم ہو اگر وہ کفایت کے ساتھہ اپنی زندگی بسر کرے تو یقین ہے کہ اوسکے دل کو ہر دم آرام اور خاطر جمعی رہے گی - پس جاننا چاہیئے کہ بخیل تو اوس آدمی کو کہتے ہین کہ جو اپنے مال کو کبہی کسی کام مین خرچ کرنا نہ چاہے اور ہمیشہ سانپ کی طرح اپنے خزانے پر بیٹہا رہے - اور کفایت شعار وہ شخص ہے کہ جو اپنا مال اوس کام مین لگا دے جس کا کرنا بہت ضرور ہے - ظاہر ہے کہ بخیل ہونیکے واسطے تو انسان کو کسیطرح کی عقل و ہوشیاری درکار نہین بلکہ جو لوگ نادان اور بیوقوف ہوتے ہین وہی اکثر کنجوس ہوا کرتے ہین - لیکن کفایت شعار وہی شخص ہوگا کہ جو نہایت عقلمند اور بہت تیز فہم ہو

کیونکہ اس بات کی تمیز کو کہ کون سے کام مین کس قدر خرچ کرنا چاہیے بہت عقل ہونا چاہیے۔ نکتہ چار شخصون سے بخل کرنا برا ہے بادشاہون سے۔ دلی دوستون سے۔ صاحب کمال درویشون سے۔ شاگردون اور استادون سے۔ نکتہ بخیل کی تین خصلت ہین۔ ایک سائل کی صورت سے ڈرے۔ دوسرے بہوک سے کانپے۔ تیسرے راہ مین کسی ملاقاتی کو دیکھے تو آنکہہ چرا کے نکلجاے کہ مبادا وہ کچھہ مانگ اوٹھے۔ قول۔ افلاطون حکیم نے کہا ہے کہ بخیل کو بہ نسبت نیکی کے ستم بدلا دینے کے کسیکا قصور معاف کرنا آسان معلوم ہوتا ہے۔ نکتہ احسان کر جسپر چاہے تو تو حاکم اوسکا ہے اور مانگ جس سے چاہے تو تو قیدی اوسکا ہے اور بے پرواہ ہو جس سے چاہے تو تو برابر اوسکے ہے۔

سعدیؒ کا مباحثہ امیری و فقیری کے بیان مین

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب گلستان مین فرماتے ہین کہ ایک شخص فقیر صورت مگر اونکی سیرت سے خالی ایک مجلس مین بیٹھا ہوا امیرونکی شکایت اور مذمت کر رہا تھا کہ فقیرون کو تو مقدور نہین ہے اور امیرون کو حوصلہ کرم نہین۔ مجھکو کہ پروردۂ نعمت بزرگون کا ہون یہ بات سخت ناگوار معلوم ہوئی۔ مین نے اوس سے کہا۔ اے یار عزیز دولتمند غریبون کی آمدنی اور گوشہ نشینونکی سرمایہ زائرونکے مقصد اور مسافرونکی آسائش گاہ ہین دوسرونکی راحت کے واسطے خود تکلیف برداشت کرتے ہین کہانا کہانے کو ہاتھہ اوسوقت بڑہاتے ہین کہ جب متعلقین اور غربا لوگ کہا چکین بیوہ عورتون بڈہون اور اقربا و ہمسایہ کو اونکی بخشش پہونچتی ہے وے لوگ وقف و نذر و مہمانی و زکوۃ و صدقہ دیتے اور بندہ آزاد کرتے ہین۔ سخاوت کا مقدور یا عبادت کی طاقت امیرون ہی کو اچھی طرح میسر ہوتی ہے کیونکہ مال اونکا زکوۃ دیا ہوا لباس پاکیزہ آبرو محفوظ دل فارغ ہے اور طاعت کی طاقت حلال روزی مین اور عبادت کی صحت پاک لباس مین ہوتی ہے کیونکہ جسکا پیٹ خالی ہے اوس سے کیا طاقت اور جسکا ہاتھہ خالی ہے اوس سے کیا سخاوت اور جسکا پاؤن بندہا ہے اوس سے کیا سیر اور جو بہوکا ہے اوس سے کیا خیرات ہو سکتی ہے۔ فراغت اور دلجمعی فاقہ کشی مین نہین ہو سکتی ہے صاحب مال عبادت

مین مشغول اور جو لوگ پراگندہ روزی ہین وہ پراگندہ دل ہوتے ہین۔ کب یہ اور وہ برابر ہوسکتے ہین۔
عبادت اون لوگون کی قبولیت کے نزدیک ہے۔ کیونکہ دلجمعی اور حضور قلب سے ہوتی ہے نہ کہ پریشانی
اور پراگندہ خاطری کے ساتھ اسباب زندگی سب درست ہے عبادت اور وظیفے مین مشغول ہین
حدیث مین وارد ہے کہ محتاجگی دونون جہان کی روسیاہی ہے۔ وہ بولا یہ تو تمنے سنا اور وہ
نہین سُنا کہ فرمایا ہے کہ فقیری میرا فخر ہے۔ مینے کہا کہ چپ رہ سَیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اشارہ اونکی طرف ہے کہ جو لوگ مرد میدان رضا اور نشانہ تیر حکم خدا کے ہین نہ یہ لوگ
کہ لباس تو نیکون کا سا پہنے ہین اور ٹکڑے لنگر کے بیچتے پھرتے ہین بے معرفت فقیر جب تک
کہ کھر کا کام نہ کر لے تب تک چین نہین لیتا اور بجز دولتمند کے کسی ننگے کو کپڑا پہنا دینا یا کسی قیدی
کی رہائی کرانے مین کوشش کرنا ممکن نہین۔ پس اونکے مرتبہ کو ہم لوگ کیسے پہونچین اور اونچا
ہاتھ (دینے والے کا) نیچے ہاتھ (لینے والے) سے کب برابر ہوسکتا ہے۔ جسوقت مین نے
یہ بات کہی فقیر کو طاقت برداشت کی نہین رہی زبان کھولی اور بدگوئی شروع کی۔ کہنے لگا اونکی تعریف
مین اتنا مبالغہ تو نے کیا اور فضول باتین کہین کہ خیال گذرے کہ گویا یہ لوگ زہر مہرہ یا خزانہ روزی کی
کنجی ہین۔ نہین نہین یہ لوگ ایک فرقہ اترانے والے۔ مغرور۔ نفرت کرنے والے نعمت و مال مین
مشغول۔ ثروت و جاہ پر فریفتہ کہ سوا بیہودگی کے کسی سے بات نہین کرتے اور کسیکی طرف نہین
دیکھتے مگر حقارت کے ساتھ عالمونکو گدائی کا الزام لگاتے ہین۔ فقرا کو محتاجگی کا طعنہ دیتے ہین مال
و دولت عزت و جاہ کے باعث جو اونکو حاصل ہے سب سے اوپر بیٹھتے ہین۔ دماغ مین کچھ ایسی آئی
ہے کہ کسیکی طرف سر اوٹھاتے ہی نہین۔ حکیمون کے قول سے بے خبر ہین کہ کہا ہے کہ جو شخص عبادت
مین اورون سے کم اور نعمت مین زیادہ ہے تو بظاہر امیر اور باطن مین فقیر ہے۔ مینے کہا ان لوگونکی
مذمت مت کر کہ خداوند کرم ہین۔ کہا غلط ہے بندۂ درم۔ بھلا فائدہ کیا کہ اساڑہ کی گھٹا کی طرح ہین اور
برستے نہین اور چشمۂ آفتاب ہین مگر کسی پر روشنی نہین پہونچتی اور مقدور کے گھوڑے پر سوار ہین مگر اوسے
روکے ہین ہانکتے نہین خدا کی راہ مین ایک قدم نہین رکھتے اور ایک پیسا بغیر احسان و اذیت کے

نہین دیتے۔ مال کو مشقت سے جمع کرتے ہین اور خست سے رکھ چھوڑتے ہین اور حسرت کے ساتھ چھوڑ جاتے
ہین۔ چنانچہ بزرگون نے کہا ہے کہ بخیل کا مال زمین سے اوسوقت او کھڑتا ہے کہ جب وہ زمین مین گڑتا
ہے۔ مینے جواب دیا کہ خداوند نعمت کے بخل پر تجکو آگاہی بسبب گدائی کے ہوئی ہے ورنہ جو شخص طمع چھوڑ دے
اوسکو کریم اور بخیل یکسان معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ زر کا حال کسوٹی اور بخیل کو فقیر جانتا ہے۔ کہا مین اس
تجربے سے کہتا ہون کہ غریبون کو دروازہ پر روک دیتے ہین سخت دل پاسبان مقرر کرتے ہین کہ مساکین
کو آنے ندین اور ظلم کا ہاتھ نیک لوگونکے سینہ پر مارین۔ مینے کہا سبب اسکا یہ ہے کہ امیدوارون کے
ہاتھ اور فقیرونکے رقعہ سے تنگ آئے ہین اور عقل مین نہین آتا ہے کہ اگر جنگل کی بالو موتی ہو جائے
تو بہی فقیرونکی خواہش پوری ہو جسطرح شبنم سے کنوان نہین بہرتا اسیطرح لالچی آدمی نعمت دنیا سے سیر
نہین ہوتا۔ مصیبت زدہ اور آفت رسیدہ کو جہان دیکھو حرص کے سبب سے خطرناک کامون مین اپنے تئین
مبتلا کرتا ہے عذاب سے نہین ڈرتا اور حلال و حرام مین فرق نہین کرتا۔ کتے کو جو ڈھیلا مارو تو سمجھتا ہے
کہ ہڈی ہے اور اگر کندہے پر لاش لوگ لئے جاتے ہون تو کنگال جانتا ہے کہ کہانیکا خوان ہے
لیکن صاحب زر عنایت الٰہی سے حلال مال کے سبب حرام سے محفوظ ہے۔ سوا اے حلت
فقیری و محتاجگی کے کبہی کسی دغاباز کی مشکین بندہی کوئی قیدی جیلخانہ مین مقید۔ کسیکا ہاتھ پہونچے
پہ سے کٹا ہوا تم نے دیکہا ہے جو اِس احتیاج کے سبب سے سیندہ کرتے ہوئے لوگ پکڑے گئے اور مقید
ہوئے۔ اور اگر فقیرون کا نفس امارہ کوئی خواہش رکہتا ہو اور اوسکے پورا کرنیکا مقدور نہو تو احتمال ہے
کہ گناہ مین مبتلا ہو جاوینگے۔ اور جمیع سامان دلجمی مین سے کہ جو امیرون کو میسر ہوتے ہین ایک یہ ہے
کہ ہر وقت ایک مصاحب خوش لقا اونکی صحبت مین رہتا ہے کہ اوسکی حسن طلعت کے آگے کسی گناہ مین
مبتلا ہونا اور عقل مین فتور آنا محال ہے مفلس کا دامن عصمت اکثر معصیت سے آلودہ ہوتا ہے۔ اکثر پارسا
عورتین بسبب فقیری کے فساد مین پڑگئی ہین اور آبرو برباد کر کے بدنام ہوئی ہین۔ بھوکہ کے سامنے پرہیز کی
طاقت نہین رہتی اور مفلسی تقوی کہو دیتی ہے۔ اور یہ جو تمنے کہا غریبون کو آنے نہین دیتے۔ خیال کرو
کہ حاتم طائی کہ بیابان نشین تہا اگر شہری ہوتا تو کثرت فقرا سے لاچار ہو جاتا فقیر اوسکے کپڑونکے ٹکڑے

اوجاڑ ڈالتے۔ کہا نہین نہین ایسونکے واسطے تو مین بھی ترس کہاتا ہون۔ مینے کہا نہین تمکو تو اونکے مال
پر حسرت آتی ہے۔ ہم دونون غرض اسی تکرار مین تہے جو بحث وہ کرتا اوسکی مین تردید کرتا تہا حتی کہ وہ ہمت
ہار گیا اور سب طرح دلیلین کر چکا آخر کار جب کوئی دلیل باقی نرہی مینے اوسے ذلیل کیا زیادتی کرنے اور
بیہودہ بکنے لگا اور جاہلونکا قاعدہ ہے کہ جب تقریرین ہار جاتے ہین تو لڑنے پر تیار ہو جاتے ہین۔
اوسنے مجہے گالی دی مینے بہی بہلا برا کہا میرا گریبان پکڑا مینے بہی اوس کا گلہ دبایا۔ وہ مجہے لپٹا مین
اوسے اور خلقت ہمارے پیچہے پیچہے دوڑتی چلی سب کو ہماری باتون سے ایک حیرت تہی۔ القصہ ہم
اسکی نالش قاضی پاس لیگئے اور انصاف کی حکومت پر راضی ہوئے کہ قاضی براہ مصلحت فقیرون اور
امیرونکا فرق بیان کرے۔ قاضی نے جو ہماری کیفیت دیکہی اور گفتگو سنی متامل ہوا اور دیر کے بعد سر
اوٹہایا اور کہا کہ اے شخص تو نے جو امیرونکی تعریف اور فقیرونکی تحقیر کی تو یاد رکھ کہ گل کے ساتھ خار اور
خمر کے ساتھ خمار اور گنج کے اوپر اژدہا اور لذت عیش دنیا کے ساتھ دغدغۂ اجل ہوتا ہے اسیطرح
زمرۂ امرامین شکر کرنے والے بہی ہوتے ہین اور ناشکرے بھی اور گروہ فقرامین صبر کرنے والے بہی
ہین اور بے صبرے بھی۔ مقرب جناب احدی تونگر ہین درویش سیرت اور درویش ہین تونگر ہمت اور
بہتر امیرون مین وہ ہے کہ خبر گیری فقیرونکی کرے اور بہتر فقیرون مین وہ کہ تونگرون سے الگ رہے
قاضی نے اسکے بعد روئے عتاب میری طرف سے فقیر کی طرف پہیر کر کہا کہ اے شخص تو نے جو کہا کہ
تونگر کار دنیا مین مشغول مست۔ چہوٹی ہمت والے۔ کفران نعمت کرنے والے کہ لیجاوین اور رکھ چہوڑین
کہاوین اور نہ دیوین اور اگر مثلاً مینہ نہ برسے یا طوفان آجاوے اپنے مال کے آگے فقیر کا حال نہ
پوچہین اور خدا سے نہ ڈرین۔ کہینے لوگ جو پانی مین سے اپنی کملی نکال لین تو کہتے ہین کچہہ غم نہین چاہے
تمام عالم ڈوب جاوے۔ ہان کوئی کوئی تو ایسے ہین جیسے تو نے سُنا ہے اور بعضے بعضے ایسے ہین کہ
کرم کا ہاتہہ پہیلاوے اور دستر خوان نعمت کا بچہائے مغفرت اور نام کے خواہان ہین۔ قاضی نے جو
نوبت کلام یہانتک پہونچائی اور ہماری عقل سے زیادہ بات چیت کی ہم موافق حکم قضا کے راضی ہوے
اور جو کچہہ گذرا تہا اوس سے درگذرے اور ایک دوسرے کے ہاتہہ جوڑے اور بعد تکرار کے صلح کر لی اور

آپسمین ملے۔ اورختم کلام اسپر کیا کہ اے فقیر گردش زمانہ کا گلا مت کر کیونکہ اسیطرح اگر تو مرگیا تو کمبخت ہے اور اے تونگر تجکو جو دل و دست قدرت حاصل ہے تو کہا اور کہلا کہ دنیا او عقبیٰ کا یہی فائدہ ہے۔

دولت

اے زر تو خدا نۂ ولیکن بخدا	ستّار عیوب وقاضی الحاجاتی

کیا یہ صحیح ہے کہ روپیہ انسان کے حق مین ستّار عیوب اور قاضی الحاجات ہے اگرچہ ایک پرانا شعر موجودہ زمانے مین لوگونکی زبانو نپر بطور ایک ضرب المثل کے رائج ہے مگر شاید مذہبی مہذب سوسائٹیان ہرگز صاف زبان سے اجازت ندینگی کہ عوام اِس مقولہ پر ایمان لاوین اسمین کوئی شک نہین کہ ایک سچے توکل کو اِس خیال سے بہت بڑا صدمہ پہونچنے کی اُمید کیجاتی ہے اور انسان کے لئے جو کسی نورانی خیال سے ہر قسم کے رنج وراحت مین دائمی سرور کے ساتھہ زندگی بسر کرنیکا سامان مہیا کرادیا گیا ہے وہ اِس شعر سے بالکل نسیاً منسیاً ہوجاتا ہے لیکن پہر بہی ہم کہین گے کہ یہ شعر ایک نہایت ہی سچے اور واقعی مضمون کی خبر دیرہا ہے عدم دولتمندی انسان کے لئے اگر وہ اپنی عمر کو کسی اعلیٰ درجہ کے مہذب زندگی کی مثل ثابت کرنا چاہے توبڑی خوفناک حالت اور سراپا مایوسیونکا مجسم نقشہ دکھلادیتی ہے۔ اسلئے یقیناً دولت کو انسان کے حُسن وقبح اور تہذیب اور عدم تہذیب مین بہت بڑا دخل ہے۔ یہ خیال عام طبیعتون مین بڑی مضبوطی کے ساتھ مرتکز ہوگیا ہے کہ شایستگی اور تہذیب انسان کا ایک ذاتی جوہر ہے اور وہ اوسکی اصلی طبیعت کی کیفیتون سے زیادہ تر متعلق ہے۔ کسی شخص کی لیاقت کی نسبت کبہی نہین کہا جاسکتا کہ اوسکا کوئی حصہ مال و دولت پر منحصر ہے یہ خیال اس زیادتی کے ساتھ دماغون مین مملو ہوچکا ہے اور اِسی جوش وخروش سے دلونپر ہجوم کئے ہوئے ہے کہ تمام لوگ یہی کہتے ہین کہ دولت کا انسانی طبعی جوہر سے کوئی تعلق نہین اور کسی قسم کی بیدولتی کا اثر اخلاق پر نہین پڑسکتا مگر ہم کہتے ہین کہ دولت کو انسانی فطری حالت مین کسی نہج کا اختیار نہین ہے مگر تہذیب اخلاق اور شایستگی کا جزو اعظم دولت ہی سے متعلق ہے ایک کسی رتبہ اور کسی حیثیت کا آدمی دولتمندی کے وسائل سے

اپنے تئین کسی بڑے سے بڑے عالم کی نسبت زیادہ مہذب ثابت کرنے پر کامیاب ہو جاتا ہے آپ لوگ غور فرمائینگے تو شاید نہایت آسانی سے معلوم ہوگا کہ زر ضرور انسان کے لئے ستار عیوب ہے کوئی شخص ہزار عیوب اور بدتہذیبیون مین مبتلا ہو لیکن دولت ایک خوشنا پردہ نہین بلکہ عجیب جامہ ہے کہ اُن عیوب کو ہمیشہ خلقت کی عام نگاہون مین عمدہ اور مہذب ہی ثابت کرے گا۔ عدم تہذیب سے گو تمام دنیا کو صدمہ پہونچ جائے مگر وہ غیر مہذبی جو کسی دولتمندی کے ساتھ اگرچہ فی نفسہ تہذیب ہے مگر عام زبانین شاید ہرگز اقرار نکرینگی کہ وہ شخص غیر مہذب ہے۔ زمانہ کی معمولی خواہش ہے کہ دولت کو علی الدوام تہذیب کا خطاب دیا جائے غالباً ہمارے ہمعصرون نے ایسی صحبتین بکثرت دیکھی ہونگی جہان ایک جاہل امیر کی غلط رائے چند مختلف آوازونکی ہان ہان اور بجا بجا سے مسلم ثابت کردی گئی اور دوسرے بڑے لایق و فایق فلسفی کی صحیح رائے کی نسبت حاضرین نے نااتفاقی ظاہر کی۔ دولت کا خاصہ ہے کہ وہ بطور ایک سچی تسخیر کے تمام لوگون کو اپنی طرف جذب کرلیتی ہے جو اُسے محبت کے باعث اُس نگاہ سے نہین دیکھہ سکتے جو عیوب کو تلاش کرتی ہے وہ نگاہ صرف محاسن ہی کی جانب زیادہ رجوع کرتی ہے اور صرف اسطرح نہین کہ اُن محاسن کو اس قدر دیکھے کہ جس قدر وہ ہین بلکہ اسطرح کہ اگر حسن کسی کم مرتبہ کا ہے تو وہ اپنے رتبہ اور حالت اصلیہ سے بدرجہا زیادہ عمدہ نظر پڑے شاید سب لوگ تسلیم کرتے ہونگے کہ مسخر اور مطیع اور دوست بنا لینے کی قوت روپیہ مین ضرور پائی جاتی ہے اور اس قوت کے اثر کو لوگون نے اپنے دوستون بلکہ خود اپنے اوپر دیکھا ہوگا اگر ادسی موقع پر وہ لوگ غور کرتے کہ کیا وجہ ہے جو یہ بیجا اور زبردست قوت ہمکو دولتمندی کا ایسا والہ و شیدا بناتی ہے کہ ہم دولتمندونکے عیوب سے واقف نہین ہوسکتے اور خوبیونکی اصلیت سے زیادہ تر بہتر سمجھنے پر مجبور کردئے جاتے ہین تو ضرور کوئی نہ کوئی دلچسپ نتیجہ حاصل ہوتا۔ دولت مین بھی مذکورہ قوت ایسی پائی جاتی ہے کہ روپیہ کی نسبت نہایت سچائی اور صفائی سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ستار عیوب ہے اور انسان کیسا ہی بد اطوار ہو مگر دولتمندی اوسکو دنیا مین بہتر ہی ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ہماری نگاہین ایک دولتمند چہرے کی جانب جاتے وقت وہان دولت کی

ایسی تیز چمکنے والی کرنون سے دوچار ہوجاتی ہین کہ اونکو اصلی چہرہ کی حالت معلوم ہی نہین ہوسکتی - بلکہ صرف نور ہی نور نظر پڑتا ہے جس کے ہم والہ وشیداہ دل سے خریدار ہوجاتے ہین - اِس مذکورہ شعر کے دوسرے دعوے پر بھی غور کیجئے - کہا گیا ہے کہ دولت ستار عیوب ہونے کے علاوہ قاضی الحاجات بھی ہے یعنی وہ بڑی بڑی حاجتون کو رفع کر دیتی ہے - غالباً وہی قوت جسکو ہم اوپر ثابت کر چکے ہین اِس دوسرے دعوے کے ثبوت مین بھی بہت بڑا دخل رکھتی ہے - کیونکہ وہی قوت مسخرہ تمام اُن لوگون کے دلون کو جن پر اونکا اثر پڑا ہے گو کیسی ہی سنگین ہین موم بنا دیتی ہے - شاید اون مین اکثر وہ لوگ بھی ہوتے ہین جن پر حاجت روائی منحصر ہے - یہ امر ضرور اِس موقع پر ظاہر کیئے جانے کے قابل ہے کہ دنیا مین دولت ہی ایسی چیز پائی گئی ہے جو بڑی کامیابی کے ساتھہ دشمنون کے تابع بنا سکنے پر فتح حاصل کرسکتی ہے اور یہ نتیجہ اوسی قوت تسخیریہ سے حاصل ہوتا ہے جبکہ دوست و دشمن ہر ایک شخص دولتمندی کا عاشق زار ہوسکتا ہے تو کوئی ایسی وجہ نہین پائی جاتی جو دولت کی قاضی الحاجاتی کا ارادہ کرتے مین مانع ہوسکے -



جوہر دسوان

عفو کے بیان مین

باوجود سزا دینے کے اختیار کے قصوروار کے قصور معاف کرنیکو **عفو** کہتے ہین خداوند عالم کی صفتون مین سے جو صفت گناہ بخشنے کی ہے جس کے سبب سے اوسکا نام **غفار** ہے اوسی کا نمونہ اوسکے بندون مین عفو تقصیر کی خصلت ہے۔ اس مضمون سے توقیر اِس برگزیدہ وصف کی ظاہر ہوسکتی ہے اور اِسی وجہ سے اسکو صفت یزدانی سے مشابہ اور موصوف کرنا بیجا نہین۔ ایک شخص نے ایک عالم سے دریافت کیا کہ یہ کام انسان کا ہے یا نہین کہ جو کوئی جیسی برائی ہمارے ساتھہ کرے ہم بھی قابو پاکر اوس سے بدلا لین۔ جواب دیا کہ بے شک یہ کام انسان کا ہے۔ مگر یہ کام فرشتونکا ہے کہ قابو پاکر قصور معاف کردے اور کینہ کو سینہ سے نکال ڈالے اور نیکی کرے

رباعی

ناکردہ گناہ درجہان کیست بگو	آنکس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو
من بدکنم و تو بد مکافات دہی	پس فرق میان من و تو چیست بگو

تقصیر کے عوض لینے مین صرف عوض لینے والے کا دل خوش ہوتا ہے اور معاف کردینے مین صاحب تقصیر خوشنود اِس دنیا مین نیک نامی و شہرت اور اوس دنیا مین ثواب حاصل ہوتا ہے۔ عفو کرنیوالے کی فضیلت قصور کی عظمت پر منحصر ہے۔ یعنی جتنا بڑا قصور اوسیقدر اوسکے عفو کرنے والے کی فضیلت سمجھنا چاہئیے۔ صاحب عفو کو اِس قابلیت کے واسطے شکر احکم الحاکمین کرنا چاہیئے کہ اوسنے اپنے کرم سے اوسکو سرفراز کیا کہ کوئی خطادار اوس سے عفو قصور کا خواستگار ہوا اور وہ کسی بیکس کی

تقصیر معاف کرسکے۔ کیونکہ ایک بے توقیر حقیر آدمی سے کوئی بشر کبھی مستدعی معافی نہین ہوتا پس قابل افسوس اوس شخص کا حال ہے کہ جیسے شخص سے طلبگار معافی ہو جو قابلیت سے اسکی محروم ہو۔ اور لایق حسرت وہ بشر ہے کہ اختیار عفو تقصیر رکھتا ہو اور موقع پاوے اور کسی کی خطا کی معافی سے درگذر کرکے فضیلت دنیا اور سعادت عقبیٰ کی حاصل کرنے مین دریغ کرے۔ چنانچہ ارباب طریقت جب کسی قصوردار کو معافی کا خواہشمند پاتے ہین تو اس موقع کو غنیمت تصور کرکے اونکی درخواست کو تہ دل سے منظور کرتے ہین اور علاوہ اونکے ممنون ہونیکے پروردگار کا شکر بجالاتے ہین۔ اگر اصحاب مرتبت جنکو بادشاہ حقیقی نے اپنے فضل بے غایت سے مسند جاہ و حکومت پر جلوہ افروز فرمایا ہے۔ اس مضمون نصایح مشحون کو ذہن نشین کرکے حاجت کرم و موقع ترحم پر عملدرآمد فرماوین تو کچھہ عجب نہین کہ جسطرح وہ عفو تقصیر خلایق کرینگے اسیطرح خدائے بے نیاز اونکے گناہ معاف فرماکر جزائے خیر عطا فرماوے گا۔

نقل ہے کہ خراسان سے کسی بڑے دشمن نے بادشاہ ہیاطلہ پر حملہ کرنے کا قصد کیا اور اسنے بھی فوج آراستہ کی ارکان دولت نے اسکی عاقبت اندیشی کرکے دشمن کو خطوط لکھے اور خیر خواہی اپنی اوسپر ظاہر کرنے لگے دشمن کو یہ بات بہت پسند آئی سب خطوط ایک تھیلی مین بند کرکے خزانہ مین رکھوا چھوڑے قضارا لڑائی مین بادشاہ ہیاطلہ کی فتح ہوئی دشمن بھاگ گیا خزانہ اور سامان اسکا سب بادشاہ کے ہاتھہ لگا تب وہ تھیلی بھی جسمین وہ سب خطوط بند تھے بادشاہ کو ملی جسوقت معلوم ہوا کہ اوس تھیلی مین اِس قسم کے خطوط ہین بجنسہ بند رکھہ چھوڑے اور دل مین سوچا کہ اگر ان خطوط کو پڑھونگا تو ضرور اپنے ارکان دولت سے بدگمان ہوجاؤنگا اور جب وے لوگ یہ حال معلوم کرینگے تو مجھسے ہراسان ہونگے اور اپنے نقصان کے رفع ہونیکے واسطے میری ہلاکت کا قصد کرینگے پھر یہ فتنہ فرو نہوسکے گا۔ پس اپنے مقربان درگاہ کو بلاکر وہ تھیلی سپرد کی اور کہا یہ خطوط کسی نے از روے عاقبت اندیشی میرے دشمن کو لکھے تھے اور اوسنے اُن سب کو اِس تھیلی مین رکھہ کر مہر کرکے رکھہ چھوڑا اور اب بھی ویسے ہی بند ہین بجنسہ مینے انکو نہین کھولا نہ ابتک معلوم کہ اِن مین کیا لکھا ہے اور ان کا لکھنے والا کون ہے اور حکم دیا کہ آگ مین اسیوقت جلادے جاوین چنانچہ ارکان دولت نے جب

یہ لطف وکرم دیکھا سب کو اطمینان ہوا اور ایک دل ہوکر اوسکی اطاعت کرنے لگے **نقل** ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے ایک آدمی کو تنگ کیا اور ستایا اتفاقاً کسی زمانہ مین اوس آدمی کو بھی اختیار ہوا اور اوسنے اپنے دشمن سے اپنا عیوض لینا چاہا چنانچہ ایک روز وہ آدمی اِس کام کے لئے اپنے باپ سے صلاح پوچھنے لگا کہ یہ کام انسان کا ہے یا نہین کہ جو کوئی جیسی بُرائی ہمارے ساتھہ کرے ہم قابو پاکر اپنا اوس سے بدلا لین۔ یہ سُنکر اوسکے بڈھے باپنے جواب دیا کہ اے بیٹا یہ کام بیشک انسان کا ہے کہ دشمن سے دلمین کینہ رکھے اور قابو پاکر اوس سے اپنا بدلا لیوے مگر یہ جاننا چاہیے کہ یہ کام فرشتون کا ہے کہ قابو کیوقت قصور معاف کردے اور کینہ دل سے نکال ڈالے اور بھلائی کرے غرض اوس شخص کے دل پر اِس کلام نے ایسا اثر کیا کہ اوسنے اپنے دشمن کا گناہ بخش دیا اور عیوض مطلق نہ لیا فقط **حکایت** کسی بیباک جاہل نے ایک بادشاہ **عرب** کے کئی عزیزون کو قتل کیا باوجود ایسے سنگین جرم کے بادشاہ کی کچہری مین آپ حاضر ہوا بادشاہ نے فرمایا کہ تجھے قصاص کا کچھہ خوف نہین ہے جو میرے سامنے آیا عرض کی کہ بادشاہ کی سیاست سے نہ ڈرنے کا سبب یہ تھا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کا عفو بندے کے گناہون سے بڑا ہے۔ بادشاہ نے یہ لطیفہ پسند کیا اور اوسکا گناہ بخشا۔ وزیر نے سوال کیا کہ شاید حضور اوسکی چرب زبانی پر فریفتہ ہوئے جو قابو پاکر ایسے مجرم کو رہا کیا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ یہ بات نہین ہے بلکہ یہ خیال آیا کہ اگر بدلا لون تو فقط میرا دل خوش ہوگا اگر معاف کردون تو اوسکا دل راضی اور مجھے دنیا مین نیکنامی اور عقبیٰ مین ثواب ہوگا۔ **حکایت** ۔ ایک بادشاہ نے فتح پایکے بعد اپنے دشمن کو قید کیا اور پوچھا کہ اب بتا تجھے کیا سزا دون دشمن نے کہا کہ خدا عفو دوست ہے اور تو فتح کا آرزومند تھا چونکہ خدا کی درگاہ سے تیری مراد حاصل ہوئی یعنی فتح۔ تو بھی خدا کی مرضی بجا لا یعنی عفو کر بادشاہ کو یہ بات پسند آئی قصور اوس کا معاف کیا **حکایت** ۔ ایک شخص کسی گناہ مین ملزم ہوکر مدت تک قید رہا کسی شخص نے جو نہایت حق شناس وباوفا تھا حاکم کو اوس کی سفارش مین رقعہ لکھا کہ معاف کرنا گناہ کا اختیار کیوقت سعادتمند ولنکا دستور ہے۔ فلان قیدی جو مرنیکے قریب ہے اگر بیگناہ ہے یا میعاد اوسکی گذر گئی ہو تو

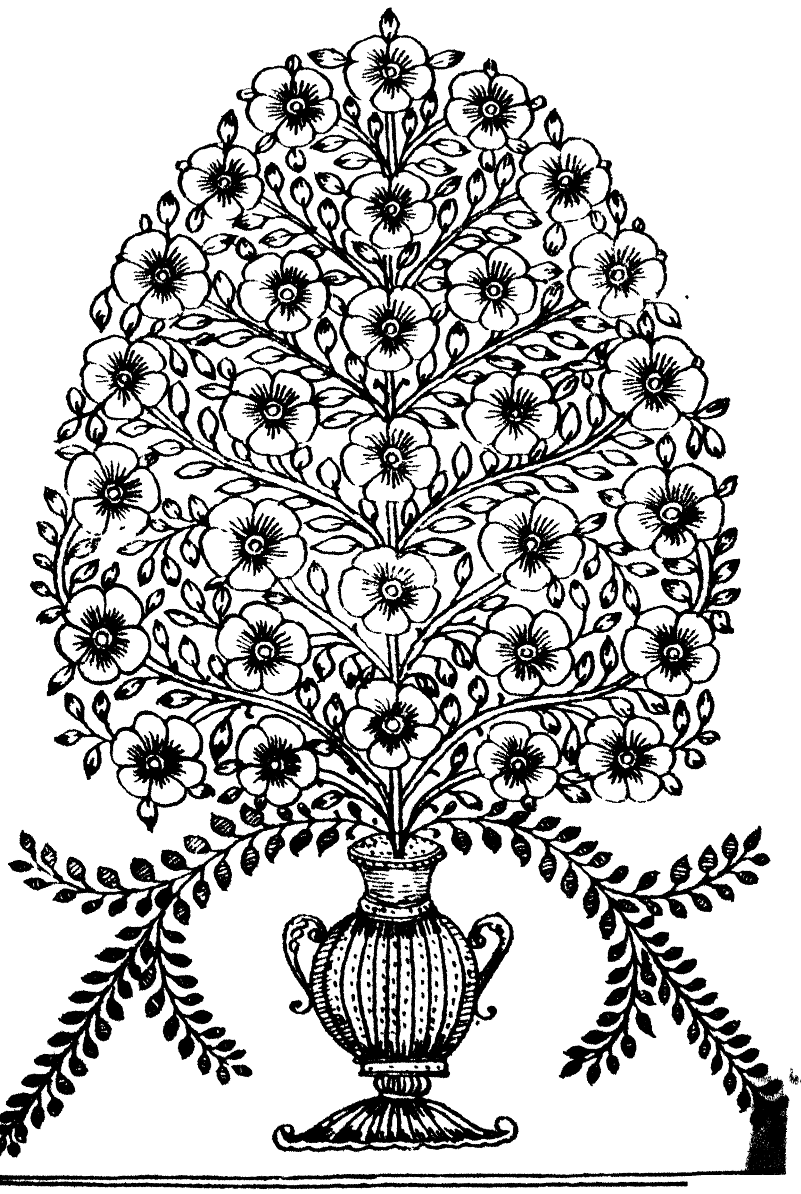
اوسکا چھوڑنا روا ہے اور جو سزا کے قابل ہے تو اختیار کی حالت مین عفو کرنا زیبا ہے اگر سوائے ان دو وجہونکے اور وجہ ہے تو ہماری سفارش پر التفات فرمائے فقط حاکم نے عبارت کے لطف اور شفاعت کی خوبی کو ملاحظہ فرماکر جواب لکہا کہ ہم اوس قیدی کے کردہ اور ناکردہ گناہ سے درگذرے اور رہا کیا۔

نقل ہے کہ جب سکندر نے کسی شہر پر فتح پائی اور اپنی شمشیر کو غلاف نہ کیا ارسطاطالیس نے اوسے ایک خط عنایت آمیز اس مضمون کا لکہا کہ اگرچہ تجہکو ظفر پانے سے پہلے مخالف کے قتل کرنے کی ضرورت تہی اب بعد فتح سمجہے اُن بیچارونکے مار ڈالنے مین کیا نفع ہے اور عفو کرنا بادشاہان اولوالعزم کی خصلتون مین سے ہے اور شاہد اقبال کا موجب زینت سلطنت ہے اور باعث استحکام قواعد جاہ وحشمت کیونکہ زور وقوت کیسا ہی زیادہ ہو مگر حسن عفو بیشتر ظاہر کرنا چاہیئے **نقل** ہے کہ سکندر بادشاہ کی خدمت مین ایک بیوقوف شوخی اور عیب جوئی کرنے لگا تابعدارون مین سے کسی نے عرض کی کہ اگر بادشاہ اسکو تنبیہ کرین تو اس حرکت سے باز رہے اور اورونکی عبرت کا موجب ہو بادشاہ نے فرمایا کہ یہ بات رائے صحیح اور عقل صریح کے برخلاف ہے کیونکہ ہمسے ابتک اسکو کچہہ ایذا نہین پہنچی ہے پس جو شخص اس معاملہ سے واقف ہوگا اوسکو بُرا کہیگا اور جو مین اسکو ایذا دون تو بے شبہہ میری مذمت اور عیب جوئی مین مبالغہ کریگا اور داناؤن کے نزدیک اُسکے لیئے عذر کا مقام ہوگا اور کہتے ہین کہ کسی وقت مین ایک شخص بسبب نافرمانی کے اسیر ہوا سلطان سکندر نے اوسکی سزا سے درگذر کی اور اوس کو آزاد کیا۔ حضور مین سے ایک شخص نے بہت طیش کہاکر کہاکہ اگر مین تمہارا ہوتا تو اسے مروا ڈالتا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ چونکہ مین تجہسا نہین ہون اسواسطے مینے اسکو قتل نہ کرایا۔

پند جس قدر گناہ بزرگ تر ہوگا فضیلت عفو کرنے والی کی اوتنی ہی زیادہ ہوگی۔

نقل ہے کہ مَعَن بن زایدہ کے دشمنون مین سے تین ہزار آدمی گرفتار ہوکر اوسکے حضور مین آئے۔ چاہتا تہا کہ اون کی گردن کشی کا حکم دیوے کہ اتنے مین قیدیون مین سے ایک لڑکا اوٹہا اور بولا کہ اے امیر تجہکو خدا کی قسم مجکو پانی پلوادے اور پیاسا نہ مار حکم ہوا کہ پانی پلادین پہر بولا کہ اے امیر ہماری قوم کی قوم پیاسی ہے اگر مین پانی پی لونگا تو اور سب پیاسے

رہین گے۔ حکم دیا کہ سب کو پانی پلا دو جب سب پانی پی چکے وہی لڑکا اوٹھا اور بولا کہ اے امیر اب
ہم سب تیرے مہمان ہوئے۔ مہمان کا اکرام کرنا واجب ہے اور مہمان کشی رسم اہل کرم نہین ہے
امیر نے اوسکی فصاحت سے متعجب ہو کر سب کو معاف کر کے چھوڑ دیا فقط



جوھر گیارھوان

فواید مین شورہ و صلاح کے

مصلحت اور مشورے پر کام کا مدار رکھنا اور اتفاق رائے سے کام کرنا بہت پسندیدہ ہے کیونکہ ایک شخص کی رائے کو جماعت کی رائے سے وہ نسبت ہے جو اکہرے دہاگے کو سوت کی رسّی سے ہے بلکہ جماعت کا ہر ایک شخص آپس کی مدد سے مثل ایک جماعت کے ہے عقلا کی مصلحت اور اتفاق رائے سے درست تدبیر حاصل ہوتی ہے اور اچھی تدبیر کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے مشکل کام صلاح سے آسان ہو جاتے ہین - دوسرے یہ کہ اگر بے صلاح کوئی کام کیا جاے اور درست نہو تو لوگ زبان طعنہ کھولتے ہین اور اگر صلاح سے کیا جاے اور کچھہ خرابی ہو تو اوسکو معذور رکھتے ہین - ہندی مثل ہے پانچ پنچ مل کیجے کاج ہارے جیتے آوے نہ لاج تیسرے یہ کہ ایک شخص کے خیال مین کسی کام کے سب پہلو بخوبی نہین آسکتے اور جب بہت لوگ کسی بات مین ملکر فکر کرینگے تو کسی نہ کسیکے خیال مین ایسی تدبیر معقول آجاویگی یا سب کی راے ملکر ایسی عمدہ بات قرار پاویگی کہ جو فی الحقیقت قابل پسند عقل سلیم ہو اسلئے اگلے بادشاہ حکما اور علما سے ہمیشہ صحبت رکھتے تھے چنانچہ اسکندر رومی کی خدمت مین ارسطو وغیرہ موجود تھے اور نوشیروان کا مشیر بزرجمہر تھا اور یونانیون کا یہ طریقہ تھا کہ حاکم اوسی شخص کو کہتے جو خود حکیم ہوتا اور حکیمون کے شورہ اور صلاح پر بخوبی عمل کر سکتا تھا اور اہل ہند کا بھی یہی طرز تھا کہ حکیمون اور عالمون کو وزیر اور مشیر کرتے چنانچہ حکیم بششٹ راجہ جسرتھ اور راجہ رامچندر کے اور حکیم بہیکم پتامہ راجہ جرجودہن اور راجہ جدہشٹر کے وزیر اور مشیر تھے

اکبر شاہ کو دیکھو کیسے کیسے زبردست وزیر مہیا کئے جنکے مشورہ وصلاح سے وہ سلطنت کی جس کا جواب صفحۂ تاریخ مین ملنا دشوار ہے اور حال کے زمانہ مین بہی دیکھو کہ **اہل یورپ** کے کام کا مدار مجمع افاضل یعنی **کونسل** اور **پارلیمنٹ** پر ہے۔ صلاح کامون مین عقلمندون سے لینا چاہئے اوہلاونکی رائے سے امداد طلب کرنا چاہئیے جس مہم کا مشورہ ہو اوسکے واقف کار اور اوس مہم کے تجربہ کار سے مشورہ بہتر ہوگا۔ **قول** حکیم **بقراط** نے کہا ہے کہ مشورہ جو شخص اپنے سے زیادہ عقیل شخص سے کریگا وہ رسوائی سے محفوظ رہے گا اور مشورہ دشمن سے بہی کرنا چاہئیے تاکہ اوسکی دشمنی کی حد معلوم ہو جاوے۔ **حکایت**۔ ایک مرتبہ **قیصر روم** اور **عزیز مصر** کی آپسمین لڑائی کی تیاری ہوئی ایک جاسوس مصریون کا روم کے لشکر مین رہتا تہا کہ **عزیز مصر** اوسکی خبر کو بہت معتبر جانتا تہا **قیصر** نے بعد معلوم ہونے اس راز کے اپنے لشکر کے افسرون سے مشورہ کیا سب کی رائے اس مصلحت پر متفق ہوئی کہ جب لڑائی کا دن قریب آوے اور مخبر دستور کے موافق دربار مین حاضر ہو حضور اوسکے سامنے ہم سب سے یہ ارشاد کرین کہ مصر کی فوج کے افسرون نے آپسمین اتفاق کرکے لکہا ہے کہ ہم عین لڑائی مین **عزیز مصر** کو گرفتار کرادینگے آپ دلجمعی سے بہت جلد لڑائی شروع کیجئے جب طرفین سے مقابلے کا دن قرار پایا قیصر نے اس تدبیر پر عمل کیا مخبر نے دربار برخاست ہوتے ہی اپنے مالک کو اطلاع کی **عزیز** اس خبر کے سننے سے ایسا گہبرایا کہ اوس سے کچھ بن نہ آیا اور مقابلے سے پہلے بہاگا **قیصر** نے خاطر جمعی سے پیچہا کرکے لشکر کو پریشان کردیا سبحان اللہ مشورے اور اتفاق کا کیا مرتبہ ہے کہ جسکی ہیبت اور خوف سے غنیم بے مقابلہ بہاگتا ہے۔

جوہر بارہوان ۱۲

کتمان اسرار کے بیان مین

رازداری بہت بہتر اور بہید کا ظاہر کرنا نہایت بُرا امر ہے حکما کا قول ہے کہ انسان کی دلی بات دوام سے خالی نہین ہوگی راحت یا رنج شادی یا غمی اور یہ دونون قابل چہپانیکے ہین۔ اگر راحت یا شادی ہے تو حاسدون سے اور خام طبع لوگون سے چہپانا چاہیئے تاکہ ضرر سے محفوظ رہے اور اگر رنج یا غم ہی تو بہی پوشیدہ رکہنا مناسب ہے تاکہ دوستون کے ملال اور دشمنونکی خوشی کا سبب نہو۔ بہید کہلنے کے بہت سبب ہین اُن مین سے چند یہ ہین۔ طمع۔ خوشی۔ بیوقوفی۔ اعتبار۔ سہل انکاری۔ اور اپنی بڑائی جتانا یعنی تعلّی۔ اگر انسان کو منظور ہو کہ رازدا نہو تو لازم ہے کہ کسی سے نہ کہے حتیٰ کہ بعض لوگون کی رائے ہے کہ دوست صادق سے بہی مخفی رکہے۔ کیونکہ جیسے اِس شخص نے اپنے دوست کا اعتبار کرکے بہید اوس سے کہدیا ویسے ہی اُسکا دوست بہی اپنے کسی دوست کا اعتبار کرکے وہ راز کہدے اور اسیطرح وہ اور کسی سے کہدے تو کسیطرح بہید پوشیدہ نہین رہ سکتا ہے اور بزرگون نے کہا ہے کہ جو بات چہہ کان تک پہونچ گئی وہ نہین چہپ سکتی ہے اور چار چیز کا بہید دینا بُرا ہے دولت ومال کا۔ دل کے احوال کا۔ محبت کا۔ اپنے عیب کا۔ **حکایت**۔ سکندر نے کسی شخص کو اپنے راز سے آگاہ کیا وہ چہپا نہ سکا بہید کہل گیا۔ **بلیاس** حکیم سے پوچہا کہ ایک شخص سے مینے راز کہا تہا اوسنے فاش کردیا مجہے نہایت رنج ہے اوسکو کیا سزا دینا چاہیئے۔ حکیم نے کہا رنجیدہ نہو اور

کچہہ سنا اندسے کیونکہ جب تو باوجود ضرورت کے اپنے بہید کو پوشیدہ نہ رکہہ سکا تو دوسرا بےضرورت کیون چہپاتا پس تونے اپنا راز آپ ظاہر کیا اوسکا کچہہ قصور نہین ہے **نقل** ایک شخص کرام ویل نامی بڑا ایماندار تہا اوسکی ایک پوتی تہی **بیت**

برس سات کا اوسکا تہا سن و سال
بہت عقل و دانش مین تہی بیمثال

اوسکی تعلیم اسطرح ہوئی تہی کہ کرام ویل اوس لڑکی کو ہمیشہ اپنے ہمراہ رکہتا تہا یہانتک کہ جب وہ دربار مین جاتا وہان بہی اوسکو ساتہہ لیجاتا لڑکی کچہری مین جاکر بیٹہتی ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ کرام ویل اور تین سردار ایک جگہہ بیٹہکر سرکاری کامون مین کچہہ گفتگو اور مصلحت کرنے لگے تو اون مین سے ایک شخص بولا کہ اس لڑکی کو باہر بٹہادو تو بہتر ہے اوسوقت کرام ویل نے کہا کہ یہ لڑکی بڑی عقلمند اور معتبر ہے اسکی امانت اور دیانت کا مجہکو اسقدر یقین ہے کہ ہم اس سے کوئی بات نہین چہپاتے اور جس قدر ہمکو تمہارا اعتبار اور اعتقاد ہے اوسیقدر اس لڑکی کا بہی بہروسا ہے - اسمین کچہہ شک مت کرو وہ تینون سردار یہ بات سنکر خاموش ہورہے پہر دو تین دن کے بعد وہی تینون سردار اوس لڑکی کو کچہہ کہانے اور کہیلنے کی چیز کی طمع دیکر اوس سے پوچہنے لگے کہ تو پرسون کے دن دربار مین گئی تہی وہان کیا مصلحت اور صلاح ہوتی تہی ہمسے کہدے اوسنے انکار کیا تب اون لوگون نے بہت خوشامد اور چاپلوسی کی تو بہی اوسنے نہ بتلایا آخر کو اوسکو مارنے کا خوف دلایا تب بہی اوسنے کچہہ نہ کہا **ابیات**

جو پابند ہے اپنے ایمان کا
اگر اوس کو خطرہ بہی ہو جان کا
کوئی دے طمع لاکہہ دے سیم و زر
صداقت سے تاہم نہ ہو درگذر

نقل ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے نوکر سے کہا کہ مین ایک بہید تجہسے کہتا ہون کسی سے کہنا نہین اوسنے کہا نہ کہونگا بادشاہ نے کہا مجہے اپنے بہائی سے اندیشہ ہے اور قبل اس سے کہ اوس کی جانب سے کوئی قصد ہو مین اوسکے دفع کرنیکی فکر مین ہون تو ہمیشہ میری محافظت کیا کر اور جو میرے بہائی کی بات ہو اوس سے مجہے خبردار کرتا رہنا اوس شخص نے وقت پاکر یہ حال بادشاہ کے بہائی سے

کہدیا وہ اوسکا احسانمند ہوا اور اپنی حفاظت کامل کرلی قضا کار اوسکا بہائی یعنی بادشاہ کہ جسکے نوکر نے
خبر کردی تہی مرگیا اور سلطنت اوسکے ہاتھہ آئی فوراً اپنے بہائی کے نوکر کو جس نے اوس کا بہید دیا تہا
طلب کر اوسکا سر کاٹنے کا حکم دیا۔ اوسنے عرض کی کہ میرا کیا قصور ہے۔ کہا یہی کہ تو نے مجہسے میرے
بہائی کا بہید ظاہر کیا اور اوس انعام و پرورش قدیم پر کچہہ خیال نہ کیا۔ پس میرے ساتہہ کیا وفا کریگا
مجکو ہرگز ایسے نمک حرام کا اعتبار نہین۔ پس اوسکو قتل کر ڈالا۔ **نکتہ** ۔ جس نے غیر کا حال تجہسے
کہا وہ تیرا حال غیر سے کہیگا۔ **نکتہ** ۔ تنگ ظرف سے راز نہان رہنا امر دشوار ہے۔ **پند** ۔ مرد
کو چاہیے کہ جاہل عورت کو ہرگز اپنے راز سے مطلع نکرے اور مال اور دفینہ اوس سے پوشیدہ رکہے
کیونکہ کم عقل اوسکی باعث فساد ہوتی ہے چنانچہ **نقل** ہے کہ حجاج کا ایک دربان تہا اوسکو وہ
بہت چاہتا تہا۔ کسیوقت بات چیت کرنے مین حجاج نے اوس سے کہا کہ اپنا راز جورو سے نہ کہنا چاہیے
اور اوسپر اعتماد نکرنا چاہیے۔ دربان نے کہا میری جورو بہت دانا اور مہربان ہے مین اوسپر اعتماد
رکہتا ہون کیونکہ بار بار کے تجربہ سے اوسکے حال کو مین نے دریافت کر لیا ہے اور اوسکو محرم اسرار جانتا
ہون **حجاج** نے کہا یہ طریقہ خلاف ہوشیاری کے ہے پہر فرمایا کہ ہزار دینار کا توڑا لا مین اوسپر مہر
کئے دیتا ہون اسکو لیجا مینے تجہے بخشا مگر میری مہر اوپر رہے اوسکو گہر لیجا کر اپنی جورو سے کہہ کہ اس توڑے
کو بادشاہی خزانہ سے چرا کر تیرے لئے لایا ہون۔ دربان نے ویسا ہی کیا **حجاج** نے چند روز کے
بعد ایک لونڈی اوسکے واسطے مرحمت فرمائی وہ اوسے گہر مین لایا اوسکی جورو نے کہا کہ میری خاطر اس
لونڈی کو بیچ لا وہ بولا کہ جس کنیز کو بادشاہ نے بخشا ہے اوسکا بیچنا کسطرح روا ہے۔ اس بات پر عورت
اوسکی خفا ہوکر پہر گئی **حجاج** کی مجلس کے دروازہ پر جاکے نگہبان سے کہنے لگی کہ بادشاہ کو خبر
کر کہ فلانے دربان کی جورو آئی ہے حضور مین کچہہ عرض کیا چاہتی ہے۔ غرض حسب اجازت بادشاہ کے
روبرو جا کر عرض کرنے لگی کہ شوہر میرا دولت خداوندی کا پلا ہوا ہے اب ایک خیانت اوس سے خزانہ
مین سرزد ہوئی ہے اور چونکہ نعمت سلطانی کا حق اس لونڈی پر واجب ہے لہذا اوسکو پوشیدہ نہین
رکہہ سکتی ہون یہ کہہ کر توڑا معہ مہر بادشاہ کے روبرو رکہدیا اور کہا کہ میرا خاوند چرا لیگیا تہا دیکہئے آپکی

مونہہ بہی اوسکے پر حجاج نے دربان کو بلایا اور توڑے کو اوسکے آگے دہروا دیا اور کہا کہ یہ تیری جورو دانا مشفق اور پردہ نشین ہے اگر مین سرگذشت سے واقف نہوتا تو تو مارا جاتا۔

حکایت

ایک شخص اپنی عورت سے بہت محبت رکہتا تہا اور وہ اوسکی مشیر اور رازدار تہی۔ ایک دوست اوس شخص کا عقلمند تہا ہمیشہ یہی نصیحت اوسکو کرتا رہتا تہا کہ جاہل عورت ناقص العقل ہوتی ہے اوس سے اپنا بہید کہنا اور امید اخفاے راز رکہنا دانشمندی کے خلاف ہے۔ وہ شخص جواب مین اپنے دوست سے کہا کرتا تہا کہ میری عورت میری جان نثار رفیق و خیرخواہ ہے جان دیدیگی مگر افشاے راز گوارا نہ رکہے گی۔ ایک روز اوسکے دوست نے کہا کہ اگر تجہکو میرے قول کا یقین نہین ہے تو عورت کو اس تدبیر سے جو مین بتاتا ہون آزمالے اگر وہ رازداری مین ثابت قدم رہے تو تیرا کلام صحیح ہے ورنہ میرا۔ تو سر بکری کا ایک کپڑے مین خون آلودہ لپیٹ کر اپنی عورت کے روبرو مکان کے ایک گوشہ مین گاڑدے اور عورت سے یہ کہدے کہ یہ سر میرے ایک دشمن کا ہے جسکو مینے قتل کیا ہے اور اپنے مکان مین بخیال افشاے راز مین دفن کرتا ہون اس راز سے سواے تیرے کوئی آگاہ نہین ہے اور راز کے مخفی رہنے کے وقت تک میری زندگی ہے تو ہرگز افشاے راز کسی سے نہ کرنا۔ اوس شخص نے اسی موافق سب کارروائی کر کے اپنی عورت کو سخت ممانعت افشاے راز کی کردی۔ عورت اس واقعہ کی واقفیت کے بعد بسبب کمال الفت اپنے شوہر کے شب و روز ایک عالم کلفت مین مبتلا رہنے لگے۔ اگر کوئی شخص سبب پریشانی دریافت کرتا تو کچہہ حیلہ کردیتی تہی۔ ایک روز ایک عورت ہمسایہ نے جو اوس سے بہت مانوس اور اوسکی معتمد و ہمراز تہی باصرار تمام اس اسرار کا استفسار کیا۔ عورت نے بمقتضاے کج عقلی و نادانی جو زمرۂ نسوان مین زیادہ تر ہے اپنی ہمسایہ عورت سے افشاے راز کردیا اوسنے جا کر اپنے شوہر سے کہدیا۔ اوسنے بخوف الزام اخفاے واردات پولیس مین خبر کردی اہالیان پولیس نے مکان کا محاصرہ اور مالک مکان کو گرفتار کرلیا۔ اوس شخص نے ہر چند انکار اور لاعلمی ظاہر کی کچہہ سودمند نہوئی۔ آخر الامر مخبر نے اپنی عورت کی زبانی دریافت حال کرنا اور عورت ہمسایہ نے زوجہ ملزم کی زبانی یہ واقعہ سُنتا اور زوجۂ ملزم نے بخوف پولیس مفصل

احوال جو اوسکو معلوم تھا بیان کرکے مقام دفن سر آدمی کا بتا دیا۔ وہ مقام بموجودگی ملزم کھودا گیا اور اُسیطرح جیساکہ دفن کیا گیا تھا ایک سر پارچہ خون آلودہ مین لپٹا ہوا برآمد ہوا۔ کپڑا علیحدہ کرنے پر وہ سر بکری کا سر پایا گیا۔ ملزم نے اظہار کیفیت واقعی اور ادائے شہادت کے واسطے اپنے دوست کو طلب کرایا اور جب اوسنے حقیقت اصلی جسکی کارروائی بغرض امتحان رازداری عورت کے عمل مین آئی تھی بیان کی تب گرداب بلا سے نجات حاصل ہوئی۔ اوسکے دوست نے بہت لعنت و ملامت کی اور کہا کہ آیندہ کبھی اوسکی نصیحت فراموش نہ کرے کیونکہ اگر یہ واقعہ فی الواقع ہوتا تو تیری عورت جسپر تجھہ کو جھوٹھا اعتبار تھا اپنی ناقص العقل کے سبب سے آج تیری ہلاکت کا باعث ہوتی۔

حکایت۔ سلطان **محمود** کے غلامون نے **حسن میمندی** اوسکے وزیر سے پوچھا کہ آج بادشاہ نے فلان مقدمے مین کیا کہا۔ جواب دیا تم سے بھی وہ بات مخفی نہین ہے۔ کہا جو بات بادشاہ آپسے کہتا ہے ہم سے نہین کہتا۔ کہا اِس سبب سے کہ جانتا ہے کہ مین کسی سے نہ کہونگا۔ پس تمہارا پوچھنا فضول ہے۔

جوہر تیرھوان ۱۳

فہم وفراست کے بیان مین

دانشمندی اور زیرکی کو فراست کہتے ہین تحقیق وغور وتامل اسکے رکن ہین انسان کو واجب ہے کہ ہر کام کا آغاز وانجام عقل کی آنکھ سے دیکھکر جو مقتضاے عدل ہو اُسکے موافق کرے اور جس امر کا سِر ظاہر نہو اوسکو براہ فراست تحقیق و دریافت کرنا چاہیے۔ صرف کہنے والونکے قول پر اعتبار نکرنا چاہیے۔ بعض آدمی کا دل ایسا ہوتا ہے کہ اگرچہ کیسے ہی تعجب کی بات سُننے مین آوے مگر وہ اوسپر اعتبار کرلیتا ہے بلکہ جو بات جس قدر زیادہ قیاس سے بعید اور عقل سے خارج ہوتی ہے اوتنا ہی جلد وہ اوسکا یقین کرلیتا ہے اور یہی سبب ہے کہ اکثر عقلمند جسقدر بیان کسی چیز کا خلقت کی زبان سے سُنتے ہین وہ دیکھتے یا آزمایش او تحقیقات کے وقت اوسقدر نہین پاتے کیونکہ جب کسی انجان آدمی کی عقل اصل حال کو دریافت نہین کرسکتی تو اوسکے دل مین جو کچھ آتا ہے وہ باتین بناکر کہنے لگتا ہے اور خلقت اوسکو سچ جان لیتی ہے کیونکہ انسان جو کچھ اپنے علم ویقین کے مطابق ظاہر کرتا ہے کچھ ضرور نہین ہے کہ وہ امر حقیقت مین بھی راست و درست ہو ایسا اکثر ہوتا ہے کہ امر خلاف واقع کا یقین حاصل ہوجاتا ہے اور وہ یقین جسطرح صاحب یقین کو دہوکے مین ڈالتا ہے اوسیطرح دوسرون کو گمراہ کرتا ہے اگرچہ بیان کرنے والا اوسکا اپنے قول مین سچا ہوتا ہے مگر درحقیقت اوسکا مقولہ محض باطل اور خلاف واقع ہوتا ہے چنانچہ ایک صاحب اپنے سفر شیراز کی کیفیت مین لکھتے ہین کہ راستےمین

بمقام **قزوین** یہ سنا گیا کہ یہان سے پانچ سات کوس پر ایک گانون مین کسی شخص کے دو جانور ایسے ہاتہہ لگ گئے ہین کہ بازو اور پانون اونکے پرندونکے طور سے دو دو ہین لیکن آنکھون پر گوشت اور چہرے پہ بڑی بڑی ڈاڑھیان ہین اور زبان عربی بولتے ہین مگر اونکی بولی سمجھی نہین جاتی - اگرچہ مین راستہ کا تہکا ہوا تہا اور راہ خراب اور برف سے ڈھک رہی تہی اُن **جانورون** کے دیکھنے کا شوق ایسا دامنگیر ہوا کہ وہانسے آدمیون کو ساتہہ لئے فوراً اوس گانون مین جا پہونچا - جب وہ مکان جسمین **عربی خوان جانور** بند تہے کہولا گیا تو کیا دیکھتا ہون کہ ایک جوڑا **فیل مرغ** کا جسکو لوگ پیرو کہتے ہین موجود ہے لاحول ولاقوۃ دل مین اوسکے دیکھنے کے واسطے اتنی تکلیف اوٹہانے سے بہت شرمندہ ہوا بلکہ جہنجلایا لیکن اوسوقت سواے ہنس دینے کے اور کچہہ نہ بن آیا - پس کیا عجب کہ **شیراز** مین کسی شخص نے اپنی کتاب مین یہ بات لکہدی ہوگی کہ **قزوین** مین فلان سال مین اسطرح کے جانورون کا ایک جوڑا آیا تہا جن کے سر پر بال نداروا اور ڈاڑہی لمبی تہی اور **عربی** بولتے تھے اور پانون اور پر اونکے چڑیونکے سے تہے اور مصور نے بہی ٹہیک اونکی تصویر اسی بیان کے موافق چڑیون کا سا دھڑ آدمی کا سا سر بنا کر کہینچدی ہوگی - اسلئے انسان کو واجب ہے کہ جب کبہی کوئی عجیب یا بعید القیاس بات دیکھے یا سُنے تو جب تک اوسکی اصل کو دریافت نکرلے تب تک اوسپر اعتقاد نہ لاوے اور اوسکا یقین نہ کرے -

عقل

جو قوتین حکیم مطلق نے انسان کو عطا فرمائی ہین اون مین عقل کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے ہمارے جتنے کام ہین وہ عقل ہی کی امداد سے پورے ہوتے ہین - جسم کی حفاظت - دل کی پاکیزگی - عادتون کی اصلاح - معاش کا انتظام - معاملات کی درستی - ان مین سے ایک کام بہی بغیر عقل کی مدد کے نہین چل سکتا - وہ پوشیدہ اسرار جو حواس کے ذریعہ سے ہمکو معلوم نہین ہوسکتے عقل ہی کے زور سے ہمارے دل پر منکشف ہوتے ہین - اگر انسان مین عقل کا نورانی جوہر نہ ہوتا تو وہ وحوش وطیور یا شجر و حجر کے مانند ایک ذلیل مخلوق ہوتا اوسکو جو عظمت و حکومت تمام مخلوقات پر حاصل ہے وہ عقل ہی کی بدولت ہے ہمارے حواس اکثر دہوکا کہاتے اور ہم کو مغالطہ مین ڈال دیتے ہین - کبہی بڑی چیز چہوٹی نظر آتی ہے - کبہی ساکن چیز متحرک اور متحرک ساکن معلوم ہوتی ہے - اِن تمام غلطیون کی اصلاح

عقل ہی کی روشنی سے ہوتی ہے - ہمکو جو علم حاصل ہوتا ہے عقل ہی اوسکی صحت کرتی ہے اور عقل ہی اوسکو کام مین لانیکی راہ بتاتی ہے بغیر عقل کی رہبری کے ہم اپنے علم سے کچھہ فائدہ حاصل نہین کر سکتے - عقل اُن کامون مین بہی ہماری رہنمائی کرتی ہے جو اس زندگی مین ہمارے واسطے کار آمد ہین اور اون کامون مین بہی ہمکو ہدایت کرتی ہے جو آنیوالی حالت کے لئے ہمکو اختیار کرنی چاہئین - خدائی احکام کی تعمیل اوس زمانہ سے شروع ہوتی ہے جبکہ عقل کامل ہوجاتی ہے اور اوسیوقت تک جاری رہتی ہے جبتک کہ عقل سلامت ہے -

حکما فرماتے ہین کہ آدمی تین قسم کے ہین - ایک عاقل - دوئم نیم عاقل - سوئم جاہل - عاقل وہ جو کسی آفت کے آنے سے پہلے ہوشیار ہوجائے اور اوسکا علاج کرے - نیم عاقل وہ کہ کوئی آفت آنے پر استقلال کے ساتہہ اوسکو دفع کرے - جاہل وہ کہ آفت آنے پر حیران و پریشان ہوکر علاج سے ہاتہہ دہو بیٹھے - عقلمند اور بیوقوف دونون ایک ہی کام کرتے ہین مگر فرق اتنا ہے کہ دانشمند پہلے کر لیتا ہے اور احمق بعد خواری و خرابی کے -

تحقیق دنیا کے ہر معاملہ کی جبتک تحقیق و تفتیش کامل طور سے نہین ہوتی انسان کی واقفیت ناکامل اور اوسکا علم ناقص رہتا ہے کچھہ یہ ضرور نہین کہ امر حق کی معرفت اوسی شخص کو حاصل ہو جو لکہنا پڑہنا جانتا ہو بلکہ حصول علم اور حصول یقین جن طریقون سے ہوتا ہے اون مین خواندہ و ناخواندہ دونون مساوی ہین دونون کے طور واقفیت مین سر مو تفاوت نہین - صحیح صحیح علم و آگاہی جس کسیکو حاصل ہو وہی عالم اور محقق ہے -

تجربہ و مشاہدہ جس سے انسان کے علم کو ترقی حاصل ہوتی ہے اونکے عمل مین لانے کا کوئی عجیب و غریب طریقہ نہین ہے بلکہ بچے بوڑہے جوان عوام خواص سب اوسی ایک طریقہ کو کام مین لاتے ہین - چہوٹے بچے کو جب کہلونا یا کوئی شے ہاتہہ لگ جاتی ہے تو اوسکے اوصاف و خواص کو بار بار کی آزمایش سے اوسی طرح دریافت کرنا چاہتا ہے جسطرح کوئی بڑا لائق منشی - البتہ اسمین کچھہ شک نہین کہ ایسے آدمی بہت کم ہین جو روزمرہ کے واقعات اور واردات کا مشاہدہ کرین اور اُسکے اسباب و نتائج کے سلسلہ کو صحت و درستی کے

ساتھ ترتیب وسے سکین اور حقیقت واقعی کو بیان کر سکین اسکا سبب یہ ہے کہ اونکو بخوبی غور و توجہ کرنے کی عادت نہین ہے یا تو اظہار واقعہ کے سلسلہ مین سے وہ ایسی بات کو فروگذاشت کر دیتے ہین جو در حقیقت واقع ہوئی تھی یا کوئی امر غیر واقع جسکو اونہون نے اپنے توہم سے واقعی سمجھہ لیا ہے اِس سلسلہ مین اضافہ کر دیتے ہین۔ اِسی وجہ سے دنیا کے معاملات مین صدہا قسم کے مغالطے پڑ جاتے ہین اور نادان آدمی اَن دیکھی باتون کو دیکھی اور اَن ہوئی باتون کو ہوئی سمجھکر اون پر اپنے یقین کی بنیاد قایم کر لیتے ہین

تامل آہستگی اور سوچ اکثر امور مین نفع دیتے ہین اور جلدی و سُبکی بہت کامون مین نقصان پہونچاتی ہے۔ جس مطلب کی ابتدا آہستگی اور سوچ سے ہوگی وہ غالباً پورا ہوگا اور جو کام سبکی اور جلدی سے شروع ہوگا وہ اکثر ادہورا رہیگا۔ جلدی توپ کا گولہ ہے کہ چھوٹ نکلے بعد اختیار کا نہین اور آہستگی کمر کی تلوار ہے کہ ہر دم اپنے قبضہ مین ہے۔ آہستگی ہمیشہ درکار ہے اور جلدی ہر وقت بیکار خصوصاً غضب کے وقت کہ اوسمین دور اندیشی باقی نہین رہتی اور دور اندیشی بہت ضرور ہے نہین تو حسرت اور شرمندگی ہوتی ہے پس انسان کو لازم ہے کہ تامل کی عادت کرے **نصیحت** پرویز نے اپنے **بیٹے** کو نصیحت فرمائی کہ اے جان پدر جس طرح تو رعیت کا حاکم ہے عقل تیری حاکم ہے اگر رعیت کو فرمانبردار چاہتا ہے تو تو بہی عقل کا محکوم رہ یعنے جو کام پیش آوے اوسمین تامل فرما اور عقل سے مشورہ لے خصوصاً جس کام مین رعیت کی جان یا مال کا نقصان متصور ہو۔ **حکایت**۔ کہتے ہین کہ **احمد سامانی** کی وفات کے بعد اوسکا بیٹا **نصر** کہ آٹھہ برس کا تہا تخت نشین ہوا۔ ارکان دولت کار مملکت انجام دیتے تہے جب وہ لڑکا سن بلوغ کو پہونچا خود حکمرانی کرنے لگا اور طرح طرح کی خوبیان حاصل کین مگر بسبب نوعمری اور ناتجربہ کاری کے جلد غضبناک ہوجاتا اور بے تامل حکم دیدیتا اور تہوڑے قصور پر بہت سزا دیدیتا تہا ایک روز اپنے **وزیر** سے کہا کہ مجھہ مین کوئی عیب تجھکو معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے دور کرنے مین مین سعی کرون **وزیر** نے کہا فضل الٰہی سے ذات عالی آراستہ ہے انواع خوبیون سے اور حضور نے خاص و عام کے واسطے ہر طرح کا فائدہ اور نعمتہائے لطیف مہیا فرمادی ہین۔ مگر اِس طعام مین نمک کم ہے اور بے نمک کہانیکا مزہ نہین پوچہا کہ اوس کا نمک کیا ہے۔ جواب دیا کہ

نمک خوان حکومت کا بردباری ہے اور تامل اور جس سے یہ خراب ہوجاوے وہ چیز خشم وغضب - امیر نصر نے کہا کہ یہ عیب مجھکو بھی معلوم تھا کہ مجھہ مین ہے لیکن چونکہ اسکی عادت ہوگئی ہے اور طبیعت اوسکی خوگر ہو چکی اب کیا تدبیر کرنا چاہیے - وزیر نے کہا کہ حکم دیتے وقت حضور خود تامل اور سوچ کرلیا کوین اور شتابکاری کو کام نہ فرماوین اور آپکی خدمت مین بزرگان پاکیزہ اخلاق رہا کرین کہ غصہ کے وقت شفاعت کرسکین - پس امیر نے حکم دیا کہ جب مین حکم سزا دیا کرون تین روز تک حکم کی تعمیل مین توقف کیا کرو اور تین مرتبہ مجھسے عرض کیا کرو اور جو لوگ تمہارے نزدیک قابل عفو ہون اونکی شفاعت مجھسے کیا کرو جب امور حکومت اس تدبیر سے ہونے لگے چند روز مین دبدبۂ عدالت اور طنطنہ سیاست اوس امیر کا عالم مین مشہور ہوگیا -

فرق چالاکی و شتابکاری و تامل و صبر و کاہلی و سستی کا

جس قدر تامل اور بردباری پسندیدہ ہے اوسیقدر کاہلی و سستی نکوہیدہ اور جتنی چالاکی و چستی بہتر ہے اوتنی ہی جلدی و شتابکاری بدتر - لیکن بہت لوگون کو فرق اسکا کم معلوم ہے بعضے تو تامل کے بہانے سے کاہل ہوجاتے ہین پہر اونسے کچھہ کام نہین نکلتا اور بعضے چالاکی کے نام سے شتابکاری کر بیٹھتے ہین کہ انجام کو خرابی ہوتی ہے - پس انسان کو لازم ہے کہ ان الفاظ کے معنی ضرور سمجھہ رکھے - **شتابکاری** یعنی جلد بازی اسکو کہتے ہین کہ جس کام کا انجام سوائے تمام روز کے ممکن نہو اوسکو گھڑی بھر مین تمام کرنا چاہنا - **چالاکی** اسکو کہتے ہین کہ جو کام گھڑی بھر سے کم مین نہین ہوسکتا اوسکو سوا گھڑی مین نکرین بلکہ ایک ہی گھڑی مین کرڈالنا چاہے - اسی طور سے **تامل** اسکو کہتے ہین کہ جو کام دن بھر مین تمام ہونیوالا ہے اوسے دن ہی بھر مین ہونے دین اضطراب کرکے خراب نہ کرین - **سستی** یعنی کاہلی اس کا نام ہے کہ جس کام کی درستی ایک روز مین ہوسکے اوسے کئی روز مین پورا کرنا اور کوئی ایسا کام کرنے پر جس سے اپنا یا دوسرے کا بھلا ہوسکے باوجود قادر ہونے کے اوس کام کو نکرکے انمول فرصت کا وقت ایسے بیہودہ کام مین گنوانا کہ جس سے اپنا یا کسی اور کا

بھلا نہ ہو **فائدہ** - جلد بازی بہ نسبت کاہلی کے زیادہ خراب اور مضر ہے۔ کاہل آدمی کو اسیقدر تاسف ہوتا ہے کہ ہمنے یہ کام نکیا لیکن جلد باز کو نہایت ندامت ہوتی ہے کہ ہاے ہمنے ایسا کام کیون کیا جس کو خدا تعالی نے **تامل** اور **چالاکی** دونون عطا کی ہین اوسکی ذات مستحق ثنا ہے اور ہر ایک ہوشیار کو اسکی ہوس ہے۔ تعجیل کار شیطان اور ناپسندیدہ ہے لیکن پانچ جگہہ جایز اور ضرور ہے پہلے گناہ ہونیکے بعد توبہ جلد کرنا لازم ہے۔ دوسرے ادا ے قرض مین۔ تیسرے تجہیز و تکفین میت مین۔ چوتہے جب لڑکی حد بلوغ کو پہونچے اوسکی شادی کرنے مین۔ پانچوین جب کوئی مہمان اپنے گھر آوے اوسکے کہانا کہلانے اور خدمت مین۔ بہت آدمی ایسے نظر آتے ہین کہ جانورون کی طرح کہانا پینا اور سونا تو اچہی طرح جانتے ہین لیکن اگر اونسے کچہہ محنت کرنیکو کہا جاوے تو وہ یہی جواب دیتے ہین کہ ہم صبر کا امرت پہل کہا کر بیٹھے ہین اور فکر معاش خلاف توکل کے ہے کیونکہ روزی جو مقرر ہو چکی اوسکی تلاش مین کوشش نہ کیجاوے تب بہی پہونچے گی اور جو مقدر مین نہین ہے اوسکے جستجو مین ہر چند سعی عمل مین آوے ہرگز میسر نہ ہوگی۔ پس جو چیز ملنے کی نہین ہے اوسکے واسطے محنت و رنج اوٹہانا عبث ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو میری روزی تہی اوس سے مین ہر چند بہاگا مگر وہ مجھسے لپٹی اور جو چیز میرے نصیب کی نتہی جس قدر اوسکے ملنے کی کوشش کی وہ مجھسے دور بہاگی۔ یہ لوگ نہین جانتے کہ مدار زندگی کا زر ہے مفلسی کے سبب سے فضیلت و ہنر بے رونق ہوتے ہین حکمت تونگری سے زندہ ہو جاتی ہے اور مفلسی سے مر جاتی ہے۔ دانا کے پاس اگر زر نہو کوئی شخص اوس سے فائدہ نہ پاوے بلکہ وہ خود افلاس کے گرداب مین ڈوبکر کمالات سے محروم رہ جاوے ع

مجھے یہ تجربہ حاصل ہوا آخر کو		ہو قدر مرد ہنر سے ہنر کی زر سے ہو	

یہ دنیا عالم اسباب ہے اسکے کاروبار اسباب و ذریعہ پر موقوف و منحصر ہین غور کرو کہ غذا جو پرورش اور بقاء حیات بشر کا وسیلہ ہے کس کس اسباب و تردد سے حاصل کی جاتی ہے تب لقمہ آدمی کے مونہہ مین پڑتا ہے اسیطرح اسباب معیشت و ذریعہ روزی کے واسطے کوشش لازم اور فضل مسبب الاسباب پر توقع رکہکر

ایسی چالاکی و تدبیر کو دخل نہ دینا واجب ہے۔ فواید کسب کے گوشۂ عزلت کے نفع سے بہت زیادہ ہین اہل کسب کی دریادلی سے مزارع قلوب خلایق سرسبز و شاداب اور ارباب ہمت و ریاضت کے چشمۂ کرم سے اصحاب حاجت فیضیاب ہوتے ہین۔ ایسے پست ہمت کاہل وجود آدمی توکل کے پردہ مین کہانے پینے اور سونے کے بعد عمر عزیز کو ہمیشہ لہو و لعب مین کاٹتے ہین اور جب خرچ کی ضرورت پڑتی ہے تو اپنے محنتی دوست و اقربا کو ستاتے ہین۔ بعض تو چوری اور جوا بہی عیب نہین سمجہتے اور بعض صاف بے غیرت بنکر کہلے خزانہ بہیک مانگتے ہین۔ ایسے آدمی نہ تو اس دنیا مین کبہی سرخروئی حاصل کرینگے نہ اوس جہان مین۔ صبر کرنیوالا وہی شخص ہے کہ جو رات دن اپنے یا دوسرے کے بہلے کے واسطے محنت کرتا ہے اور اگر اوسکی وہ محنت ضائع بہی ہو جاے یا اوسپر کوئی آفت آپڑے تب بہی ناگوار نہین گذرتا بلکہ اگر اوس کام کا کچہہ پہل بہی نہ ملے تو بہی وہ صبر سے ہاتہہ نہین اوٹہاتا ہے یہانتک کہ جسطرح چاند اور سورج گردش سے نہین تہکتے اوسیطرح یہ محنت کش بہی جب تک جیتا رہتا ہے تب تک اوس نیک محنت مین غرق رہا کرتا ہے۔ **بوستان** مین **شیخ سعدیؒ** نے بہی اسی موقع پر ایک نصیحت آمیز نقل بیان کی ہے **نقل**۔ ایک روز ایک بادشاہ شکار کہیلنے گیا وہ جنگل مین کیا دیکہتا ہے کہ ایک لومڑی بے ہاتہہ پاؤن کی ایک گوشے مین پڑی ہے بادشاہ اوسے دیکہکر بہت حیرت مین ہوا کہ یا الٰہی یہ اپاہج یہان کسکے ہاتہہ سے اپنی خوراک پاتی ہوگی استنے مین اوسنے دیکہا کہ ایک شیر شکار مارکر مونہہ مین لئے ہوئے سامنے آیا اور اوس لومڑی کی ماند مین ڈالکر چلا گیا لومڑی نے اوسکو خوب پیٹ بہرکے کہایا بادشاہ کے دل مین اس حال نے ایسا اثر کیا کہ دنیا کی طرف سے بالکل اوداس ہوکر اوسیوقت گہوڑے کو چہوڑ ایک درخت کے نیچے جنگل مین جا بیٹہا اور اپنے رزق کی فکر مطلق نہ کی یہانتک کہ سات دن گذر گئے تب آٹہوین فاقہ مین ایک غیب کی آواز اوسکو یہ سن پڑی کہ اے بادشاہ تیرے تو ابہی ہاتہہ پانون سب درست ہین تو شیر رہ لومڑی کیون بنا جاتا ہے۔

وقت سرمایہ ہے یہ وہ سرمایہ ہے جو ہر شخص کو قدرت کی طرف سے عطا ہوا ہے جو لوگ اس سرمایہ کو معقول طور سے کام مین لاتے ہین وہ ہی عیش جسمانی اور مسرت روحانی حاصل کرتے ہین

اسی کی بدولت ایک وحشی آدمی مہذب انسان اور مہذب انسان فرشتہ سیرت بن سکتا ہے۔ اسی کی بدولت جاہل عالم۔ مفلس تونگر اور ناداں تجربہ کار ہو سکتا ہے۔ اطمینان خوشی اور آرام انسان کو ہرگز میسر نہین ہوتا جب تک وہ مناسب طریقہ سے صرف اوقات نہین کرتا۔ ۲۔ وقت بیشک ایک دولت ہے جو شخص اس دولت کو بے اندازہ و بے حساب خرچ کرتا ہے وہ روز بروز تہیدست و مفلوک ہوتا جاتا ہے وہ جب تک زندہ رہتا ہے ہمیشہ رنجیدہ و پریشان اور زمانہ کا شاکی رہتا ہے۔ موت بہی اسکو اس پشیمانی اور اندوہ سے نہین چھوڑا سکتی۔ بلکہ اوس کے حق مین موت کا آنا گویا مجرم کے لئے گرفتاری کا پروانہ ہے۔ وہ جسطرح جیتے جی قسمت و تقدیر کو جہینکتا رہا اسی طرح مرنیکے بعد وقت گذشتہ اور عمر رفتہ کی حسرت و اندوہ مین مبتلا رہیگا۔ ۳۔ سچ یہ ہے کہ وقت کا ضائع کرنا بہی ایک طرح کی خودکشی ہے فرق اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لئے زندگی سے محروم کر دیتی ہے اور تضیع اوقات ایک محدود زمانہ تک زندہ کو مردہ بناتی ہے۔ یہ ہی منٹ گہنٹے اور دن جو غفلت اور بیکاری مین گذر جاتے ہین اگر آدمی حساب کرے تو اونکی تعداد مہینون بلکہ برسون تک پہونچتی ہے اگر اوس سے کہا جاتا کہ تیری عمر سے دس یا پانچ برس کم کر دئے گئے تو یقیناً اوس کو سخت صدمہ ہوتا لیکن وہ خود معطل بیٹھا ہوا اپنی عمر عزیز کو برباد کر رہا ہے اور اوسکے زوال وفنا پر کچہ افسوس نہین کرتا کہ ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین۔ ۴۔ اگرچہ وقت کا بیکار کہونا عمر کا کم کرنا ہے مگر ایک یہ ہی نقصان ہوتا تو بہی چندان غم نہ تہا کیونکہ دنیا مین سب کو عمر طویل نصیب نہین ہوتی لیکن بہت بڑا زیان وخسارہ جو بیکاری اور وقت ضائع کرنے سے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بیکار آدمی کے خیالات ناپاک اور زبون ہو جاتے ہین۔ چنانچہ انگریزی مین ایک مثل ہے کہ کچہ نکرنا دلیل ہے کچہ نہ کچہ برائی کرنے کی۔ طمع۔ حرص۔ ظلم۔ حق تلفی۔ نافرمانی وغیرہ اکثر وہی اشخاص کرتے ہین جو معطل و بیکار رہتے ہین حقیقت یہ ہے کہ انسان کچہ نہ کچہ کرنیکے واسطے بنایا گیا ہے۔ جب اوسکی طبیعت اور اوسکا دل و دماغ نیک اور مفید کام مین مشغول نہین ہوتا تو بالضرور اوسکا میلان بدی اور معصیت کی طرف ہو جاتا ہے۔ پس اگر آدمی آدمی بننا چاہے تو سب کامون سے مقدم کام اوسکے واسطے یہ ہے کہ اپنے وقت کا نگران رہے۔ ایک لمحہ فضول نہ کہوئے۔ ہر کام کے لئے ایک وقت اور ہر وقت کے لئے ایک کام

مقرر کرلے۔ ۵۔ جو لوگ وقت کے پابند ہوتے ہین وہ اپنے کام کو تندہی اور چستی سے کرتے ہین اونکو کام کے انجام دینے کا خیال لگا رہتا ہے کسی دوسرے کے تقاضے اور تاکید کی ضرورت نہین ہوتی بلکہ خود اونکی طبیعت اونکو مجبور کرتی ہے کہ عین وقت پر اور مقررہ مہلت کے اندر کام سے فراغت حاصل کرو۔ یہ چستی اونکی خصلت و عادت بن جاتی ہے۔ اور بغیر اس طریقہ کارگذاری کے اونکو چین ہی نہین آتا۔ جب عین وقت پر کام کرلینے کی عادت پڑجاتی ہے تو وقت مین بڑی وسعت و برکت معلوم ہوتی ہے اور ایک کام کے انصرام کے بعد دوسرے کام کرنیکی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ایسا شخص بہت سے کام انجام دیچکتا ہے پہر اوسکو سیر و تفریح کے لئے۔ خواب و آرام کے لئے۔ دوستونکی ملاقات کے واسطے فرصت ملجاتی ہے۔ برخلاف اسکے جو آدمی وقت کے پابند نہین ہوتے وہ کام کرنے مین سستی اور کاہلی کرتے یعنی اکثر یون خیال کیا کرتے ہین کہ ابھی وقت بہت ہے ذرا ٹھیرکر کام شروع کرینگے اسی سوچ بچار مین کہ ابھی کام کرین یا نہ کرین وقت گذر جاتا ہے اور کام بدستور رہتا ہے۔ اور جب کام کرتے ہین تو اونکو اپنا وقت کم اور کام زیادہ معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اکثر تنگیٔ وقت سے نالان اور عدیم الفرصتی کے شاکی رہتے ہین۔ اصل یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے وقت کو ضائع کرکے تنگ بنا لیتے ہین اور یہ سوچتے رہنا کہ کیا کرین اور کیا نہ کرین وقت کو ضائع کردیتا ہے۔ چنانچہ اسکے موافق ایک حکایت درج ہے۔ **حکایت**۔ ایک سست آدمی سے کسی نے پوچھا کہ تمہاری آنکھ تو سویرے کھلتی ہے اتنے دن چڑہے تک بچھونے مین پڑے کیا کرتے ہو۔ اوسنے جواب دیا کہ میان تم کیا جانو مین ایک بڑا پیچدار مقدمہ فیصل کیا کرتا ہون۔ جب میری آنکھ کھلتی ہے تو دو شخص میرے پاس آتے ہین۔ ایک کا نام **چستی** اور دوسرے کا نام **سستی** وہ شخص جسکا نام **چستی** ہے مجھسے کہتا ہے کہ جلد اوٹھکر دنیا کے کاروبار مین مصروف ہونا ضرور ہے۔ اسکے جواب مین دوسرا شخص جسکا نام **سستی** ہے کہتا ہے ابھی اوٹھنا کچھ ضرور نہین دنیا کے کام کیو اسطے بہتیرا دن پڑا ہے یہ نیند کا وقت آرام کے واسطے ہے۔ غرض بہت دیر تک یہ دونون مخالف ایک دوسرے کو قائل معقول کرتے رہتے ہین اور مین دونون مین پنچایت کیا کرتا ہون۔ تم ہی انصاف کرو ایسا مقدمہ کیونکر جلد فیصل ہو سکتا ہے۔ ۶۔ مشغلہ اور محنت مین خدا نے ایک یہ بھی برکت رکھی ہے کہ شاغل اور

محنتی آدمی کے خیالات مین ہمیشہ نکوئی اور صلاحیت بڑہتی جاتی ہے وہ قانع سخی منصف دیانتدار شکرگذار اور باادب ہوتا ہے وہ اپنے اوقات کو بھی عزیز رکھتا ہے اور دوسرون کے اوقات مین بھی خلل انداز نہین ہوتا۔ اگر وہ کسی سے وقت معین کا وعدہ کرلیتا ہے تو اوس وعدہ کو وفا بھی کرتا ہے وہ دوسرونکو حتی المقدور انتظار کی تکلیف مین نہین ڈالتا۔ اب بیکارون اور کاہلونکے حالات پر غور کرو تو معاملہ بالعکس نظر آتا ہے۔ نہ وہ اپنے وقت کی قدر کرتے ہین نہ دوسرون کے وقت کی۔ انکے نزدیک وقت پر کام کرنا یا وعدہ وفا کرنا کوئی چیز نہین وہ ریل پر سفر کرتے ہین تو اسٹیشن پر ایسے وقت پر پہونچتے ہین جب روانگی کی سیٹی ہوچکتی ہے ایک ہندوستانی امیرزادہ کو ریل کی سواری محض اس وجہ سے ناپسند تھی کہ اوسمین وقت کی پابندی بہت ہے جسکا پابند ہونا اوسکو دشوار نظر آتا تھا

حکیم بزرجمہر کا قول ہے کہ پانچ چیزین طبعی ہوتی ہین۔ وفا و مدارا و تواضع و سخاوت و راست گوئی۔ اور پانچ چیزین موروثی ہوتی ہین خوبروئی خوشخوئی بلند ہمت غرور کمینگی۔ پھر فرمایا ہے کہ مین نے اپنے اوستاد سے پوچھا کہ اپنا کام کیسے آدمی کے سپرد کرون۔ کہا جو اپنے سے زیادہ شایستہ ہو۔ پوچھا کہ جوانی و پیری مین کون کام بہتر ہے۔ کہا جوانی مین عقل سیکھنا اور پیری مین کام مین لانا۔ اور جوانون سے شرم و دلیری اور بڈہون سے دانش و آہستگی خوب ہے۔ پوچھا نیکی کرنا بہتر ہے یا بدی سے دور رہنا۔ کہا کہ بدی سے دور رہنا کیونکہ بدی سے دور رہنا سب نیکیونکا جز ہے۔ پوچھا زندگی کا کون وقت ضائع و خراب تر ہے کہا جب کسی کے ساتھہ نیکی کرسکتا ہو اور نکرے۔ پوچھا کونسا فرمان ضائع نکرنا چاہیے۔ کہا چار فرمان۔ ایک فرمان الٰہی دوسرے فرمان عقلا تیسرے فرمان شاہی۔ چوتھی فرمان والدین۔ اور نصیحت کی کہ تین شخصون کو زیر حکم رکھنا چاہیے۔ عورت۔ لڑکا۔ غلام۔ اور تین چیزسے آدمی خطرے مین پڑتا ہے کوئی بھاری کام باعتبار قوت جسمی کے کرنا۔ باعتبار صحت بہت کہا جانا۔ اور بغیر سوچے ہوئے انجام کار کام کر اوٹھانا۔ اور اگر کوئی مصیبت پڑے تو اوس سے بڑہکر کسی مصیبت کا اندیشہ دل مین رکھہ تاکہ اندوہ اوس مصیبت کا کم ہوجاوے۔ اگر کسی کو نصیحت کر تو پہلے آپ اوسپر عمل کرلے۔ ایسا نہو کہ آپ فضیحت اور کو نصیحت کا مصداق ہو۔

نقل ملک ابیسنیا مین دو طالب علم مدرسہ کی طرف جاتے تھے راہ مین کسی کنوین

پر پانی پینے لگے۔ جب اوس کنوئین کے پاس بیٹھے تو ایک پتھر دیکھا کہ جسپر کئی حرف لکھے تھے۔ جب اونہون نے اوس پتھر سے مٹی صاف کی تو دیکھا کہ اوسپر یہ لکھا ہے کہ یہین **بطرس گریاس** کی جان بند ہے وہ جو چھوٹا تھا اوسکو پڑھکر ہنسا اور کہنے لگا کہ کون جان کو بند کرسکتا ہے اور کسنے ایسی بیہودہ بات لکھی ہے لیکن اوسکے ساتھی نے جو بہت ہوشیار تہا اپنے دلمین کہا کہ اسمین کچہ بہید ہے اِس لئے مین ٹھہرونگا اور تحقیق کرونگا جب دوسرا طالب علم چلا گیا اوسنے اوس پتھر کو کھودا اور ہٹایا تو دیکھا کہ وہان ایک چمڑے کی تھیلی ہے۔ جب تھیلی کو کھولا تو اوسمین ایک تو اشرفی پائی اور پرچہ کاغذ کا پایا اوسمین لکھا تھا کہ تو جو اس کتابے کے سمجھنے کی عقل رکھتا ہے میرا وارث ہوگا۔ جیسے مین نے اس نقدی سے کیا تو مت کر اور اوس کو اچھے کام مین لگا۔ جب اوس طالب علم نے یہ بات پڑہی بہت خوش ہوا اور اشرفیون کو لیکر مدرسہ کی طرف گیا اور جانا کہ یہ میری محنت کا پہل ہے۔ الغرض آدمی کو ہرامر کی اصلیت فراست سے دریافت کرکے کام کرنا خوب ہے۔ **نقل** ہے کہ دو عورتین ایک لڑکے کے واسطے آپس مین جھگڑا کرتی تہین اور گواہ کوئی نہ رکھتی تہین۔ دونون قاضی کے پاس گئین اور انصاف چاہا **قاضی** نے جلاد کو بلایا اور کہا کہ اِس لڑکے کے دو ٹکڑے کر اور ایک ایک دونون کو دے۔ ایک عورت یہ بات سُنتے ہی چپ رہی۔ دوسری نے فریاد شروع کی کہ خدا کے لئے میرے لڑکے کے ٹکڑے مت کر مین لڑکا نہین چاہتی ہون چاہے اوسیکو دے دو لقین ہوا کہ لڑکے کی مان یہی ہے لڑکا اوسکے سپرد کیا اور دوسری کو تنبیہ کرکے نکالدیا

حکایت۔ ایک غلام اپنے آقا سے بہاگ کر دوسرے شہر مین گیا اتفاقاً اوس کا آقا بعد چند روز کے اوسی شہر مین پہونچا وہان اپنے غلام کو دیکھکر پکڑا اور کہا اے نمک حرام تو کس واسطے بہاگا تہا غلام نے مالک کا دامن پکڑ کر کہا کہ تو میرا غلام ہے میرا بہت سا مال لیکر بہاگ آیا ہے اب مین نے تجھے پایا ہے خوب سزا دونگا۔ القصہ دونون قاضی کے پاس گئے اور انصاف کے خواستگار ہوئے قاضی نے دونون کو ایک کہڑکی کے پاس کہڑا کیا اور فرمایا کہ دونون اپنے اپنے سر کہڑکی سے باہر نکالو جب اونہون نے سر باہر کیا قاضی نے جلاد کو حکم دیا کہ غلام کے سر پر تلوار لگا غلام نے اِس بات کے سُنتے ہی اپنا سر کھینچ لیا اور اوسکے آقا نے اپنے سر کو بالکل نہ ہلایا پس قاضی نے سیاست کرکے غلام کو آقا کے حوالہ کیا۔

حکایت ۔ اخلاق محسنی مین لکھا ہے کہ ملک **خوارزم** ایک بادشاہ عادل تھا کسیکو مجال نہ تھی کہ اوسکے عہد مین علانیہ کوئی فعل قسم فسق و فجور کر سکے لیکن ایک شخص سردار تھا کہ حقوق خدمت قدیم رکھتا تھا اور آسکے برابر کسیکو اختیار نہ تھا۔ ظاہرا بادشاہ کو پرہیزگاری دکھاتا تھا اور خفیہ شراب خواری اور فسق و فجور مین مشغول رہتا تھا اور کسیکی طاقت نہ تھی کہ اوس سے شکایت کر سکے بادشاہ نے اِس بات کی خبر پاکر آشکارا اِس بات مین کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ارکان دولت سے ایسی بات کا اظہار بے حجابی اور بے رعبی کا باعث ہے اور یہ بات سلطنت کے واسطے مضر ہے۔ لیکن ایک روز اوس امیر کو بلاکر فرمایا کہ ہمکو ایک مرغ ایسا مطلوب ہے کہ اوسکی چونچ سرخ بازو کچھ سیاہ باقی سفید بچند شرایط دیگر ہون اور تیرے سوا اور کوئی ایسا مرغ تلاش نہین کر سکتا ہے۔ امیر نے کہا جیسے ممکن ہوگا مین تلاش کرکے لاؤنگا۔ لیکن تین روز کی مہلت ملے بادشاہ نے اجازت دی چنانچہ اوس امیر کو باوجود تلاش بیحد کے اس قسم کا مرغ شہر اور اوسکے نواح مین نہ ملا بعد تیسرے روز کے حضور مین بادشاہ کے حاضر ہوکر مجبوری ظاہر کی اور کہا اسکے عوض جو کچھ اور مطلوب ہو حاضر کرون ۔ حکم ہوا کہ صرف یہی شے درکار ہے اور مین نے اختیار سلطنت تیرے ہاتھ مین دیا ہے تاہم ایک ایسی ادنے شے کے حاصل کرنے مین تو مجبور ہے۔ پھر تین روز کی مہلت عطا کی اور امیر نے تلاش کیا لیکن کچھ حاصل نہوا آخرکار بادشاہ نے فرمایا کہ شہر کی کچھ خبر تجھکو نہین ہے۔ شہر مین ایک گھر کے اندر جو اس طرح کا فلان محلہ مین ہے ۔ ایک پنجرے مین جسپر زرد غلاف پڑا ہوا ہے چار مرغ اِس قسم کے ہین وہ جاکر لے آ۔ امیر حیران ہوا کہ مین بکوشش بلیغ تمام شہر مین تلاش کر چکا ہون مجھے کہین ایسے مرغ دستیاب نہوئے مگر بموجب حکم شاہی جاکر تلاش کیا تو جیسا بادشاہ نے نشان دیا تھا اوسی موافق پایا اور پنجرہ معہ مرغون کے حاضر کیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اہل حکومت کو لازم ہے کہ اپنے شہر و ولایت سے ایسے باخبر رہین جیسے مین ہون امیر نے جو یہ بات سنی اپنے دل مین اندیشہ کیا کہ بادشاہ بازار و کوچہ و ہر مکان سے واقف ہے میرے اعمال خفیہ سے ضرور آگاہ ہو گیا ہوگا فوراً اپنے اطوار بدل دیے اور گناہ سے توبہ کی اور راستی اور پرہیزگاری اختیار کی ۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ بادشاہون کا احوال رعایا پر آگاہ ہونا بہت فائدہ بخشتا ہے۔

نکات و نصائح

۱- بدآدمی کو اگر احمق یا چاپلوس نیک کہین تو نیک نہ جانئے اور نیک کو اگر دشمن بد کہین تو بد نہ سمجھئے - ۲- دانا اگر اپنے تئین نادان جانے اور جو نجانتا ہو اوسکے سیکھنے مین شرم نکرے تو روز بروز دانائی اوسکی بڑھے اور اگر وہ اپنے تئین دانا جانے تو دانائی کی ترقی سے محروم رہے - ۳- بہادرون کی بہادری میدان جنگ مین کھلتی ہے - دیانت دار آدمی کی ایمانداری دین لین کرنے سے معلوم ہوتی ہے زن و فرزند کی وفاداری ناداری کے زمانہ مین اور دوستونکی حقیقت برے وقت مین کھلتی ہے - ۴- چار چیز سے چار چیز حاصل ہوتی ہین - شکر سے مال کی ترقی - خاموشی سے سلامتی - سخاوت سے سرداری - سیاست سے امن - ۵ - چار چیز آدمی کو ہراسان کر دیتی ہین - بہت سے دشمن - زیادہ قرض - کثرت سے بال بچے - نافرمانبردار عورت - ۶ - چار چیز بزرگی کی دلیل ہین - علم سے محبت رکھنا - بد کو نیکی کے ساتھ ٹالنا - غصہ کو پینا - اور جواب سمجھکر دینا - ۷ - چار چیز نادانی کی دلیل ہین - اپنے سے دانا تر کے ساتھ جھگڑنا - نا آزمودہ پر اعتبار کرنا - عورتونکے مکر سے بے فکر رہنا - لڑکون سے صحبت رکھنا - ۸ - عقلمند کو دو شخص پر افسوس آتا ہے - ایک اوس پر جو قابلیت رکھتا ہو اور کمال حاصل نکرے - دوسرے اوس پر جو قابلیت نرکھتا ہو اور کمال حاصل کرنیکی کوشش کرے - ۹ - چار چیز چار شخص کو تباہ کرتی ہین - سردار کو کنجوس پن - عالم کو غرور - عورتون کو بے شرمی - مرد کو جھوٹھہ بولنا ۱۰ - تین چیز کی قدر تین گروہ کو ہے - جوانی کی قدر بڈھونکو - تندرستی کی قدر بیمارونکو - مال کی قدر محتاجونکو - ۱۱ - چار چیز چار چیز کی زیور ہین - بادشاہ کا زیور دانا وزیر - سپاہی کا زیور ہتھیار - علم کا زیور عمل - وعدے کا زیور وفا - ۱۲ - سات چیز کو کم نہ سمجھے دشمن - آگ - پانی - بیماری - سانپ - گناہ - مالک - ۱۳ - چار چیز کو پائداری نہین - ظالم حاکم - احمق وزیر - حرام کا مال - زمانہ کی گردش - ۱۴ - چار چیز کا لوٹنا ممکن نہین - کہی ہوئی بات - گذری ہوئی عمر - چلا ہوا تیر - گیا ہوا وقت - ۱۵ - چار چیز بڑی سخت ہین - سفر مین بیماری - بڑھاپے مین مفلسی - جوانی مین موت - اندھا ہونا آنکھہ والے کا - ۱۶ - اولاد سے وہ امید رکھہ جو والدین کے ساتھہ تو نے کیا ہو - ۱۷ - چار چیز سے آدمی کی عمر بڑھتی ہے - ایک خوش آواز کے سننے سے - دوسرے خوبصورت کے دیکھنے سے - تیسرے جان و مال پر صدمہ نہ پہونچنے سے - چوتھے دل کی مراد بر آنے

سے ۔ ۱۸ ۔ پانچ چیز سے آدمی کی عمر گھٹتی ہے ۔ مسافرت سے ۔ بہت رنج اوٹھانے سے ۔ بڑھاپے مین محتاج
ہو جانے سے ۔ مردے کے دیکھنے سے ۔ دشمنونکے ڈر سے ۔ ۱۹ ۔ دشمن کے مرنے کی خبر سنکر خوش مت ہو
کیونکہ تجکو بہی ایک دن مرنا ہے ۔ ۲۰ ۔ بدون پر رحم نیکون پر ستم ہے ۔ ظالمون پر عفو درویشون پر ظلم روا نہین
۲۱ ۔ آج کا غم کل کی خوشی سے بہتر ہے آج کی خوشی کل کے غم سے ۔ ذبد آغاز و نیک انجام افضل ہے
نیک آغاز و بد انجام سے ۔ ۲۲ ۔ چہ چیز سے گزند نہین ہوتا ۔ تہوڑے کہانے سے ۔ دانا فرزند سے ۔
عقلمند و فرمانبردار بیوی سی ۔ آقا سے جسکو بذریعہ خدمت اپنے اوپر مہربان کیا ہو ۔ سوچی ہوئی بات
سے ۔ جو کام عاقلونکی صلاح سے ہوا ہو ۔ ۲۳ ۔ دو وقت آدمی باؤلا ہو جاتا ہے ۔ غصہ کے وقت
غرض کے وقت ۔ ۲۴ ۔ چار چیز کی چار ابتدا اور چار انتہا ہین ۔ غصہ کی ابتدا دیوانگی انتہا ندامت
ہنسی دل لگی کی ابتدا محبت انتہا عداوت ۔ سستی کی ابتدا غفلت انتہا حسرت ۔ بہت کہانے کی ابتدا
عشرت انتہا ہلاکت ۔ ۲۵ ۔ چار چیز نا ممکن ہین ۔ تقدیر کا لوٹانا ۔ حق کا جہٹلانا ۔ بد کو نیک کر دینا ۔
خلق خدا کو راضی کرنا ۔ ۲۶ ۔ پانچ شخص کو سفر موزون ہے ۔ کاریگر یا ہنرمند ۔ عالم یا حکیم ۔ سوداگر ۔
خوش آواز گویا ۔ خوبصورت آدمی ۲۷ ۔ پانچ شخص کی ہلاکت مین عجب نہین ۔ ایک کم عقل جو دشمنون
مین رہے ۔ دوسرے دولتمند جو بے یار و یاور ہو ۔ تیسرے وہ جو احمق مطلق سے دوستی رکھے
اور اوسکے ساتھ رہے ۔ چوتھے جو اکثر لڑائی مین رہے ۔ پانچوین بدزبان آدمی ۔ ۲۸ ۔ سپاہی کی
قدر لڑائی مین ۔ عافیت کی قدر مصیبت مین ۔ اور آدمی کی قدر مرنے پر ہوتی ہے ۔ ۲۹ ۔ دو بات
سے دو بات کا شک ہوتا ہے ۔ زیادہ قسم کہانے سے جہوٹ کا شک ۔ ہنسی مین چیز اوٹھا لیجانے
سے چوری کا شک ۔ ۳۰ ۔ نشہ گیارہ قسم کا ہوتا ہے ۔ جوانی کا ۔ طاقت کا ۔ مال کا ۔ کمال کا ۔
جمال کا ۔ غصہ کا ۔ عشق کا ۔ زیادہ کہانیکا ۔ شدت غم کا ۔ نیند کا ۔ سکر و خمر کا ۔ ۳۱ ۔ پانچ چیز کی
لت لگ جاتی ہے ۔ چوری کی ۔ بہیک کی ۔ جوے کی ۔ جہوٹہ کی ۔ بدکاری کی ۔ ۳۲ ۔ تین چیز سے
انسان سیر نہین ہوتا ۔ آرام سے ۔ زندگی سے ۔ مال سے ۔ ۳۳ ۔ پانچ چیز سے پانچ چیز
حاصل ہوتی ہین ۔ خموشی سے تیز فہمی ۔ کاہلی سے بے ہنری ۔ سیاحی سے عقلمندی ۔ زبردست

کے ساتھ رہنے سے شرمندگی۔ لڑکوں کی صحبت سے سُبکی ۳۴۔ سات شخص سات چیز کی امید نرکھین
مغرور نیکنامی کی۔ بدخلق دوستی کی۔ بےادب عزت کی۔ بخیل نیکی کی۔ لالچی سرخروئی کی۔ چور اعتبار کی۔
دروغگو ایمان کی۔ ۳۵۔ احمق کی دس علامتین ہین۔ غفلت مین رہنا۔ اور حق طلبی کرنا۔ آرام کرنا اور
امید علم کی رکھنا۔ بےمروت ہونا اور امید مروت کی رکھنا۔ بےسوچے بات کہنا۔ بن بلاے دعوت
مین جانا۔ آپ نہ سمجھنا اور دوسرے کو سمجھانا۔ جس کے گہر جانا اوسپر حکومت کرنا۔ دو آدمی تخلیہ مین بات
کرتے ہون اونکے پاس بات سُننے کی نیت سے جانا۔ شیخی دکہانے کو سخت کام مین پڑنا۔ آزمائے
کو آزمانا۔ ۳۶۔ آدمی تین طرح سے پہچانا جاتا ہے۔ کام پڑے۔ ساتھ چلے۔ پاس بسے۔ ۳۷۔ بہتر
بادشاہ وہ جو عالم کی صحبت مین بیٹھے۔ اور بدتر عالم وہ جو بادشاہ کی صحبت پسند کرے۔ ۳۸۔ دولت کے
دوست بےحد ہین اور دولتمند کے دشمن لاتعد۔ ۳۹۔ حماقت کے پانچ نشان ہین۔ خاص نفع
عام نقصان مین چاہنا۔ اپنے آقا کی خوشنودی کی امید بغیر اطاعت کے رکھنا۔ ترش روئی و تندخوئی
کرکے امیدوار محبت کا رہنا۔ راحت و تن آسانی کے ساتھہ دقایق علوم دریافت کرنا۔ بے استحقاق
خدمت کے امید نفع کسی سے رکھنا ۴۰۔ کسی عقلمند آدمی کے سامنے اوسکی جہوٹی تعریف کرنا ایسا
ہے کہ جیسے کسی نہایت بدعورت کو جو تصویر کھینچا جانتی ہو اور آئینہ سامنے رکھا ہو یہ کہنا کہ تو بڑی حسین اور
خوبصورت ہے۔ ۴۱۔ کسی نے کسی دانا سے پوچھا کہ عقلمند نادان کو کیون بُرا جانتا ہے۔ جواب دیا کہ
جیسے نادان کو دانا سے وحشت ہے ویسی ہی دانا کو نادان سے نفرت۔ ۴۲۔ تین بات برابر والے
کے ساتھہ چاہیئے۔ محبت۔ عداوت۔ شادی۔ ۴۳۔ حال مصیبت زدون کا وہ شخص خوب جانتا
ہے جو کسی بلا مین مبتلا ہوا ہو۔ خصوصاً اوس مصیبت کا کہ جسمین وہ آپ گرفتار رہا ہو۔ ع

	پریشان کی پریشانی پریشان خوب جانے ہے	

۴۴۔ دو باتون سے اجتناب لازم ہے۔ ایک جو فن جس شخص نے نہ سیکھا ہو اُس کو اوس فن
مین اپنا اوستاد بنانا۔ دوسرے جو فن آپ کو نہین آتا اوسمین اورونکا اوستاد بننا۔ ۴۵۔ تین شخص
لایق رحم کے ہین۔ ایک وہ دانا کہ محکوم جاہل کا ہو۔ دوسرے وہ کریم کہ تابعدار رذیل کا ہو۔ تیسرے

وہ کریم کہ محتاج لئیم کا ہو - ۴۶ - چار خصلتین بہت مشکل ہین - معاف کرنا غصہ مین بخشش کرنا تنگی مین - پارسائی
تنہائی مین - کلمۂ حق کہنا جس سے خوف یا امید ہو - ۴۷ - عقلمند آدمی جہان فساد ہوتا دیکھے کنارہ کرے
اور جہان ملت ہوتی دیکھے قیام کرے کیونکہ اس قیام مین لطف ہے اور اُس کنارہ مین خیر -
۴۸ - نمایش اور آرایش کی چیزین زندگی کی اصلی ضرورتون مین کام نہین آتین - ۴۹ - زبردست
کے ساتھ جھگڑا کرنے مین ہمیشہ نقصان ہوتا ہے - ۵۰ - خودغرض آدمی جو صلاح دیتا ہے اوسمین کچھہ
نہ کچھہ اپنا فائدہ ضرور سوچ لیتا ہے - ۵۱ - دلجمعی اور اطمینان کے ساتھہ اگر نان خشک بھی میسر آوے
تو اوس پلاؤ سے بہتر ہے جس کے ساتھہ خوف و خطر ہو - ۵۲ - بڑے نوکر جن سے کام نہین ہو سکتا
اونکے پچھلے حقوق کو بھول جانا بڑی نا احسان مندی ہے - ۵۳ - خدا نے ہم کو جس حال مین رکھا ہے
قابل شکر ہے - ۵۴ - حریص خوش نہین رہ سکتا - ۵۵ - جبتک دو دشمنون کو ایک دوسرے کی زیادتی
یاد رہے گی صفائی ہونا مشکل ہے - ۵۶ - جو چیز وقت پر کام آنیوالی ہو گو خوشنما نہو اوسکو عزیز رکھنا
چاہیئے - ۵۷ - رعیت اور بادشاہ - آقا اور نوکر دونون ایک دوسرے کے محتاج ہین - ہم اگر نوکرون
کو روپیہ دیتے ہین تو نوکر ہماری خدمت کرتے ہین احسان کسیکا کسی پر نہین - ۵۸ - اتفاق مین
بڑی قوت ہے - منفعت آیندہ کی توقع پر آدمی خوب محنت کرتا ہے ۵۹ - جو شخص چغلی کرکے دوسرے
کے نقصان کا درپے ہوتا ہے وہ اکثر خود نقصان اوٹھاتا ہے - ۶۰ - جو لوگ فائدہ مین کسیکو
شریک نہین کرتے مصیبت مین کوئی اونکا شریک نہین ہوتا - ۶۱ - جو کام ہم آج کر سکتے ہین اوسکو
کل پر ٹالنا ہمارے ارادے کے ضعف کی دلیل ہے - ۶۲ - وہ ہنر جس سے روزی کمائی جائے
سب طرح کی کمائیون سے بہتر ہے - ۶۳ - جسمانی لذتون نے ہمکو اپنا غلام بنا رکھا ہے - ۶۴ - ناعاقبت
اندیش آدمی اپنے انجام سے خبر نہین رکھتا اور دوسرے پر ہنستا ہے - ۶۵ - دنیا کی تکلیفین آدمی
کو موت پر دلیر کر دیتی ہین - ۶۶ - تعلیم بے عقل کے سودمند نہین ہو سکتی - ایک من علم کو دس من عقل
چاہیئے - دشمنون کی ایذا سے محفوظ رہنے کیلئے نرمی بڑا عمدہ ہتیار ہے - ۶۷ - صلاح پوچھنا تو
اچھی بات ہے مگر بے سمجھے بوجھے دوسرے کی صلاح پر عمل کرنا اچھا نہین - ۶۸ - جو قدرت خدا نے

ہمکو نہین دی اوسکے حاصل کرنے کا ارادہ ضرور ہمارے واسطے مضر ہے۔ ۶۹۔ کسی بات کا فوراً جواب نہ دو ممکن ہے کہ تم سوچکر اوس سے بہی اچہا جواب دے سکو۔ ۷۰ آدمی قسمت کی شکایت جب کرے کہ پہلے کوشش کرلے۔ ۷۱۔ تمہارا عیب کبہی دوسرون کے ہنر پر ترجیح نہین پا سکتا۔

سوال و جواب نوشیروان بادشاہ و بزرجمہر وزیر

سوال۔ دنیا مین کون کون نعمت بڑہکر ہے۔ **جواب**۔ ایک حلال کا مال۔ دوسرے عورت نیکبخت و صاحب جمال۔ تیسرے فرزند صالح و خوش خصال۔ چوتہے نیک بختی و اقبال۔ **سوال**۔ زندگی سے بہتر و موت سے بدتر کون چیز ہے۔ **جواب**۔ زیست سے بہتر نیک نامی اور موت سے بدتر بدنامی۔ **سوال**۔ مقیم بہتر یا مسافر۔ **جواب**۔ مسافر جیسے آب صاف و روان۔ مقیم مثل آب بستہ کے تیرہ۔ **سوال**۔ رزق کیا شے ہے۔ **جواب**۔ جو کچہہ میسر آوے۔ **سوال**۔ یاد رکہنا کے چیز کا بہتر ہے۔ **جواب**۔ چار چیز کا۔ اول اپنی موت کا۔ دویم دوسرے کے احسان کا۔ سویم تجربۂ روزگار کا۔ چہارم پند ناصحان کا **سوال**۔ بہولنا کے چیز کا بہتر ہے۔ **جواب**۔ تین چیز کا۔ اول اپنی ہستی کا۔ دویم اپنا احسان۔ سویم دوسرے کی بدی۔ **سوال**۔ بزرگونکی صحبت اور نصیحت کیسے اثر کرے۔ **جواب** طلب راہ نجات سے اور خود دانی کو دل سے دور کرنے سے **سوال**۔ وہ کون چیز ہے جو پرانی نہین ہوتی **جواب**۔ نام نیک۔

چودھوان جوہر ۱۴

صفت تواضع و مذمت کبر مین

تواضع جسے فروتنی وانکسار بھی کہتے ہین وہ یہہ ہے کہ انسان اپنے مرتبہ کو اورون سے کم جانے اور ہمیشہ دوسرے کی بزرگی اور حرمت کا خیال رکھے قاعدہ ہے کہ جس شخص کی ذاتی اور صفاتی بزرگی مین کسیطرح کی بناوٹ یا شبہہ ہوتا ہے وہ اکثر تواضع کم کرتا ہے اور جو حقیقت مین خاندانی اور بزرگ مرتبہ ہوتا ہے وہ انکسار اور فروتنی کو اپنا جوہر جانتا ہے کیونکہ انکسار سے اوسکی نیکنامی اور بزرگی اور زیادہ ہوتی ہے ۔ اِس تقریر سے واضح ہوا کہ مغرور اور نادان اور کمینے اِس مُراد سے غرور کرتے ہین کہ اُنکے عیب پوشیدہ رہین مگر حقیقت مین غرور اونکے عیبون کو ظاہر کرتا ہے اسلئے متکبر اور مغرور ہمیشہ ذلیل اور خوار رہتے ہین ۔ غرور انسان کے واسطے سب عیبون سے بدتر ہے اس مین فائدہ کسی صورت سے حاصل نہین اور دوسرون کو نہایت رنج ہوتا ہے اس فعل سے غیر آدمی تو کبھی دوست نہین ہوتا بلکہ دوست خود نفرت کرنے لگتا ہے ۔ غرور وہ شے ہے کہ جو بہ نسبت اورونکے خود اوس شخص کو جو اوسے چھاتی مین جگہہ دیتا ہے زیادہ دکھہ درد پہونچاتا ہے حقیقت مین یہ وہ عیب ہے کہ جس سے تمام ہنر چھپ جاتے ہین ۔ اگرچہ ہر کسیکے ساتھہ تواضع سے پیش آنا مناسب ہے لیکن عالمون اور بزرگونکی تواضع کرنا بہت ہی خوب بات ہے ۔ اگرچہ ہر شخص کو انکسار کی عادت رکھنا مناسب ہے مگر دولتمندون اور طالبعلمون کو زیادہ مناسب ہے ۔ **حکایت ۔ محمد حسن شیبانی ہارون رشید کے**

دربار مین آیا خلیفہ نے استقبال کیا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور رخصت کے وقت بھی چند قدم ہمراہ گیا ایک مصاحب نے عرض کی کہ ایسی فروتنی سے بادشاہی مرتبہ اور دبدبہ کم ہوتا ہے رشید نے فرمایا کہ جو دبدبہ اور مرتبہ بزرگون کی تعظیم کرنے سے کم ہو اوسکا نیست و نابود ہونا بہتر ہے۔ جاننا چاہئے کہ تکبر قریب عُجب کے ہے اور فرق اونکے درمیان یہ ہے کہ عُجب اُس کمال کا اعتقاد کرنا ہے اپنی شان مین جو حقیقت کی رو سے اوسمین نہین ہے۔ اور تکبر اوسی کمال کا دعوے کرنا اور ونکے ساتھہ اگرچہ وہ اوسکا معتقد نہو۔ جسطرح بدن کی بیماریون کے لئے کہانے پینے کی دوا مقرر ہے اسیطرح غرور اور طمع وغیرہ دل کے مرضون کے واسطے بھی علاج ہین۔ چنانچہ یہان غرور کا علاج لکھا جاتا ہے اور پرہیز یہ ہے کہ بدون کی صحبت سے علیحدہ رہین۔ اگر اوسکو استعمال مین لاوینگے یقین ہے کہ کبر و نخوت کی بیماری سے دل اور روح کو صحیح و تندرست پاوینگے۔

غرور کا علاج انسان کو چاہئے کہ اپنے عیبون کو دہیان کرے اور اوسکے ساتھہ اورون کے کمال کو ملاحظہ کرے کیونکہ کوئی ایسا نہین کہ اگر انصاف کی نظر سے اپنے احوال کو دیکھے تو جو عیب رکھتا ہو وہ ظاہر نہو۔ اگر سبب غرور کا مال یا جاہ سے ہے تو داناؤن کو معلوم ہے کہ دولت ایسی شے ہے کہ لوٹ اور چوری یا غارت ہونے سے نہین بچ سکتی اور خدا کی امانت ہے چند روز کو سپرد ہوئی ہے۔ پس دوسرے کے مال پر پہولنا اور افتخار کرنا نادانی ہے۔ خوبصورتی اور حُسن کا نتیجہ رکی اوس ہے کہ ٹری اور ڈہلکی تہوڑے سے عارضہ سے زائل ہو جاتی ہے ایسی ناپائدار چیز سبب افتخار عقلا کے نزدیک کیسے ہو سکتی ہے۔ قوت کا غرور نہایت حماقت ہے۔ گاو اور خر مین زیادہ قوت ہوتی ہے۔ علم کا غرور کرنا عاقبت مین اپنے لئے کانٹے بونا ہے۔ حیف ہے کہ جسکو اتنا بھی علم نہو کہ مین کون ہون اور کیا ہون کہان سے آیا اور کہان جاؤنگا وہ اس بے علمی پر علم کا غرور کرے۔ اگر سبب غرور کا نسب ہے تو وہ آبا و اجداد کی شرافت کے اعتبار سے ہوگا۔ فرض کرو کہ باپ اوسکا اوس سے کہے کہ تو اس شرافت کا جو دعوے کرتا ہے وہ فی الحقیقت میری ہے اوسمین تیری بزرگی کیا ہے جو تو فخر کرتا ہے وہ بے شبہہ لاجواب ہوگا اور اگر فضلا سے باپ اوسکا درجہ مساوات کا رکہتا ہے تو اس سبب سے شرافت اوسکی طرف عاید ہوگی پس کیونکر اوسکے ساتھہ نسبت رکھنا

اوس فاضل کی برابر فخر کرنیکا سبب ہوسکیگا۔ یہ خصلت ناقصون کی ہے کہ باپ کی شرافت کے اوپر مغرور ہوکر دعویٰ فوقیت کا علما پر رکھتے ہین۔ **حکایت**۔ یونان کے کسی رئیس نے ایک ذی علم اور دانشمند غلام پر اپنی بزرگی جتائی۔ غلام نے کہا کہ اگر آپ کی بزرگی مجھ غلام کی نسبت اس نفیس پوشاک کے سبب سے ہے جو آپ پہنے ہین یا اِس چالاک گھوڑے کے باعث سے جسپر آپ سوار ہین تو خیال فرمایئے کہ نفاست اور چالاکی پوشاک اور گھوڑے مین ہے نہ آپ کی ذات مین۔ پس اسکا فخر کرنا محض بیجا ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ سوچے وہ کیونکر پیدا ہوا اور اوسکی حقیقت کیا ہے دیکھ **دارا** اور **سکندر** اور **کیکاوس** وغیرہ بڑے بڑے آدمی کو تو اِس جہان فانی نے باقی نہین چھوڑا پھر تو کس گنتی مین ہے جو اتنا گھمنڈ رکھتا ہے **شعر**

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبر دارا	مٹے ناميونکے نشان کیسے کیسے

گورِ غریبان کا عبرتناک نظارہ

اِس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن	جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا

پیارے چاند تیرا گول شاندار چہرہ اور تیرا کھلا ہوا کندنی رنگ کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے اجرام فلکی مین آفتاب کے بعد سب کی نگاہ تیرے ہی اوپر پڑتی ہے۔ جیٹھ بیساکھ کی گرمیون مین جب پہاڑ سے دن کاٹنے دوبھر ہوجاتے ہین تمازت آفتاب پھول سے چہرون کو کملادیتی ہے شام ہوتے ہی تیری ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی کیسی آنکھون کو نور بخشا کرتی ہے یا موسم برسات کی خوفناک راتون مین جب کالی کالی گھٹائین محیط آسمان ہوتی ہین تو تیرا کبھی کبھی کسی بادل کے شگاف سے مُنہ نکالکر جھانکنا کتنا دلگیر سمان باندہ دیتا ہے مگر پیارے چاند کیا کبھی ایسا بھی ہوگا کہ ہم تیری فرقت ناگوار کا داغ دلپر کھاکر تجھسے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوجائینگے۔ کیا تو اوس روز سیاہ کی کچھ یاد دلاسکتا ہے جب تیری نیرنگی وجلوہ نمائی کو دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھین بند ہوجائینگی۔

اے چٹکتے ہوئے غنچو اور اے مہکتے پھولو جو قدرت کی بڑی بڑی صنّاعی سے نازک پنکھڑیون اور

مین مین پتون سے ملکر سنے ہوتم کتنے ہنس مکھ اور خندہ پیشانی ہو صبح کے وقت ننھے ننھے قطرات شبنم
تمہارے ہنستے ہوئے چہرون پر ہوتے ہین اور تم کسی نازک شاخ مین نسیم سحری کے جھوکون سے
آہستہ آہستہ جھولا کرتے ہو۔ تمہاری وضع سے کیسا بانکپن مترشح ہوتا ہے پیارے پھولو تم
باغ روئیدگی مین سب کے سرتاج ہو اور خوش نصیب ہو شاعر تمہاری نزاکت اور حسن کی تعریف کرتے
ہین کیا ہم امید کر سکتے ہین کہ تمہاری معجز طرازی اُس بیکسی کیوقت ہمارے آڑے آ ئیگی جب ہم نزع
کے صدمہ سے نجات پا کر ایک بڑی غشی مین چارپائی پر پڑے ہوئے اپنے پیارے دوستون یتیم
بچون کو آٹھ آٹھ آنسو رولا رہے ہون گے۔ آے ہمارے دل کی امید و اور امنگو جو کسی حور وش
کی طرح اپنی ناز آفرینیان دکہا کر ہمین اپنا گرویدہ کئے ہوئے ہو تمہارا کیا کہنا تم آئے دن کیسے کیسے
سبز باغ ہمین دکھاتی ہو کہ دل بے اختیار ہو جاتا ہے تخت سلطنت کا شوق تم ہی دلاتی ہو کاسہ
گدائی ہاتھ مین دیکر تم ہی دربدر پھراتی ہو۔ جنت کے پُر فزا نادیدہ مکانون کا نقشہ تم ہی کھینچکر دکھلاتی
ہو حسن و عشق کے جھگڑون کا تم ہی فوٹوگراف اوتارتی ہو غرض معاد و معاش مین جدہر دیکھیے تمہارا
ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ مگر اے ہماری نازکی گود مین پلی ہوئی امیدو تمہارے اِس جذر و مد کا کچھ
ٹھکانا بھی ہے آخر کوئی دم ذرا ہمین سستانے بھی دوگی یا یون ہی مدت العمر ٹھوکرین کھلاتی رہوگی
آے نگارخانۂ ہستی کے دلدادو۔ سرائے دنیا کے مسافرو۔ جو رات دن طرح طرح کے مخمصجات
مین اپنے خالق کو بھولے ہوئے ہو تمہارا حال کتنا قابل رحم ہے۔ تم روزمرہ اپنی آنکھون سے
دیکھتے ہو کہ سرائے کے دروازے سے مسافر آتے ہین دوسرے دروازہ سے چلے جاتے ہین
مگر تمہاری سمجھ کے قربان کہ تم اسے اپنا گھر سمجھے بیٹھے ہو۔ تم خوب جانتے ہو کہ تمہاری زندگی بحر عالم
مین ایک حباب سے زیادہ وقعت نہین رکھتی۔ ظالم موت کا ہر وقت کھٹکا لگا ہوا ہے کہ خدا جانے کسوقت
گلا آدبائے مگر تمہاری غفلت کے صدقے کہ تم کبھی اپنے خیال کو اُسطرف منتقل ہی ہونے نہین دیتے
تم گویا یہی سمجھے ہوئے ہو کہ کبھی یہان سے جانا ہی نہوگا۔ اے ہمارے پیارے دوستو ہر چند
تمہاری امیدون اور حسرتون سے بھرے ہوئے دل کا توڑنا قیامت ہے مگر پھر بھی تمہاری غفلت

کا علاج نہایت ضروری ہے جسکی وجہ سے تم اپنے آپ تک کو بھولے ہوئے ہو اور تمہاری اوس عجب ونخوت کا کفر توڑنا مین فرض ہے جس کے جوش مین نہ صرف تم اپنے ابنائے جنس کے ساتھہ کج خلقی سے پیش آتے ہو بلکہ اکثر اوقات تو فرعون بے سامان بنکر قادر مطلق سے بھی جا بھڑا کرتے ہو تو آؤ ہم بتائین کہ وہ لق ودق میدان جسکے سناٹے اور وحشت کو دیکھکر نگاہین بڑے خوف سے آنکھون مین واپس آتی ہین اور جسکے درختون کی الم خیز سنسناہٹ تیر کی طرح کلیجہ کے پار ہوئی جاتی ہے یہی تمہاری عمر بھر کی آرزوون اور ارمانون کی قیام گاہ ہے۔ شہر خموشان اسی کا نام ہے۔ گور غریبان اسیکو کہتے ہین۔ گنج شہیدان یہی کہلاتا ہے۔ اُن آسودگان عدم کو دیکھو کہ کس بیکسی کے عالم مین منون مٹی کے نیچے دبے پڑے ہین۔ حسرتین بادل بنکر اونکی ٹوٹی پھوٹی قبرون پر چھائی ہوئی ہین اور اداسی کا ہر طرف سمان بندھا ہوا ہے۔ ان بیچارون پر ابرنیسان کے سوا نہ کوئی آنسو بہانیوالا ہے اور نہ کوئی تنہائی اور بیکسی کے سوا کوئی ہمدم وانیس ہے۔ دو چار درخت سرو وبید وچنار کے اونکے سرہانے کھڑے شائین شائین کر رہے ہین مگر کیسے اداس اور غمگین نظر آتے ہین۔ کبھی کبھی کوئی چراغ بھی کہین سے ٹمٹما اوٹھتا ہے مگر اسطرح جیسے کسی کا مراہوا دل ذرا اوبھرے اور پھر بیٹھہ جائے۔ کسی کی قبر سے گلاب اور چنبیلی کے خشک پھولون کی کبھی کبھی ذرا خوشبو بھی آجاتی ہے مگر ایسی جو طبیعت کو فرحت کے بجائے عبرت دلاتی ہے ؎

خشک گل افسردہ سبزہ شمع چپ بالین اداس	جی بھر آیا عالم گور غریبان دیکھہ کر

ہم اپنے خیال کو ذرا اور وسعت دین تو معلوم ہو کہ یہ مٹی کے اوبھرے ہوئے ڈھیر جنمین سے اکثر صدمۂ بارش سے بیٹھہ گئے ہین اور بعضون پر سبزہ لہلہا رہا ہے ان مین کس کس کی تمنائین مایوسی سے دست وگریبان ہوکر ایک عالم سکوت مین متحیر پڑی ہوئی ہین۔ ان مین شاہان وقت ہونگے سیکڑون مدبران ملک ہونگے۔ بتیرے بہادر اور جانباز ہونگے۔ کتنے فصیح اور بلیغ اور انشا پرداز ہونگے۔ غرض امیدون کی خوشیان منانیوالے۔ دنیوی لذتون پر رال ٹپکانے والے۔ رات دن قدح نوش حسینان گلابی پوشش۔ حرص وہوا کے بندے۔ عیش دوست۔ راحت پسند۔ سب قسم کے لوگ

ان مین موجود ہونگے جو مین عنفوان شباب مین اپنے پس ماندون کو داغ مفارقت دیکر چلدیے ہونگے بہتیرے عمر طبعی کو پہونچکر مرے ہونگے۔ کتنے بچپن ہی مین گذر گئے ہونگے مگر ان سب سے ذرا پوچھیے تو سہی کہ دنیوی عیش اور لطف کے کچھ مزے بھی یاد ہین۔ وہ شب ماہ کی دلفریبیان وہ نسیم سحر کی عطر بیزیان وہ سبزہ کے لہلہے وہ پہولونکی مہک وہ احباب کے جگھٹے وہ حسن وعشق کے چرچے۔ وہ دولت کے کہیل۔ وہ سامان آرایش۔ ان سب کی یاد کچھ دل مین باقی بہی ہے۔ مگر ہم تو جانتے ہین کہ کچھہ بہی نہین اب تو وہ دنیا کے تمام سود وزیان سے قطع تعلق کرکے ایک اطمینان کے ساتھ اپنی اپنی قبرون مین لیٹے ہوے ہین۔ یہ خیال اکثر اوقات دل بیتاب مین اولجہن پیدا کرتا ہے کہ خدا جانے ان مہمانان عدم پر کیا گذرتی ہوگی۔ ان بیوفاون نے یاران وطن سے قطع تعلق کرکے کچھہ ایسی خاموشی کی وضع اختیار کرلی ہے کہ اونکے سرہانے پر لاکھہ غل مچاؤ چیختے چیختے مر مر جاؤ مگر یہ بات تک نہین پوچھتے۔ اس غریب بوڑھیا کو دیکھو کہ ایک ننھی سی قبر پر کھڑی ہوئی کیسی دیوانہ وار باتین کر رہی ہے اس بہروسہ پر کہ اوسکا معصوم جگر گوشہ بہی اوسکے جواب مین ہان یا نہین کچھہ کہیگا۔ مگر نہین ہرگز نہین وہ لب تک نہین ہلاتا۔ یہان سامنے مٹی کا اور تازہ ڈہیر بہی ہے جس کے سرہانے ایک بیکس جوان عورت اپنے بہرے بہرے گورے ہاتہون کی چوڑیان توڑ رہی ہے۔ یہ ایک بیکس بیوہ ہے جو اپنے جوانا مرگ شوہر کی قبر پر پہول چڑہانے آئی ہے اور اب اس امید پر بیٹھی ہوئی ہے کہ شاید بیوفا اوسکی اس خدمت سے خوش ہوکر اور ذرا قبر سے باہر آکر اوسکی ڈہارس تو باندہ جاے۔ مگر افسوس کہ وہ کروٹ تک نہین لیتا ع

کچھہ ایسے سوے ہین سونیوالے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

افسوس یہان حضرات انسان کی زندگی کا خاتمہ ہے جو دنیا مین ہم من دیگرے نیست کا دم بہرا کرتے ہین۔ حیرانی ہے تو یہ ہے کہ ایک سرکاری مجرم جسے سزاے موت کا حکم ہوا ہو یہ حکم سنتے ہی کیسا زرد پڑجاتا ہے اور اوسکی بقیہ زندگی کا ہر لحظہ اوس وقت تک کہ حکم کی تعمیل ہو دے کیسی خوف وہراس کی حالت مین گذرتا ہے۔ مگر واے غفلت کہ باوجود کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے

مضمون سے آگاہ ہوینگے ہم ذرا خبر نہیں ہوتے۔ ہم لوگوں کے ساتھ کج اخلاقیاں کرتے ہیں اور رات دن طرح طرح کے گناہ کر کے اپنے خالق اور ابنائے جنس کا الزام گردن پر لیتے ہیں۔ کاش ہم لوگ اپنی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اوٹھا کر اپنے انجام پر نظر ڈالیں اور اپنے اخلاق کی تہذیب کر کے اپنے ابنائے جنس کے ساتھ نیکی کرنا سیکھیں اور یہ کلام عبرت انگیز اچھی طرح ذہن نشین رکھیں

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملکِ روس ہے اور سرزمین طوس ہے

گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجے زندگی
اوس طرف آوازِ طبل اک سو صدای کوس ہے

سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تجھ کو جو قیدِ آزمین محبوس ہے

لے گئی یکبارگی گورِ غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہے

مرقدیں دو تین تبلا کے لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

یہ وہی ہیں جو دعوے خدائی کر گئے
یہ فلاطون یہ ارسطو اور یہ جالینوس ہے

پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمتِ دنیا سے آج
کچھ بھی انکے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

۱۵ چودھوان

خشم کی مذمت اور حلم کی صفت مین

انسان کو اپنی امن وعافیت اور دولت وعزت کو دشمنون کے حملہ سے بچانے کے واسطے اکثر موقع پیش آجاتے ہین۔ اگر انسان مین قوت غضبی نہوتی اور اوسکے دل کو مقابلہ اور انتقام پر آمادہ کرتی تو وہ ہرگز اس لایق نہ ہوتا کہ اپنے آپ کو دشمنون کی ضرر رسانی سے محفوظ رکھ سکے۔ یہ قوت صرف انسان ہی کی ذات مین نہین پائی جاتی بلکہ ہر جنس کے حیوان مین کم و بیش اوس کا ظہور ہوتا ہے۔ غرض اکثر جانور اس قوت کو عمل مین لاتے ہین مگر وہ اوسکے حد و اندازہ کو نگاہ رکھنے کے قابل نہین ہین۔ اگر انسان بہی ایسا ہی عمل کرے جیسا کہ اور جانور کرتے ہین تو وہ ایک وحشی جانور ہونے سے زیادہ رتبہ اور عزت کا سزاوار نہین کیونکہ اس صورت مین غُصّہ یا تو حد اعتدال سے بڑہ جاتا ہے یا گہٹ جاتا ہے۔ غصہ کی زیادتی صبر و سکون اور حلم و وقار کو کہو دیتی ہے۔ ظلم و فساد وحشت۔ بے رحمی بدگوئی فحش بہتان اور اسیطرح کے اور کمینے افعال کراتی ہے۔ اوسکی کمی ذلت۔ بے آبروئی بے حیائی خوشامد غلامی نامردی کی عادتین سکہاتی ہے۔ پس انسان کے رتبہ اور شرافت کے لایق یہ ہے کہ زیادتی اور کمی سے بچکر ایک بیچ کی راہ اختیار کرے اور اس قوت کو صحیح و مناسب موقع پر کام مین لائے اور کام مین لانے سے پہلے ہی اوسکے موقع کو اور اوسکی تیزی کی مقدار کو جانچ لے تا اُن خرابیون سے محفوظ رہے جو بے اعتدالی سے پیدا ہوتی ہین۔

چونکہ غصہ کی بہلائی برائی صرف اوسکے جا اور بیجا استعمال پر موقوف ہے تو ہم کو اوس شے کی تلاش

کرنی چاہیے جو اوسکا ٹھیک استعمال سکہائے اور کمی بیشی کے عیب و نقصان سے بچائے پس ایسی چیز جو اس قوت کو حد مناسب سے کم و بیش ہونے نہ دے وہ صرف عقل و دانائی ہے جو تمام حیوانات کی نسبت انسان کے حصہ مین زیادہ آئی ہے۔

جب تک یہ قوت عقل و دانائی کی رہنمائی مین کام کرتی ہے اوسوقت تک کبہی نقصان کا خطرہ نہین اور وہ ایک واجبی غصہ ہے جو ہر طرح مفید ہے مگر جب اتنا غالب ہوجائے کہ آدمی کی عقل ٹہکانے نہ رہے تو اوس سے سوائے نقصان کے کبہی فائدہ کی امید نہ کرنی چاہیے کیونکہ وہ ایک جاہلانہ اور وحشیانہ غصہ ہے۔ جب کوئی ایسی بات پیش آئے جو غصہ دلانے والی ہو تو غصہ کے اظہار سے پہلے اوسکا سبب معلوم کرنا چاہیے اگر اوسکا سبب تکبر۔ خود بینی۔ حرص۔ طمع۔ بخل۔ بے صبری۔ یا بیہودہ دل لگی ہو تو ایسے موقع پر واجب ہے کہ غصہ کو پی جاؤ اور بجائے اوس کے کہ دوسرے کو دہمکاؤ خود اپنے ہی نفس کو سرزنش کرو البتہ جب تحقیق ہوجاوے کہ تمکو بلاوجہ نقصان پہونچتا ہے نصیحت و نرمی کا اثر نہین اور خاموشی و چشم پوشی سے بہی کام نہین چلتا تو بالضرور واجبی غصہ کو عمل مین لانا چاہیے۔

واجبی غصہ کے یہ معنی نہین کہ جیسا برا معاملہ تمہارے ساتہہ کسی نے کیا ہو ویسا ہی تم بہی کرو گالی کے بدلے گالی دو اور ہاتہا پائی کی نوبت پہونچاؤ۔ یہ شیوہ تو عقلمندی سے بعید ہے کیونکہ اس صورت مین فتنہ و فساد کی زیادتی ہوجاتی ہے۔ اگر تم دانشمند ہو تو ایسے موقع پر محض اپنی عقل پر بہروسہ مت کرو کیونکہ ممکن ہے کہ غصہ زیادہ بڑہکے اور وہ تمہاری عقل کو مغلوب کرلے بلکہ دوسرے عقلمندون اور بے غرض لوگون کی عقل و دانش سے مدد لو اور اپنا معاملہ ایک لایق اور عادل شریف کو سپرد کردو اور جو فیصلہ وہ تمہارے اور تمہارے مخالف کے درمیان کردے اوسپر راضی ہوجاؤ۔

غضب و غصہ حقیقت مین ایک قدرتی ہتیار ہے جسکے وسیلہ سے تم اپنا بچاؤ اور دشمن کی روک ہی نہین کرتے ہو بلکہ وہ ایسی مفید قوت ہے کہ اوسکے ذریعہ سے تم اپنے اور اپنے دوستون کی اصلاح و درستی بہی کرسکتے ہو بشرطیکہ اوسکو صحیح طور سے کام مین لاؤ۔ حاکم رعایا پر۔ اوستاد شاگردون پر۔ آقا نوکرون پر ماں باپ فرزندون پر غضب و غصہ کرتے ہین مگر وہ اوسی حد و اندازہ سے ہونا چاہیے جو اونکی برائیون

کی اصلاح کے لئے کافی ہو بقول سعدی شیرازی ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است	چو رگزن کہ جراح و مرہم نہ است

جو لوگ غصہ ور ہوتے ہین غضب کو اپنا فخر سمجھتے ہین اور اوسکا نام شجاعت رکھتے ہین اور لاف زنی کرتے ہین کہ فلان شخص نے ایک ذرا سی بات پر فلان شخص کو قتل کرکے اوسکا خانمان تباہ کردیا کیا مردانگی کا کام کیا ہے کسی کو مجال بات کرنیکی نہوئی - اور اگر کوئی شخص کسی موقع پر درگذر کرے تو اوسکو مذمت کے ساتھ بیان کرتے ہین اور اوسکا نام نامردی رکھتے ہن - پس خوئے سگ کو شجاعت اور علم اخلاق کو جسپر عمل اکابر ہے بزدلی - سُنتے سُنتے اور لوگون کو بھی یہی جہالت سماجاتی ہے اور غضب و غصہ کی عادت کا اکثر یہی سبب ہوا کرتا ہے -

بادشاہ کو حلم اختیار کرنا واجب ہے تاکہ غصہ پیدا نہو کیونکہ بادشاہ کا غضب خدا کے قہر کا نمونہ ہے حلیم وہی ہے جو ہمیشہ غضب پر غالب رہے اور حلم کے پانی سے غصہ کی آگ کو بجھاوے - غصہ کو روکنا انسان کا کام ہے اور مغلوب الغضب ہونا حیوان کی خصلت ہے - اور تمام جہان کا پہلوان نزدیک عاقلون کے وہ شخص ہے کہ بروقت غصہ کے نفس امّارہ کو مغلوب اور عقل کو غالب رکھے ؎

بڑے موذی کو مارا نفس امّارہ کو گر مارا	پلنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

حلم اگرچہ خوب چیز ہے لیکن کسی مقام پر غضب سے بھی برا ہے مثلاً اہل جرم کی بے ادبی اور گستاخی پر حلم کرنا عقلاً و شرعاً و عرفاً منع ہے اور برا ہے پس انسان کو حق مقام کا خیال ضرور چاہیے ع

جائے گل گل باش و جائے خار خار

وزیر بزرجمہر کا قول حلم کے معنی مین ایک دلچسپ لطیفہ ہے یعنی نوشیروان نے بزرجمہر سے پوچھا کہ حلم کیا ہے - کہا حلم تہذیب اخلاق مین ایسا ہے جیسا کھانے مین نمک یعنی بغیر حلم کے اخلاق پھیکا ہے - اور حلم کے حرف اگر پلٹے جاوین تو لفظ ملح بنتا ہے اور ملح عربی مین نمک کو کہتے ہین - پس نمک کے بغیر کھانا پھیکا رہتا ہے - حکیم بزرجمہر کا قول ہے کہ حلیم کی تین نشانیان ہین - اوّل یہ کہ کڑوی کا میٹھا جواب دینا یا برائی کے بدلے بھلائی کرنا رباعی

یاد رکھئے یہی ہے غایت حلم	زہر جو دے اوسیکو زر بخشے
یہ صدف سے ملا ہے گوہر حلم	بسر جو کاٹے اوسے ثمر بخشے

دوسرے غضب کے جوش مین چپ رہنا جیسا کہ عقلا نے غصہ کا علاج خاموشی سے کیا ہے۔ تیسرے غصہ نکرنا اوس شخص پر جو لایق سزا کے ہو۔

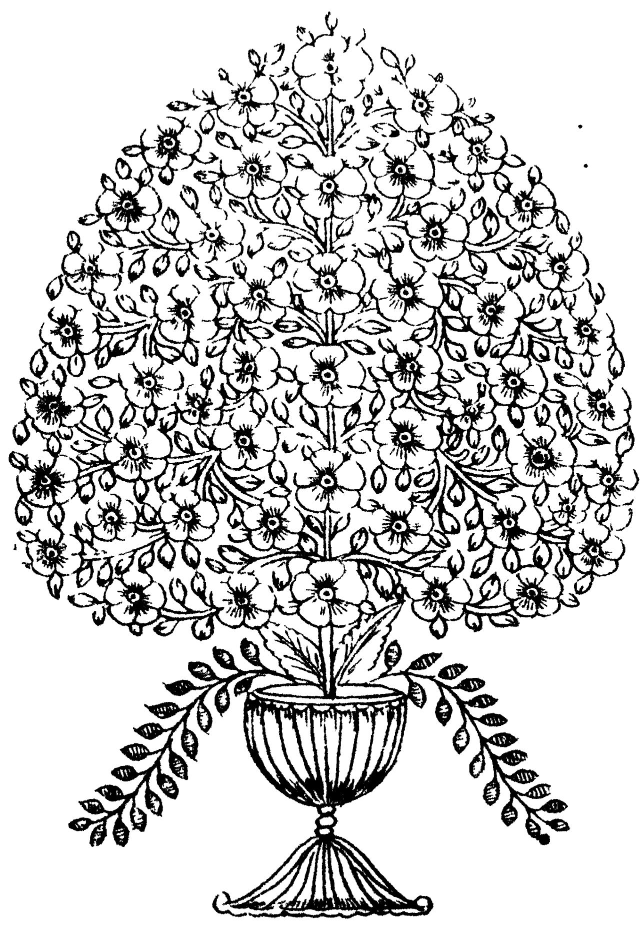
علاج خشم غصہ دور کرنیکی یہ تدبیر ہے کہ غصہ کے وقت فوراً سرد پانی نوش کرلے یا جھٹ پٹ دوسری طرف طبیعت کو متوجہ کردے مثلاً اگر لکھتا ہے کتاب دیکھنے لگے۔ غرض غصہ کے رفع کرنے مین تغیر توجہ کو دخل ہے چنانچہ غصہ کے وقت ایک شغل سے دوسرے مین مصروف ہونے سے غضب فرو ہوجاتا ہے اور سنو سے اوٹا یعنی ننانوے اٹھانوے اسیطرح ایک تک شمار کرنا بھی یہی خاصیت رکھتا ہے۔ پس اس قسم کے شمار کرنے کی تاثیر تغیر توجہ مین شمار کرنا چاہئے اور تصور پلٹنے سے کیفیت حال انسان بھی بدلتی ہے چنانچہ توپ کے سر ہونے کے وقت جو اوسکی آواز کی طرف خیال کیا جائے تو اس زور شور کی معلوم ہوتی ہے کہ ناگوار گذرتی ہے لیکن اگر اوسی مقام پر کسی اور چیز کی طرف طبیعت کو مصروف کردیا جاوے اور آواز کی طرف سے توجہ اوٹھا لیجاوے تو وہ اوس قدر شدت اور زور کی نہین معلوم ہوتی۔ اس سے ثابت ہے کہ توجہ اور خیال کو ایک حال کے رفع اور دوسری کیفیت کے پیدا کردینے مین دخل ہے پس جب بحالت غضب خیال دوسری طرف جاتا ہے تو کیفیت غضب کی بوجہ پیدا ہوجانے دوسری کیفیت کے فرو ہوجاتی ہے چنانچہ تصدیق اوسکی روایت ذیل سے ہوتی ہے۔

حکایت۔ بابا امرتی داس کے سامنے ایک بڑا نامی فقیر شہر لکھنؤ مین تھا اور کبھی کسی نے اوسے غصہ کرتے نہین دیکھا کسی عورت نے اس امید سے کہ اسکی دعا کی برکت سے اوسکے خاوند کا غصہ جاتا رہے اپنے شوہر کی شکایت پیش کی اُس عاقل فقیر نے معلوم کیا کہ یہ عورت غصہ کے جوش مین خاوند سے تکرار کیا کرتی ہے اسواسطے ایک پرچہ کاغذ کا موم مین لپیٹ کر تعویذ بنا دیا اور کہا کہ جب تیرا شوہر تجھسے آزردہ ہو تو اس تعویذ کو منہ مین رکھکر جبتک ہوسکے ڈاڑھ سے دبائے جائیو تیرے خاوند کا غصہ جاتا رہیگا۔ عورت نے جب بڑے اعتقاد سے تعمیل کی تو منہ بند ہونے کے سبب سے بدکلامی نکرسکی

بلکہ بالکل چپ ہو گئی تب اوسکے شوہر کا ملال جو اوسکے بیہودہ کلام سے ہوا تھا رفع ہو گیا۔ **نکتہ** کسیکے برا کہنے پر برا ماننا نہ چاہیے کیونکہ تو اگر اوسکی گفتار کا سزاوار ہے تو پھر کیا تکرار ہے اور اگر تو بھلائی سے برکنار ہے تو وہ کذاب خودخوار و بے اعتبار ہے **قطعہ**

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق — ہے برا وہ کہ جو تجھکو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے — کیوں برا کہنے سے اوسکے تو برا مانتا ہے

حکمت ۔ حلم علم کی زینت ہے جیسے علم انسان کی ؛



جوهر سولهوان

فوائد خاموشی مین

خاموشی کی فضیلت اِس سبب سے ہے کہ آفت زیادہ گوئی کی بہت بڑی ہوتی ہے اکثر زبان سے کلمات ناگفتنی نکلجاتے ہین اور دشمن کی نظر کلام بد پر رہتی ہے اور بحالت خاموشی اِس آفت سے پناہ حاصل ہوتی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ بات چار قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ایسی کہ اوسمین بالکل ضرر ہو دوسری وہ کہ اوسمین منفعت بھی ہو اور ضرر بھی۔ تیسری وہ کہ نہ اوسمین کچھ فائدہ ہو نہ نقصان ایسی بات فضول ہے اور اوسکا نقصان یہی ہے کہ وقت مفت مین ضائع ہوتا ہے۔ چوتھی ایسی کہ بالکل منفعت ہے۔ پس ایسی بات مین سے تین حصّہ نہ کہنا چاہیئے اور ایک حصہ کہنا چاہیئے اور اکثر زیادہ بولنے مین اتفاق تردید کلام لوگون کا ہوجاتا ہے اِس سے بڑی آفت برپا ہوتی ہے کیونکہ کسی کی بات کو یہ کہنا کہ اسطرح نہین ہے اسطرح ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ تو احمق اور نادان اور دروغگو ہے اور مین زیرک و راست گو۔ اِس صورت مین اکثر نوبت تکرار و فساد کی پہونچ جاتی ہے جو بہت بولتا ہے وہ ذلیل۔ اور کم سخن ممتاز ہوتا ہے۔ زیادہ گوئی سے خوف دروغگو ہوجانیکا ہے عقل کے بڑہنے سے آدمی کم سخن ہوتا ہے۔ خاموشی فاضل اور جاہل دونون کے حق مین مفید ہے فاضل کے وقر و ہیبت کی افزونی کا باعث اور جاہل کے عیب و نقص پوشیدہ رہنے کا سبب ہے۔ غرض سب قباحتین زبان کی بدولت پیدا ہوتی ہین۔ چنانچہ انسان کے جسم مین سب

بہتر شے زبان ہے اور سب سے بدتر شے بھی زبان ہے۔ زبان کے سبب سے آدمی انعام و مرتبہ عالی پاتا ہے اور اسی وجہ سے قید خانہ جاتا ہے۔ ہندی کی ایک مثل ہے کہ باتن ہاتھی پائیے اور باتن ہاتھی پانوں پائے۔ جب تک آدمی کی زبان سے کوئی بات نہین نکلتی اوسکا عیب و ہنر نہین معلوم ہوتا۔ زبان سے طبیب علالت جسمانی دریافت کرتے ہین اور اسی زبان سے حکیم قباحت نفسانی شناخت کر لیتے ہین۔ پس زبان کی پاسبانی سب سے مشکل پاسبانی ہے۔ کہتے ہین سکوت مین سلامتی ہے اور سلامتی مین نجات۔ اسواسطے بات اوسوقت کہنا خوب ہے جب نہ کہنے مین مضرت ہو

اتفاق سے دربار **نوشیروان** مین ایک بار **قیصر روم** و **خاقان چین** و **راجہ ہندوستان** جمع ہوئے۔ مجمع سلاطین مین اس باب مین جو تقریر دلپذیر پیش آئی وہ یہ ہے کہ **نوشیروان** نے فرمایا ایسا مجمع ہونا اتفاقیہ ہے۔ اب ہر شخص ایک ایک بات کہے کہ بادشاہون کے سخن کلام ہونکے بادشاہ ہوتے ہین۔ یہ مجمع متفرق ہو جائیگا اور باتین صفحہ روزگار پر یادگار رہجائینگی سب نے پہلے **کسریٰ** سے درخواست کی۔ **نوشیروان** نے کہا کہ مین سخن ناگفتہ سے ہرگز پشیمان نہین ہوا اور سخنان گفتہ سے نادم ہوا ہون **قیصر** نے فرمایا کہ جو بات مین نے نہین کہی ہے اوسے کہہ سکتا ہون اور جو کہدی ہے اوسپر قادر نہین ہو سکتا یعنی بے کہی بات پر اختیار ہے جب چاہین کہین اور کہی ہوئی بات پھر نہین سکتی ہے **خاقان چین** نے بیان کیا کہ جب تک مین سخن نہین کہتا وہ میرا زیردست ہے اور مین اوسپر غالب اور جب کہدیا مین اوسکا زیردست اور وہ مجھپر زبردست یعنی بے کہی بات کو چاہین جس پیرایہ مناسب مین کر کے کہین اور جب کہدی تو پھر اوسپر اپنا کچھہ اختیار نہین رہتا۔ **راجہ ہندوستان** نے اپنی راے بیان کی کہ جو کلمہ زبان سے نکلتا ہے یا معرض صواب مین ہوتا ہے یا معرض خطا مین۔ اگر صواب ہے تو جب تک اوسپر اپنا عمل نہو قابل اعتماد نہوگا اور اگر خطا ہے تو اوس سے کچھہ فائدہ نہین۔ پس دونون صورتون مین خاموشی اولیٰ تر ہے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ انسان کو مناسب ہے کہ سُننا کہنے سے زیادہ اختیار کرے چنانچہ

ڈو کان اور ایک زبان ہونے سے یہ اشارہ ہے کہ ڈو حصّے سنو اور ایک حصہ کہو۔ دوسرے حکیم کا مقولہ ہے کہ زبان ایک ہے گویا اور لب دو ہین خاموش۔ بس گفتگو اور خموشی مین ایک دو کی نسبت کا لحاظ رکھے۔ رباعی

بات مت کہہ سوائے مطلب کے	جو نہ پوچھین نکال مت لب سے
کان تیرے ہین دو زبان ہے ایک	اسلئے ڈو سن ایک کہہ سب سے

واضح ہو کہ گناہ کرنے مین تو دیر بھی لگتی ہے اور پہلے سے اوسکی تجویز بھی کیجاتی ہے لیکن بات کہنے مین کچھہ تاخیر نہین ہوتی۔ الفاظ نیک و بد دفعتہً زبان سے نکل جاتے ہین۔ زبان کو لگام دینا بہت مشکل اور استقلال کا کام ہے جو شخص زبان سے کسی کو تکلیف نہین دیتا وہ زمرۂ کاملین مین سمجھا جاتا ہے اور ایسے ہی شخص اپنے نفس پر قادر سمجھے جاتے ہین۔ بہت آدمی بے سوچے سمجھے جو کچھہ دلمین آتا ہے کہہ بیٹھتے ہین اور نہین جانتے کہ اوس کلام سے انجام کار کیا ضرر ہوگا۔ حضرت داؤدؑ کی التجا جو کہ جناب باری مین کی تھی در زبان رکھنا چاہیے کہ اے خداوند جل وعلیٰ میرے دہن پر مُہر خاموشی کی لگا دے تا کہ بے موقع نہ کشادہ ہو۔ شیخ سعدیؒ کا قول ہے کہ ڈو باتین حماقت کی ہین۔ ایک بات کہنے کے وقت چپ رہنا۔ دوسرے چپ رہنے کے مقام پر بولنا۔ حکیم بزرجمہر نے کہا ہے کہ مین نے اپنے اوستاد سے پوچھا کہ خلقت مین عقلمند ترین کون ہے کہا کم گو اور بہت جاننے والا اور یہ بھی فرمایا کہ جہان سخن خوب و کلام خوش اسلوب کی بے قدری ہو وہان خاموشی بہ نسبت کلام کے بدرجہا بہتر۔ حکایت۔ ایک روز گلاب اور سیوتی نام دو لڑکیان بیٹھی ہوئین سیر کتاب کر رہی تھین اوسمین لکھا ہوا تھا کہ بہتون کو خدا نے ایسا انعام دیا ہے کہ اون کے مُنہ سے پھول جھڑتے ہین اور بہتون کو ایسی سزا دی ہے کہ مُنہ سے سانپ بچھو نکلتے ہین سیوتی بولی یہ سانپ اور بچھو کیسے کہ جو مُنہ سے نکلین۔ گلاب نے جواب دیا کہ ایسے دنیا مین کم آدمی ہین جنکے مُنہ سے سانپ اور بچھو نہ نکلا کرین۔ ہمارے تمہارے مُنہ سے ہی دن بھر مین سو پچاس مرتبہ سانپ بچھو نکل آتے ہین۔ گلاب سیوتی سے خفا ہو کر بولی کہ بہن تمہارے

منہ سے نکلتے ہون پر میرے مُنہ سے توکبھی نہ نکلین گے۔ **سیوتی** نے کہا کہ بعتر کل جبدم آپ کے مُنہ سے سانپ اور بچھو نکلتے جاوین گے مین ایک کاغذ پر قلبند کرتی جاؤنگی۔ **گلاب** نے پنسل اور پرچہ کاغذ کا اوٹھا کر **سیوتی** کے ہاتھہ مین دیا۔ **سیوتی** نے مُسکرا کر کہا کاغذ بہت چھوٹا ہے۔ **گلاب** بولی کہ ایسے کتنے سانپ اور بچھو میرے مُنہ سے نکلین گے سواے اسکے کل تو مین گہر مین بہت تہوڑا رہونگی۔ **چچا** کے ساتھہ میلا دیکھنے جاؤنگی بشرطیکہ مینہ نہ برسے کیا تمہاری دانست مین کل مینہ برسے گا۔ **سیوتی** نے جواب دیا یہ کون بتلا سکتا ہے لیکن سامان تو مینہ کا نظر آتا ہے۔ اوٹھکر باہر جو دیکھا تو آسمان پر گہٹا ہرطرف چھا گئی اور مینہ موسلا دہار برس رہا ہے کسیطرف کھلنے کا طور دکھائی نہین دیتا بے اختیار **گلاب** کے مُنہ سے نکلا کہ کمبخت مینہ کبھی نہ کُھلے گا جس روز مجھے میلے جانا ہوگا اوسی روز برسے گا۔ **سیوتی** نے فوراً کاغذ پر درج کیا کہ یہ الفاظ بے انصافی بیوقوفی اور بے صبری کے ہین۔ جب دونون بہنین کپڑے پہنکر دیوانخانے مین آئین اونکا بھائی چلّا اوٹھا کہ واہ کیا خوب مینہ برس رہا ہے اب ہمارے پہولون کے بیج جو باغ مین بوئے ہین جھٹ پٹ اوگ آوینگے۔ **گلاب** بولی تمہارے بیج جہنّم مین جاوین ہمارا تو اس مینہ نے بالکل میلا کہو دیا۔ **سیوتی** نے لکھا کہ یہ الفاظ تنگدلی اور خودغرضی کے ہین۔ اونکا بھائی بولا تب تو آج زردوزی پوشاک پہننے سے محروم رہین۔ **گلاب** نے کہا مین ایسی پوشاک کو مطلق خاطر مین نہین لاتی اور مُنہ پہیر لیا۔ **سیوتی** نے لکھا کہ یہ الفاظ مبالغہ کے ہین۔ اونکا بھائی پہر بولا کہ گلاب اب تم بار بار آسمان کو نہ دیکھو اور میلے سے ہاتھہ دہو۔ یہ مینہ کل تک نہین کھلیگا۔ **گلاب** جھنجلائی اور چلا کر پکاری کہ یہ چھاتی جلانے والا لڑکا کہان سے یہان آیا اور کیون اسنے میرے زخم پر نمک چھڑکا۔ **سیوتی** نے لکھا کہ یہ الفاظ غصّہ اور غضب کے ہین۔ **سیوتی** دوسرا کاغذ ڈہونڈہنے لگی۔ **گلاب** نے پوچھا کیا ڈہونڈہتی ہو اوسنے کہا اب اس پرچہ کاغذ مین زیادہ لکھنے کی جگہ باقی نہی دوسرا پرچہ ڈہونڈہتی ہون۔ **گلاب** گھبرائی اور بولی کہ ابھی دو گھڑی دن بھی نہین چڑہا ہے دیکھون تو سہی میرے مونہہ سے کون سے سانپ اور بچھو نکلے ہین۔ جب **سیوتی** نے وہ لکھا ہوا پرچہ ہاتھہ مین دیا بہت نادم ہوئی اور کہنے لگی بیشک یہ الفاظ

سانپ اور بچہو ہین پس اسکا علاج کیا۔ **سیوتی** نے کہا علاج وہی ہے جو کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ مین ایسی راہ سے چلونگا جسمین میری زبان کچہہ گناہ نکرے اور منہ مین لگام دونگا۔ **حکایت** ۔**نوشیروان** بادشاہ نے اپنے وزیر **بزرجمہر** کو قید کیا اور ایک روٹی جَو کی اور ایک کوزہ پانی کا روز مقرر کر کے ایک مکان تنگ و تاریک مین اوسکو ہتکڑی اور بیڑی ڈال کر بند کر دیا اور پاسبانون کو حکم دیا کہ جو بات اوسکے منہ سے نکلے حرف بحرف بادشاہ کو سناوین وزیر مدتون قیدخانہ مین رہا اور آپ ہی آپ **مَنْ سَکَتَ نَجیٰ** کہتا رہا یعنی جو خاموش رہا وہ محفوظ رہا۔ بادشاہ نے مقربون کو اوسکے پاس بہیجا کہ کچہہ اوس سے گفتگو کرین اور جو کچہہ وہ جواب دے وہ آکر عرض کرین۔ لوگون نے جا کر پوچہا کہ اے حکیم ایسے واقعہ سخت و شدید مین رنگ و رو اور جسم کی قوت تجہہ مین برقرار ہے اور مطلق ضعف و تغیّر کسی بات مین نہین ہوا۔ جواب دیا کہ مینے ایک جوارش چہہ خلط سے طیار کی ہے اوسمین سے ہر روز کہاتا رہتا ہون۔ اس بات کو سنکر سبنے کہا کہ وہ دوا ہمکو بہی بتا مبادا کبہی اتفاق ایسی صعوبت کا ہو یا کوئی دوست مبتلا ہو تو کام آوے۔ کہا **خلط اوّل** عقیدت ہے بفضل حق تعالی پر کہ ہر حال مین بیکسون کی دستگیری کرتا ہے۔ **خلط دویم** علم یعنی جاننا چاہئے کہ جو کچہہ تقدیر مین ہے ضرور ہوگا۔ اضطراب سودمند نہین ہے۔ **خلط سویم** یہ جاننا کہ صبر سب دواؤن سے بہتر ہے مضطرب اوسکو وسیلہ شفا کرے۔ **خلط چہارم** یہ کہ اگر مین صبر نکرون تو پہر کیا حیلہ کرون جو اس سختی سے مخلصی ہو۔ **خلط پنجم** یہ کہ مین سوچتا تہا کہ کوئی بلا اِس سے سخت زیادہ نہ آئے۔ **خلط ششم** یہ کہ مین امید رکہتا ہون کہ ساعت بساعت مجکو فرحت و خوشی حاصل ہوگی۔

چوہترہوان

صدق و دیانت و امانت کی تعریف اور مذمت دروغ مین

صدق وخلوص مین تمام تر فوائد ہین اگر نمایش کسی شے کی کسی بات کیواسطے بکارآمد ہو تو صداقت واصلیت خوب تر ہے کیونکہ جو کوئی شخص مکر کرتا ہے یعنی وہ بات دکہاتا ہے کہ جو اوسمین نہین ہے تو اسیواسطے کہ وہ اون اوصاف کو حاصل کرنا جنکو بناوٹ سے دکہاتا ہے اچہا سمجہتا ہے۔ چونکہ مکر وفریب کسی اصلی وصف کی بناوٹ کو کہتے ہین۔ پس بہتر طریق انسان کیواسطے یہ ہے کہ اپنے تئین جو کچہہ ظاہر کرے فی الحقیقت ویسا ہی بہی جاوے۔ علاوہ اسکے کسی وصف کی بناوٹ کرنا اوسیقدر دشوار ہے جس قدر اوسکا حاصل کرنا اور اگر کسی شخص کو وہ صفت حاصل نہین ہے تو غالبًا آشکارا ہوجاویگا کہ وہ اوس سے محروم ہے پس اوسوقت سب اوسکی محنت اوس صفت سے موصوف ہونیکی بناوٹ کرنیکی ضائع ہو جائیگی۔ فریب وہ مصنوعی چیز ہے کہ پرکہنے والی آنکہہ بآسانی خوبی کی نسبت اوسکا فرق معلوم کرسکتی ہے کسی قسم کی وضع بدلنا اور عرصہ تک اوسکا نباہنا مشکل ہے۔ کیونکہ جہان اصلیت مین صداقت نہین ہے تو کیفیت اصلی کبہی نہ کبہی کہل پڑے گی۔ پس اگر کوئی شخص نیک معلوم ہونا چاہتا ہے تو اوسکو ویسا ہی بہی جاننا چاہیے اور اوسکی نیکی باعث رضامندی ہر شخص کی ہوگی کیونکہ صدق معتمد بنانے والا ہے اور اپنی رونق وثبوت

اپنے ساتھہ رکھتا ہے اور ہمارا اعتبار صرف انسان ہی کے نزدیک نہین پیدا کرتا بلکہ خدا کے نزدیک بہی کہ
جو ہماری نیت کو دیکھتا ہے ہر طرح خلوص سچی دانائی ہے۔ مخصوص معاملات دنیا کیواسطے راستبازی
کے منافع مصنوعی طریقہ دغا و مکر سے بڑہکر ہین۔ صدق بہت صاف و آسان۔ بہت محفوظ اور امن کی راہ
معاملہ داری کیواسطے اس دنیا مین ہے۔ اوسمین تکلیف و دقت پیچ و دشواری ضرر و خطر کم ہے وہ
قریب و مختصر تر راہ ہماری منزل مقصود کی ہے اور ہمکو مطلب پر سیدہے راستہ سے پہونچاتی ہے اور سب
سے زیادہ دیر تک قائم رہیگی۔ فریب و مکر کی بناوٹ ضعیف اور اوسکے کرنیوالونکے کم بکار آمد ہوجاتی ہے
اور راستبازی جون جون کام مین آوے تون تون قوت پاتی ہے اور جتنا جتنا کوئی اوسکو کام مین
لاوے اوتنا ہی اوتنا زیادہ وہ اوسکی نیکنامی کی تصدیق اور اون لوگون کی دلجمعی کرکے کہ جنکے دلمین
یہ اپنا اعتبار جمایا چاہتا ہے اوسکا کام دیتی ہے جسکی منفعت کاروبار و معاملہ زیست مین بیان سے
باہر ہے۔ جعلساز آدمی کو ہمیشہ اپنی پاسبانی بڑی ہوشیاری سے کرنا پڑتی ہے کہ اپنی بناوٹ کے خلاف
کوئی حرکت نکرے کیونکہ وہ ایک مصنوعی فعل کرتا ہے اسواسطے برابر خیال اپنے افعال کا اوسکو رکھنا چاہیے
اور جو راست کرداری سے چلتا ہے اوسکو اس دنیا مین آسانی ہے کیونکہ وہ اصلیت کا پیرو ہے اور اس
سبب سے اوسکو اپنے قول و فعل کی نسبت کوئی وقت و اندیشہ نہین ہے اوسکو تغیر یا آخر کو کسی امر کی نسبت
جو اوسنے کیا یا کہا ہو کسی حیلہ بنانے کی ضرورت نہین ہے۔ مگر ریاکاری کاروبار مین بہت تکلیف وہ ہے
ریاکاری کو اتنی باتین کرنی پڑتی ہین کہ اوسکی زندگی تلخ ہوجاتی ہے۔ دروغ گو کو حافظہ کی ضرورت ہے کہ
مبادا وہ کسی وقت اپنی کسی وقت کی کہی ہوئی بات کے برعکس کہنے لگے۔ مگر راست بذات خود قائم ہے اور
اوسکی مدد کے لئے کسی شے کی ضرورت نہین ہے وہ ہمیشہ قریب ہے اور ہماری زبان پر طیار ہے مگر
دروغ بہت ایذا رسان ہے اور بہت سی چیزین اوسکی رونق کیواسطے درکار ہین۔ راستی ایک عمدہ آلہ
عجلت کارروائی کے لئے ہے اوس سے اعتبار اونکے دل مین جنسے ہم معاملہ رکھتے ہین پیدا ہوتا ہے
بہت سی تلاش کی تکلیف نہین کرنا پڑتی ہے اور تہوڑے سے الفاظ مین کام ہوجاتا ہے۔ وہ مثل ایک
پختہ صاف سڑک پر چلنے کے ہے کہ جس سے آدمی بہ نسبت پگڈنڈی کے جسمین اکثر آدمی تہک جاتے ہین

منزل پر جلدی پہونچتا ہے۔ المختصر جو آرام مکر وریا مین خیال کیا جاوے وہ گذر جاتا ہے مگر تکلیف اوسکی دائمی ہے کیونکہ اوس سے ہمیشہ بے اعتباری ہوتی ہے کہ اگر آدمی پہر سچ بہی بولے تو اوسکا اعتبار نہین ہوتا۔ جب آدمی کی راستکرداری کی نیکنامی پر ایک مرتبہ حرف آیا تو پہر اوسکا عوض راست یا دروغ کسی سے ممکن نہین ہے **سقراط** حکیم سے پوچھا کہ انسان کو جہوٹ بولنے سے کیا حاصل ہوتا ہے جواب دیا کہ اگر پہر سچ بہی بولے تو اوسکی بات جہوٹی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ اوسکی نظیر مین ایک حکایت لکہی جاتی ہے۔ **حکایت** ۔ ایک گڈریہ کا لڑکا کہی گانون کے قریب بہیڑین چرایا کرتا تہا اور اکثر اوقات ہنسی سے چلایا کرتا کہ بہیڑیا بہیڑیا دو تین بار اوسکا جہوٹ چل گیا۔ گانون کے لوگ اوسکی مدد کو دوڑے دیکہا کہ کچہ نہین لڑکا ہنس رہا ہے۔ آخر کو ایک روز واقعی بہیڑیا آ پہونچا اور وہ لڑکا سچائی سے ایکی بار اوسیطرح پکارا تا لوگون نے اوسکا معمولی کہیل جانکر خیال بہی نہ کیا اور بہیڑیا بہیڑون کو توڑ گیا۔ اکثر آدمی جہوٹہہ بولنے مین کچہ عیب نہین سمجہتے کیونکہ اونکا قول ہے کہ ہم کسیکے ستانے کے لئے نہین بولتے یہ محض اونکی غلطی ہے۔ انسان کو کسیطرح جہوٹ بولنا شایان نہین کاذب ہمیشہ ملعون رہتا ہے۔ خدا ہمیشہ سچ پسند کرتا ہے اور جہوٹہہ سے نفرت رکہتا ہے۔ صدق کا ثمرہ عزت اور مکر کا انجام ذلت ہے۔ مکار کتنی عزت بناے رہے آخرکار خوار ہوتا ہے۔ جہوٹہہ وہ کہونٹہ ہے کہ جس سے آدمی کی نقد شرافت کو بٹا لگتا ہے اور بالفرض جہوٹہہ بولنے مین خوف عذاب اور سچ مین امید ثواب نہوتی تو بہی انسان کو جہوٹہہ سے پرہیز چاہیئے تہا۔ کیونکہ اوس سے آدمی خوار و بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ بہرحال جہوٹہہ سے بچنا خاص طریقہ راستی ہے اور حقیقت مین جہوٹہہ جہوٹہہ اور سچ سچ ہے صداقت دل کا سرور اور راستبازی اصل خوشی کا سچا دستور ہے۔ اور راستی وہ سیدہا طریقہ ہے کہ جسپر چلنے سے آدمی کبہی خطا نہین کہاتا اور اپنی سچائی سے سب کی نظرون مین ممتاز اور مرتبہ دیانت اور امانت سے سرفراز رہتا ہے۔ سمجہنا چاہیئے کہ اس سے بڑہکر اور کونسی عزت اور خوشی کی بات ہے کہ آدمی آپ جہوٹہہ کے وبال سے بچے اور دوسرون کی نظر مین معتبر و معتمد ہے۔ سچائی سے صرف یہی مراد نہین ہے کہ آدمی کوئی بات خلاف واقع نہ کہے بلکہ سچائی کئی طرح کی ہوتی ہے جو شخص جملہ اقسام مین کمال رکہتا ہو

وہی کامل سچا ہے۔

۱۔ بات کی سچائی یہ ہے کہ انسان کسی امر کو اوسی طور سے ظاہر کرے جیسا کہ اوسکے علم و یقین مین ہے اگر وہ اپنے علم و یقین کے خلاف ظاہر کرتا ہے تو وہ کذب و ناراستی یا جھوٹھ کا مرتکب ہوتا ہے۔ پس آدمی کو چاہیے کہ کسی قسم کی دروغ گوئی نہ کرے۔ نہ تو خبر کے بیان مین جو ماضی و حال کے متعلق ہو اور نہ وعدہ مین جو مستقبل سے منسوب ہو بلکہ یہانتک تاکید کی گئی ہے کہ چھوٹے بچون کے بہلانے یا کسی کام پر رضامند کرنے یا مکتب بھیجنے کی غرض سے جو وعدے اونکے والدین یا مربی کرین اونکو ضرور وفا کرنا چاہیے ورنہ دو باتونکا اندیشہ ہے ایک تو وعدہ کرنے والے کے دلمین کجی و ناراستی پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے بچونکو جھوٹھ کی تعلیم۔ یعنی وہ بھی اس نظیر کی تقلید و پیروی کریگا اور دروغگوئی اور وعدہ خلافی کو ایک معمولی بات سمجھیگا۔ غرض بات کی سچائی کا کمال یہ ہے کہ ایسے کلام سے بھی پرہیز کرے جو ذومعنی ہو اور سننے والے کو دہوکے مین ڈالے یعنی متکلم کے نزدیک اوس کے معنی کچھہ اور ہون اور سامع کچھہ اور سمجھہ جائے۔

۲۔ اگر ایسا موقع آئے جہان سچ بولنا مصلحت کے خلاف ہو تو مناسب یہ ہے کہ رمز و کنایہ سے بات کرے یا جواب دینے سے انکار کرے۔ صریح جھوٹھ ہرگز نہ بولے کیونکہ جب زبان سے ناراست بات نکلتی ہے تو دل کی راستی اور صفائی مین خلل واقع ہوتا ہے۔

۳۔ نیت کی سچائی یہ ہے کہ انسان جس کام کا قصد کرے خلوص کے ساتھہ کرے اوسمین خودغرضی فریب یا ریا کا لگاؤ نہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص خیرات کرنیکا ارادہ کرے اور اوسکے دل مین یہ بھی خیال ہو کہ ایسا کرنے سے میری ناموری ہوگی تو وہ نیت کا سچا نہین ہے کیونکہ یہ ارادہ اوسنے دوسرونکی فائدہ رسانی کے واسطے نہین کیا بلکہ اپنی ناموری کی غرض سے کیا ہے۔

۴۔ ایک ارادہ کی سچائی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان جب کسی کام کا ارادہ کرے تو پختگی کے ساتھہ کرے اوسمین ضعف و تذبذب و دودلی نہو۔ مثلاً ایک شخص نے ارادہ کیا کہ اوسکو اپنی سالانہ آمدنی سے ہزار روپیہ پس انداز ہونگے تو فائدہ عام کے لئے ایک عمارت تعمیر کرائیگا۔ اگر یہ ارادہ اوسکے دل مین

پختہ ہے اوسکا عزم صادق کہلائیگا ورنہ کاذب۔

۵۔ عہد کی سچائی یہ ہے کہ انسان نے جس کام کے پورا کرنے کا عہد کیا حتی المقدور اوسمین کوشش کرے اور جب تک اپنے عہد کو وفا نہ کرلے سعی وکوشش سے باز نہ رہے۔

۶۔ عمل کی سچائی یہ ہے کہ انسان اپنے کامون مین تکلف اور بناوٹ نکرے اپنی حالت کو اورونکی نظرمین ایسے نہ دکہاوے جیسے کہ حقیقت مین نہین ہے۔ مثلاً کوئی شخص عالم نہو اور عالمون کی سی طرز وروش اس غرض سے اختیار کرے کہ وہ لوگون کے نزدیک عالم سمجہا جائے تو ایسا شخص گو زبان سے جہوٹہہ نہین بولتا مگر عملاً کاذب ہے ع

کرو ہی ظاہر کہ ہے جو کچہہ کہ تو

یہ بات یادرکہنے کے قابل ہے کہ سب خرابیان پہلے گناہ سے پیدا ہوتی ہین۔ اگر ہم پہلے ہی جہوٹہہ کو روکین تو اور آیندہ کے جہوٹہہ رک سکتے ہین۔ اگر پہلے دفعہ کوئی لفظ بد زبان سے نہ نکالین تو آیندہ کوبہی بُری بات ہمارے مُنہ سے نہ نکلیگی۔ چنانچہ ایک تذکرہ جس سے اِس کلام کی تصدیق ہوتی ہے یہان درج ہے۔ **حکایت**۔ ایک لڑکا جیمس نامی کسی سوداگر کے یہان نوکر تہا اور بہ سبب اپنی دیانت کے ابتدامین آقا کی نظرمین بہت عزیز تہا ایک روز جیمس کسی اپنے ملاقاتی کے مکان پرگیا اوسنے بڑہ اتحاد ایک گلاس شراب کا تواضع کیا۔ دوسرے روز وہ شخص جیمس کے مکان پر آیا اوسوقت اوسکا آقا موجود نہ تہا جیمس نے بہی ایک ساغر شراب کا اوس دوست کے آگے رکہا مگر جلدی مین جس پیپے سے شراب نکالی تہی اوسکا مُنہ اچہی طرح سے بند نہ کیا۔ تہوڑی تہوڑی شراب اوس سے ٹپکتی رہی۔ سوداگر جو اوسطرف ہوکر نکلا یہ کیفیت دیکہکر جیمس سے پوچہنے لگا کہ کیا تم نے اِس پیپے کو کہولا تہا جیمس پہلے تو کچہہ رکا اور پہر جواب دیا کہ نہین صاحب۔ اوسکے آقا کو اِس جواب سے شک ہوا خاموش ہورہا۔ دوسرے روز وہ دوست جیمس کا آیا اور اوسکے آقا سے کہا کہ جیمس شراب مین سے کل جیمس نے مجہکو ایک ساغر پلایا تہا اوسی قسم کا ایک پیپا مجہکو درکار ہے اگر قیمت دو تو مہربانی ہو وہ یہ کلمہ سُنکر تامل سے جیمس کیطرف دیکہنے لگا۔ جیمس نے پہر اپنے دوست

سے جاکر خفیہ کہا کہ تم ہمارے آقا سے یہ کہدینا کہ شراب میں نے خود پیپے سے نکال لی تھی اوس کے دوست نے
اس بات کو اِس شرط پر قبول کیا کہ وہ اوسکی دعوت بڑی تکلف کے ساتھ کرے جیمس نے قرض لیکر
دعوت کی - اور سوداگر کی دوکان کے روپیہ مین سے روپیہ چرا کر قرضہ ادا کیا - بعد دعوت کے ایک روز
اوسکے دوست نے جیمس کو جوا کھیلنے کو بلایا اوسنے پہلے تو انکار کیا لیکن پہر یہ خیال کیا کہ شاید جوئے
کے فائدے سے چرایا ہوا روپیہ ادا ہو جاوے - دوست کے یہان جا کر جوا کھیلنے لگا اور جو روپیہ دوکان
کا لیگیا تھا وہ سب ہار گیا - غرض ہمیشہ اسی امید پر کہ شاید ابکی بار جیت جاؤن اور کل روپیہ دوکان کا پورا
کرسکون جوا کھیلتا رہا اور ہارتا رہا یہانتک کہ سوداگر کی دوکان کا روپیہ بالکل ہار گیا بعدہ اوسکو گرفتاری
کا خوف ہوا اور اوس سے بچنے کیواسطے اوسنے آقا کا پانچ سو روپیہ اور جو صندوق مین بند تھا چرا لیا
کہ اوس سے جوا کھیلے اور اگلا پچھلا سب روپیہ ادا کرے اور ایک مرتبہ اور تقدیر کو آزماوے آخر کار وہ
بھی ہار گیا اور اسپر بھی یہ فریب کیا کہ بنک گھر مین اوسکے آقا کا کچھہ روپیہ جمع تھا اوسکے لینے کیواسطے ایک
جعلی رقعہ آقا کے دستخط کا بنایا اور بنک گھر مین وصول زر کیواسطے گیا وہان جعل ثابت ہوا اور گرفتار ہوا اور
بعد تحقیقات دایم الحبس ہو گیا - پس خیال کرنا چاہیئے کہ اگر پہلے ہی سچ بولتا تو اِن آفات مین مبتلا نہوتا
دروغ - بے فروغ تمام انام سے مقبوح و مکروہ ہے خاصکر سلاطین سے مذموم تر کیونکہ سلطان کو ظل اللہ
یعنی سایۂ خدا کہتے ہین اور ذات خدا صادق - پس صادق کا سایہ صادق اور راست کا سایہ راست
چاہیئے نہ کج - چنانچہ مسترشد خلیفہ نے اپنے لڑکے کے وصیت نامہ مین لکہا تہا کہ اگر منظور
ہو کہ لوگ تجہسے ڈرین تو جہوٹ مت بول کیونکہ جہوٹے لوگ بے رعب ہوتے ہین اور اگر ہزار تلوارین کسی
امیر کے لشکر مین چلین اور تیغ زبان اوسکی جوہر صدق نہ رکہتی ہو تو نظر خلایق مین وہ شخص کچہہ صاحب
شکوہ نہ معلوم ہوگا - حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح اپنے لڑکپن کی ایک نقل سے کس خوبی
اور آسانی کے ساتہہ ہم لوگون کو سچ بولنے کا شوق دلاتے ہین کہ جب حضرت نے اپنی والدہ سے بغداد
جانیکے واسطے رخصت چاہی تو اونہون نے گریہ و زاری کی اور اسّی دینار کی ایک تہیلی نکالدی
اور کہا کہ اے بیٹا تیرا ایک بہائی اور بہی ہے اسلئے تو اسکا آدہا چالیس ۴۰ دینار لیجا خبردار کسی کسی سے

جہوٹ مت بولنا۔ بعد اسکے رخصت دی اور کہا لو خدا حافظ اب ہمارا ملنا قیامت مین ہوگا غرض وہانسے
کوچ کرکے وہ خیر و عافیت سے مقام ہمدان تک پہونچے اتفاقاً اونکا وہان قافلہ لٹیرون سے لوٹا
گیا۔ اوسوقت ایک ڈاکو نے حضرت سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے جواب دیا کہ چالیس دینار
ہین۔ ڈاکو نے خیال کیا کہ یہ لڑکا ہنسی کرتا ہے پہر دوسرے نے وہی بات پوچھی اوسنے بہی ویساہی
جواب پایا۔ جب قافلہ لوٹ کر وہ لوگ آپسمین مال اسباب کا حصہ کرنے لگے تو اوس لڑکے کو
سردار کے پاس لیگئے چنانچہ سردار نے بہی پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے حضرت نے
جواب دیا کہ مین تو تمہارے دو آدمیون سے کہہ چکا ہون کہ میرے کپڑے مین چالیس دینار سیے
ہوئے ہین۔ سردار نے کپڑے کو اودہیڑ کر دیکہا تو چالیسون دینار نکل آئے۔ تب سردار نہایت
حیرت مین آیا اور پوچہا کہ جس چیز کو تمنے اس حفاظت سے چہپایا اوسکو اس طور سے کیون
ظاہر کر دیا تب حضرت شیخ نے کہا کہ ہمنے والدہ سے قول کر لیا ہے کہ ہم کبہی جہوٹ نہین
بولینگے پہر کسطرح جہوٹہ بولتے۔ تب تو یہ بات سنکر سردار بولا کہ اے لڑکے تو اس چہوٹی
سی عمر مین اپنی والدہ کو اس قدر مانتا ہے۔ مین اتنی بڑی ڈاڑہی سفید ہونے پر بہی اپنے حقتعالے
کا جو میرا اصلی باپ ہے حق ادا نہین کر سکتا۔ پس اتنا کہنے کے بعد وہ سردار بولا کہ اے لڑکے اب
مینے بہی اپنے اعمال سے توبہ کی چنانچہ اوسنے ویسا ہی کیا۔ پہر تو اوس سردار کے ساتہیون کے
دل مین بہی اس ماجرے کے دیکہنے سے ایسا اثر ہوا کہ اوسیوقت سب نے اوسکے ہاتہہ پر توبہ
کی اور لوٹ کا سارا اسباب مال قافلے والون کو پہیر دیا۔ **حکایت۔** حجاج ظالم ایک
گروہ کے قتل پر مستعد ہوا۔ ایک نے جماعت مین سے کہا کہ اے امیر مجہے قتل نکر کہ میرا حق تیرے
اوپر ثابت ہے پوچہا وہ کیا ہے کہا کہ تیرا فلان دشمن تجہے برا کہتا اور گالیان دیتا تہا مینے اوسکو
منع کیا۔ حجاج نے پوچہا کوئی گواہ ہے اوسنے دوسرے قیدی کی طرف اشارہ کیا۔ اوسنے گواہی
دی کہ میرے سامنے منع کیا ہے حجاج نے اس قیدی سے جو گواہ تہا کہا کہ تو نے کیون نہین منع
کیا۔ جواب دیا کہ تو میرا دشمن ہے دشمن کی بہی کوئی طرفداری کرتا ہے۔ حجاج نے دونون کو چہوڑ دیا





سے جاکر خفیہ کہا کہ تم ہمارے آقا سے یہ کہدینا کہ شراب مینے خود پیپے سے نکال لی تھی اوس کے دوست نے
اِس بات کو اِس شرط پر قبول کیا کہ وہ اوسکی دعوت بڑی تکلف کے ساتھ کرے جیمس نے قرض لیکر
دعوت کی ۔ اور سوداگر کی دوکان کے روپیہ مین سے روپیہ چراکر قرضہ ادا کیا۔ بعد دعوت کے ایک روز
اوسکے دوست نے جیمس کو جوا کھیلنے کو بلایا اوسنے پہلے تو انکار کیا لیکن پہر یہ خیال کیا کہ شاید جوئے
کے فائدے سے چرایا ہوا روپیہ ادا ہوجاوے ۔ دوست کے یہان جاکر جوا کھیلنے لگا اور جو روپیہ دوکان
کا لگیا تھا وہ سب ہارگیا۔ غرض ہمیشہ اسی امید پر کہ شاید ابکی بار جیت جاؤن اور کل روپیہ دوکان کا پورا
کرسکون جوا کھیلتا رہا اور ہارتا رہا یہانتک کہ سوداگر کی دوکان کا روپیہ بالکل ہارگیا بعدہ اوسکو گرفتاری
کا خوف ہوا اور اوس سے بچنے کیواسطے اوسنے آقا کا پانچ سو روپیہ اور جو صندوق مین بند تھا چرلیا
کہ اوس سے جوا کھیلے اور اگلا پچھلا سب روپیہ ادا کرے اور ایک مرتبہ اور تقدیر کو آزماوے آخرکار وہ
بھی ہارگیا اور اسپر بھی یہ فریب کیا کہ بنک گھر مین اوسکے آقا کا کچھہ روپیہ جمع تھا اوسکے لینے کیواسطے ایک
جعلی رقعہ آقا کے دستخط کا بنایا اور بنک گھر مین وصول زر کیواسطے گیا وہان جعل ثابت ہوا اور گرفتار ہوا اور
بعد تحقیقات دایم الحبس ہوگیا۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ اگر پہلے ہی سچ بولتا تو اِن آفات مین مبتلا نہوتا
دروغ بے فروغ تمام انام سے مقبوح و مکروہ ہے خاصکر سلاطین سے مذموم تر کیونکہ سلطان کو ظل اللہ
یعنی سایۂ خدا کہتے ہین اور ذات خدا صادق۔ پس صادق کا سایہ صادق اور راست کا سایہ راست
چاہیے نہ کج۔ چنانچہ مسترشد خلیفہ نے اپنے لڑکے کے وصیت نامہ مین لکھا تھا کہ اگر منظور
ہو کہ لوگ تجھسے ڈرین تو جھوٹ مت بول کیونکہ جھوٹے لوگ بے رعب ہوتے ہین اور اگر ہزار تلوارین کسی
امیر کے لشکر مین چلین اور تیغ زبان اوسکی جوہر صدق نہ رکھتی ہو تو نظر خلایق مین وہ شخص کچھہ صاحب
شکوہ نہ معلوم ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح اپنے لڑکپن کی ایک نقل سے کس خوبی
اور آسانی کے ساتھہ ہم لوگون کو سچ بولنے کا شوق دلاتے ہین کہ جب حضرت نے اپنی والدہ سے بغداد
جانیکے واسطے رخصت چاہی تو اونہون نے گریہ و زاری کی اور اسی دینار کی ایک تھیلی نکالدی
اور کہا کہ اے بیٹا تیرا ایک بھائی اور بھی ہے اسلئے تو اسکا آدھا چالیس دینار لیجا خبردار کبھی کسی سے

جھوٹ مت بولنا۔ بعد اسکے رخصت دی اور کہا لو خدا حافظ اب ہمارا ملنا قیامت مین ہوگا غرض وہانسے
کوچ کرکے وہ خیر و عافیت سے مقام ہمدان تک پہونچے اتفاقاً اونکا وہان قافلہ لٹیرون سے لوٹا
گیا۔ اوسوقت ایک ڈاکو نے حضرت سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے جواب دیا کہ چالیس دینار
ہین۔ ڈاکو نے خیال کیا کہ یہ لڑکا ہنسی کرتا ہے پہر دوسرے نے وہی بات پوچھی اوسنے بہی ویساہی
جواب پایا۔ جب قافلہ لوٹ کر وہ لوگ آپسمین مال اسباب کا حصہ کرنے لگے تو اوس لڑکے کو
سردار کے پاس لیگئے چنانچہ سردار نے بہی پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے حضرت نے
جواب دیا کہ مین تو تمہارے دو آدمیون سے کہہ چکا ہون کہ میرے کپڑے مین چالیس دینار سیے
ہوئے ہین۔ سردار نے کپڑے کو اودہیڑ کر دیکہا تو چالیسون دینار نکل آئے۔ تب سردار نہایت
حیرت مین آیا اور پوچہا کہ جس چیز کو تمنے اس حفاظت سے چہپایا اوسکو اس طور سے کیون
ظاہر کر دیا تب حضرت شیخ نے کہا کہ ہمنے والدہ سے قول کرلیا ہے کہ ہم کبہی جہوٹ نہین
بولینگے پہر کسطرح جہوٹہہ بولتے۔ تب تو یہ بات سنکر سردار بولا کہ اے لڑکے تو اس چہوٹی
سی عمر مین اپنی والدہ کو اس قدر مانتا ہے۔ مین اتنی بڑی ڈاڑہی سفید ہونے پر بہی اپنے حقتعالے
کا جو میرا اصلی باپ ہے حق ادا نہین کرسکتا۔ پس اتنا کہنے کے بعد وہ سردار بولا کہ اے لڑکے اب
مینے بہی اپنے اعمال سے توبہ کی چنانچہ اوسنے ویسا ہی کیا۔ پہر تو اوس سردار کے ساتہیون کے
دل مین بہی اس ماجرے کے دیکہنے سے ایسا اثر ہوا کہ اوسیوقت سب نے اوسکے ہاتہہ پر توبہ
کی اور لوٹ کا سارا اسباب مال قافلے والون کو پہیر دیا۔ **حکایت**۔ **حجاج** ظالم ایک
گروہ کے قتل پر مستعد ہوا۔ ایک نے جماعت مین سے کہا کہ اے امیر مجہے قتل نکر کہ میرا حق تیرے
اوپر ثابت ہے پوچہا وہ کیا ہے کہا کہ تیرا فلان دشمن تجہے برا کہتا اور گالیان دیتا تہا مینے اوسکو
منع کیا۔ **حجاج** نے پوچہا کوئی گواہ ہے اوسنے دوسرے قیدی کی طرف اشارہ کیا۔ اوسنے گواہی
دی کہ میرے سامنے منع کیا ہے **حجاج** نے اس قیدی سے جو گواہ تہا کہا کہ تونے کیون نہین منع
کیا۔ جواب دیا کہ تو میرا دشمن ہے دشمن کی بہی کوئی طرفداری کرتا ہے۔ **حجاج** نے دونون کو چہوڑدیا

پہلے کو مستحق ہونے کے سبب سے اور دوسرے کو سچ بولنے پر۔ **نقل** ملک اسکاٹلنڈ مین
ابرگری ایک گانون مشہور ہے اوسمین ایک کاشتکار رہتا تہا اوسکے دو لڑکیان تہین۔ جب وہ دونون جوان
ہوگئین تب اونکے مان باپ مرگئے چہوٹی بہن کسی بات مین متہم ہونے سے ماخوذ ہوئی اور حاکم کی عدالت
مین گئی اور ثبوت جرم سے پہلے چہوٹی بہن کا وکیل بڑی بہن کے پاس آکر کہنے لگا کہ دیکہو تمہاری چہوٹی
بہن جس مقدمہ مین گرفتار ہوئی ہے کل وہ مقدمہ فیصل ہوگا اور صرف تمہاری گواہی کے اعتبار پر مقدمہ
کا فیصل ہونا موقوف ہے۔ اسلئے جس وقت تم گواہی دینے کہڑی ہوا وسوقت نہایت ہوشیاری
سے کہنا اور اگر اپنی بہن کے خلاف کہوگی تو اوسکی زندگی کی امید مت رکہو یہ بات سُنتے ہی اوسنے جواب
دیا کہ جہوٹی گواہی ہرگز نہ دونگی جو کچہہ سچ سچ حقیقت حال اور راست راست کیفیت جانتی ہون وہی
صاف صاف کہونگی اسمین جو ہونا ہو سو ہو القصہ وہ مقدمہ فیصل ہوا اور ڈیڑہ مہینے کے بعد ثبوت جرم
ہو جانے پر چہوٹی بہن کے پہانسی دینے کا حکم صادر ہوا اوسوقت بڑی بہن نہایت رنجیدہ و بیقرار ہوئی
اور ایک عرضی اوسکی نجات و مخلصی کی لکہی اور خود پیادہ پا **لندن** شہر مین جاکر سرکاری عدالت کے
افسر کو دی اوس افسر نے اوسکی محبت اور اُلفت بے انتہا بہن کیطرف دیکہکر بڑا رحم کیا پہر اوسنے بہت سا عرض
معروض کرکے اپنی بہن کے قصور کو بادشاہ سے معاف کرایا اور حکم رہائی کی نقل لیکر اپنے وطن مین آئی
اور اپنی بہن کو دکہلا کر کہنے لگی کہ دیکہو راستی اور صداقت کا انجام بہلا ہی ہوتا ہے۔ پہر اوس ملک مین اوس
کی راستی اور صداقت کی زیادہ شہرت ہوئی باوجودیکہ وہ غریب کاشتکار کی لڑکی تہی مگر اوسکا نام بڑے
بڑے لوگون مین مشہور ہوگیا اور کمال نیکنامی کے ساتہہ یادگار رہا۔ **نکتہ**۔ سات آدمی کا بیان راست
بہی دروغ نظر آتا ہے۔ ایک شیخی باز بہادر جو بدن پر زخم نہ رکہتا ہو۔ دوسرے کم تقریر عالم جو لاف علم مارے
اور بحث سے ڈرے۔ تیسرے زاہد فربہ جو اظہار ریاضت کرے۔ چوتہے پیر ضعیف جو جوانی کے زور کا
حال بڑہاپے مین بیان کرے۔ پانچوین محتاج آدمی جو اپنی تونگری کا حال مفلسی مین کہے۔ چہٹے جوان عورت
جو مردون کے مجمع مین رہے اور اظہار پارسائی کرے۔ ساتوین بیوہ عورت جو بنی ٹہنی رہے اور دوسرا
خاوند کرنے سے انکار کرے۔ **نکتہ**۔ نامعتبر کی معتبر بات بہی نامعتبر خیال کی جاتی ہے

اور معتبر کی نامعتبر بات بہی معتبر سمجھی جاتی ہے۔ نکتہ۔ مصلحت کے ساتھ جھوٹھ بولنا فتنہ پردازی کی راست گوئی سے بہتر ہے۔

امانت وہ امر ہے کہ واقع ہو درمیان دو شخصون کے اور تیسرا اوسپر واقف نہو سکے بغیر اطلاع کرنے کے اور دیانت اوسی امر کی نگہبانی کا نام ہے۔ امانت اور دیانت اخلاق کے بڑے رکن ہین اور انسان کے ہر قول و فعل پر اگر لحاظ کیا جاوے تو اوس کے ایک طرف امانت اور دوسری طرف خیانت ہے۔ جب امانت کی شرط ادا نہ کرے گا تو خیانت واقع ہوگی۔ اور جو چیز خدا نے بندے کو عطا کی ہے وہ مثل امانت کے ہے کہ اوسمین خیانت روا نہین۔ مثلاً آنکھہ ایک امانت ہے خدا کی صنعت دیکھنے اور کتاب کے مطالعہ کرنیکے واسطے۔ اور کان ایک امانت ہے سچ بات اور فریاد سننے کے واسطے۔ اور زبان ایک امانت ہے خدا کا ذکر کرنے اور سچ بولنے کیواسطے۔ اور ہاتہہ ایک امانت ہے خلق کو نفع پہونچانے اور نیک کام کرنیکے واسطے۔ پس جو کوئی نادیدنی شے دیکھے یا ناشُنیدنی سُنے یا جھوٹھ بولے یا کسیکو ہاتہہ سے ایذا یا تکلیف دے وہ بیشک خدا کی امانت مین خیانت کرتا ہے۔ اِس موقع پر دو ایک حکایتین اِس برگزیدہ وصف کی نظیر ہین۔ **حکایت**۔ ولایت مین ایک امیر مسافر ایک رات کسی کسان کے گہر اوترا صبح جب وہان سے روانہ ہوا اوسکو معلوم ہوا کہ اوس کی دو سَو اشرفی کی تہیلی کہین گُم ہوگئی۔ پہر اوسے فرصت نہ ملی کہ جاکر اوسکی تلاش کرے اوس کے چلے جانے کے بعد کسان کے بیٹے نے اوس تہیلی کو راہ مین پایا اور اپنے باپ کو خبر دی اوس کے باپ نے جاکر تہیلی کو دیکہا مگر اوٹھایا نہین اور اپنے بیٹے سے اوسپر لکڑی اور گھاس رکھوا دی تاکہ کوئی دوسرا نہ لیوے۔ چار پانچ مہینے کے بعد پہر وہی امیر اوسی کسان کے گہر اوترا اور کسان نے اوسکو نہ پہچانا اوس امیر نے ذکر کیا کہ اِسی مقام پر کہین میرا بڑا نقصان ہوا ہے۔ کسان نے یہ بات سنکر اوسپر نظر کی اور پہچانا بعد فوراً اوسکو شکر کہا کہ بہت بہتر ہوا کہ آپ آئے جہان آپ کی تہیلی ہے وہ جگہ میرا بیٹا بتادیگا۔ ابہی تک کسیکا ہاتہہ اوسپر نہین لگا ہے ہمنے اوسکو چھپا رکہا ہے۔ پس اوس کے لڑکے نے وہ مقام جہان اوسکی تہیلی رکھی تہی بتایا اور اوس امیر نے اپنی تہیلی معہ اوسیقدر اشرفیون کے

جتنی اوسمین تہین اوٹہالی اور اونکی دیانت کی تعریف کرتا ہوا رخصت ہوا۔ **نقل** - ملک **فرانس** مین ایک بڑہیا نہایت ایماندار اور غریب عیالدار تہی ایک نیک مرد اوسکا رفیق تہا وہ جب سفر کو جانے لگا اوسنے اوسوقت اپنے دو تین ہزار روپیہ بڑہیا کو سونپ دئے۔ اور کہدیا کہ اگر تجہکو خواہش ہو تو اس مین سے خرچ کیجو کسواسطے کہ میرے کوئی اولاد نہین ہے اور مین اگر مر گیا تو یہ روپیہ تیرا ہے یہ بات سمجہا کر وہ آدمی سفر کو چلا گیا - بڑہیا اپنے ایمان پر تہی کبہی خرچ کی تکلیف ہوتی تو بہی اوس روپیہ کو نہ چہوتی اور اوسکو بڑی حفاظت سے رکہتی اور ہمیشہ اوسکو یاد کرکے کہتی کہ اگر اپنا روپیہ ساتہہ لیجاتا تو بہتر تہا - اب پانچ چہہ سال کا عرصہ گذر گیا ہے اوسکا کچہہ سراغ نہین کہ کہان گیا ہے پہر کچہہ دن بعد معلوم ہوا کہ وہ مر گیا تب اوسکو نہایت رنج اور تردد ہوا **بیت**

لگی کرنے افسوس ململکے ہاتہہ — کہ یہ موت نے کیا کیا اوس کے ساتہہ

اور تاسف کرکے کہنے لگی کہ اوسکے روپیہ کو کیا کرون - اگر اوسکے عیال و اطفال نہین ہین تو کوئی قرض دینے والا اوسکا ہوگا تجسس اور تلاش سے ایسا پتہ لگا کہ ملک **فرانس** مین اوسکے زن و فرزند رہتے ہین - یہ بات سنتے ہی اونکو ایک خط اس مضمون کا لکہا کہ میرے پاس تمہارا باپ اپنا روپیہ رکہہ گیا ہے اوسکو آکر لیجاؤ - اوس خط کو پڑہکر اوسکے لڑکے بالے نہایت خوش ہوئے کیونکہ اوسوقت بڑی مفلسی کے دریا مین غوطہ کہا رہے تہے اور اس روپیہ کی اونکو خبر نہ تہی وہ لوگ وہان آئے اور بڑہیا نے وہ سب روپیے اونکو دے دئے - تب اوس مرد کی عورت اوسمین سے کچہہ بڑہیا کو دینے لگی مگر اوسنے نہ لیا اور صاف کہدیا کہ اسمین سے ایک کوڑی بہی نہ لونگی مجہکو یہی کرنا واجب تہا کہ میرا رفیق جو تیرا شوہر تہا اوسکے خاندان مین میری ناموری رہے -

نقل - شہر **لسبتن** مین سنہ سترہ سو سولہ ۱۷۱۶ مین ایک غریب بڑہیا بہت دنون تک بادشاہ کے دربار مین جانیکا قصد کرتی رہی مگر دربان اوسکو اندر جانے نہ دیتے اسلئے وہ بادشاہ کے پاس تک نہ پہونچ سکتی تہی ایک دن جب بادشاہ کی سواری باہر نکلی بڑہیا چلا کر رونے لگی کہ جہان پناہ میری عرض سنئے کہ جب پارسال زلزلہ آیا تہا اوسوقت بڑی بڑی حویلیان گر پڑی تہین اونمین سے ایک

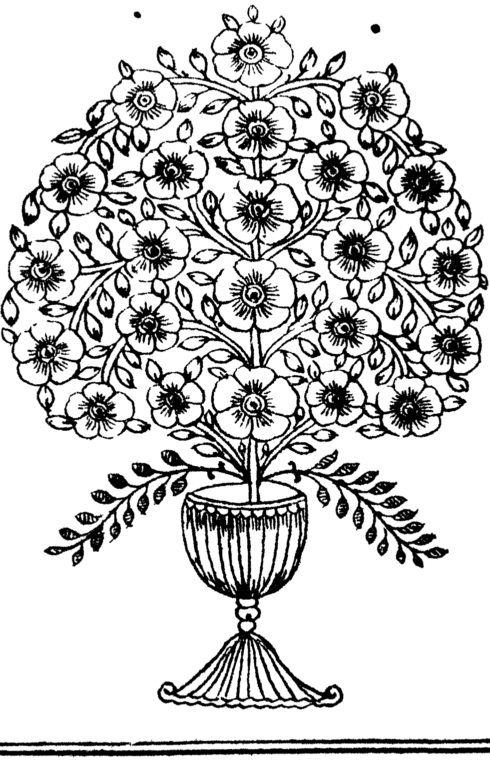
حویلی مین مجھے تھیلی جواہرات کی ملی اس حالت مفلسی مین میرے چار لڑکے ہین مگر اوس مال کے چھونے کو میرا دل نہین چاہتا کہ اس سے میری مفلسی دور ہو جائے کیونکہ پرائی دولت کے لینے سے گداگری کرکے پیٹ بھرنا خوب ہے جیسا کسی کا قول ہے **بیت**

نہ کر تو نگہ مال اغیار پر
گدائی سے اپنا شکم سیر کر

اسلئے آپ مہربانی فرما کر یہ زر لیجئے اور تلاش کرنے سے اگر اوسکا مالک دستیاب ہو تو اوسکو دیجئے یہ بات سُنکر بادشاہ نے دیکھا کہ وہ تھیلی جواہرات سے لبریز تھی تب اوس بڑھیا کی صداقت وامانت پر از بس تحسین وآفرین کی **ابیات**

صداقت کو اوسکی سراہا بہت
امانت کا طور اوس کی بھایا بہت
زمین اوس کو ایک گانو کی بخشدی
کہ وہ پشت در پشت کھاتی رہی

اور اسکے مالک کی تلاش کروائی مگر جب کوئی مالک نہ ملا تب وہ دولت اوسی بڑھیا کو دیدی۔ مقام غور ہے کہ ایمانداری اور راستی سے اوس بڑھیا اور اوسکی آل واولاد کا کس قدر بھلا ہوا۔



جوہر اٹھارہوان

ہوس و حسد و طمع کی مذمت اور قناعت کی تعریف مین

حسد ایک بلاے عظیم ہے کہ اوس سے رہائی دشوار ہے تاوقتیکہ حاسد مرے یا محسود یعنی جسپر حسد کیا جائے۔ عقلمندون نے کہا ہے کہ حسد وہ شے ہے کہ جس کسی مین ہو وہ دوسرے کی دولت زائل ہونیکی آرزو کرے خواہ وہ اوسے ملے یا نہ ملے۔ پس اگر سبب اوسکا خواہش اوس کی ہو کہ وہ نعمت اوسے حاصل ہو تو یہ قوت شہوی کی مشارکت سے ہوتا ہے اور جو باعث اوسکا فقط یہی ہو کہ محسود کو دُکھہ پہونچے تو قوت غضبی کے رذائل سے ہے اور یہ مرض سب مرضون سے نہایت بد ہے اسلئے کہ حاسد پرائی بہتری اور فراغت سے ملول ہوتا ہے اور کبھی نعمت الٓہی اہل عالم سے منقطع نہین ہوتی۔ پس حُزن و الم اوس کا کبھی منقطع نہین ہوتا اور حسد کی نوعون مین سے بدترین حسد وہ ہے کہ علما کے درمیان ہو کیونکہ اسباب دنیاوی آدمیون کے تنازعہ کے باعث مین تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کو دولت نہین حاصل ہوتی ہے بغیر اسکے کہ دوسرے سے زائل ہونی متصور نہین ہوتی بخلاف علم کے کیونکہ وہ اِس عیب سے منزّا ہے یعنی یہ ممکن نہین کہ ایک شخص کا علم دوسرا حاصل کرکے اوسکو بے علم کردے۔

ہوس کا سلسلہ کبھی ختم نہین ہوتا

بے رحم زمانہ کی چھریون نے آج تک جتنے سینے چاک کئے ہین سب مین ایک نہ ایک ہوس ضرور تھی جسے وہ سب کلیجے سے لگائے پڑے قبرون مین سو رہے ہین باغ ہستی کے پودے ایسے بے انتہا عجیب پھولون سے لدے ہوئے ہین کہ دامن آرزو بڑہ بڑہ کر پہیلتا ہے مگر اون سب کو نہین لے سکتا ہے انہین پہولون کو چنتے چنتے تمام عمرین تمام ہوگئین مگر بہت سے پھول ایسے تھے کہ رہ گئے۔ بنے تو کیونکر دامن تنگ اور پہول بہت۔ جدہر نگاہ اوٹھائی نیرنگی زمانہ نے ہزارون پہول کھلا رکھے ہین۔ آرزو ہے کہ ایک بھی باقی نہ رہے۔ باغ ہستی کی جو کچھہ بہار ہے وہ سب ہم ہی لوٹ لین دوسرے کے لئے ٹہنیان ہی رہجائین کبھی عمر کی شکایت کرین کہ تنگی دامان کی ایک مصیبت ہو تو بیان کیجائے ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار گلچینِ بہارِ تو ز دامان گلہ دارد

عجب بات ہے کہ چاہے مقصد وہی ہو اور چاہے نامرادی مگر ہوس بڑہتی ہی چلی جاتی ہے۔ آرزو کبھی پورا ہونیکا نام ہی نہین لیتی ہے۔ اگلی حالت سے کتنا صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امید نہ تھی جو بر نہ آئی ہو۔ مگر جو جو امید بر آتی گئی وہ وہ ہوس بڑہتی گئی۔ دوسری حالت اوس سے زیادہ حسرتناک ہے کہ مایوسی پر مایوسی نصیب ہو رہی ہے دہوکے پر دہوکہ ہوتا ہے مگر ایک موہوم امید ہے کہ جو ہوس کو اپنے ساتھہ لئے پہرتی ہے۔ جب ایسی مقصدوری اور اِس طرح کی مایوسی بھی سلسلہ ہوس کو نہ تمام کرسکے تو پہر بہلا کوئی کیونکر کہہ سکتا ہے کہ کسی وقت ہوس پوری ہوگی۔ جس نے کہا ہو مگر ٹھیک کہا ہے ؎

ہوس از سرم بیک سر موز رفت سیاہی ز مو رفت و از رو نرفت

ذرا گذشتہ تواریخ پر نگاہ ڈالئے دیکھئے ہوس نے کیسی کیسی مقصدوری کے بعد بھی آرزومند رکھا۔ **سکندر اعظم** کی بڑہی بڑہی فتحمندیون کا خیال کرکے اوس کی اوس حالت پر نگاہ ڈالئے جب وہ دریائے **ستلج** پر کھڑا فوج سے کہہ رہا تہا کہ آگے بڑہنا چاہیئے اور منزلون کی تھکی ماندی

فوج کہہ رہی تہی کہ ہم آگے نہ جائینگے ہم بہت تہک گئے ہین۔ سکندر نے مقصد وری کا وہ حصہ پایا تہا کہ جو شاید دنیا مین کسیکو نصیب نہین ہوا۔ پر اسپر بہی اوسکو ہندوستان فتح کرنیکے لئے ہوس باقی رہگئی۔ تمام بادشاہان اولوالعزم کی پوری عمر اگرچہ ملک گیری اور فوج کشی ہی مین گذر گئی ہزارون شہر فتح کر لئے مگر ہوس نے نہ چہوڑنا تہا نہ چہوڑا ایسی سکتے ہوئے مرے کہ زندہ رہتے تو فلان شہر اور فتح کر لیتے۔ مرتا تو خیر کسی نہ کسی ہوس کے ساتہہ ہوتا ہے مگر جب کسی شہر کو فتح کیا ہنوز پوری طرح تسلط نکرنے پائے تہے کہ یہ خیال پیدا ہوا کہ زندہ ہین تو دیکہو اوسے بہی فتح کئے لیتے ہین۔ یہان سے بہی چلئے تمام عقلا کا قاعدہ رہا ہے کہ ایک علم کو حاصل کیا تو دوسرے علم کا شوق ہوا اوسمین بہی کامیابی ہوئی تو تیسرے علم کی طرف جہکے۔ غرض یہ سلسلہ کبہی ختم ہونیکو نہین آتا۔ اور سب سے بڑہکر یہ حیرت انگیز معاملہ ہے کہ مختلف قسم کی ہوسین نہین ہوتین جدہر کو رخ ہے اوسیطرف کو آرزوئین وسعت کے ساتہہ پہیلتی جاتی ہین اور ہوس کو ترقی دیتی جاتی ہین۔ جتنی آرزوئین نکلتی ہین اوس سے زیادہ پیدا ہو جاتی ہین۔ ایک ہوس پوری نہین ہونے پائی کہ دس اور پیدا ہو گئین۔ قدرت نے زمانہ کی ترقیون کو اس لئے غیر محدود کر رکہا ہے کہ ہوس بڑہتی جاے۔ عمر نوح بہی ہو تو تمام ہو جائے مگر آرزون کا سلسلہ جو ہوس کو ترقی دے رہا ہے کبہی ختم ہونیکو نہ آئے۔ سب ہوسین تو ہوتی ہین مگر وہ ہوس نہایت مایوسانہ ہوتی ہے جو کسی بستر مرگ پر دم توڑنے والے کی نگاہ سے آشکارہ ہوتی ہے۔ ایک اوکہڑتی ہوئی سانس کو سنبہال کر کسی کا یہ کہنا کہ آرزو تہی کہ اپنے بیٹے کی شادی اپنی آنکہہ سے دیکہین گے ستم ڈہا دیتا ہے۔ پہر کسیکو اتنی تاب نہین رہتی کہ اتنا جملہ اوس حسرت نصیب منہ سے سنکر بیچین دل کو سبہال لے۔ ہوس کی ترقی معمولاً اس طور پر ہوا کرتی ہے کہ یک بیک بہت سی آرزوئین دل مین ہجوم کرکے پریشان کر دیتی ہین کہ کس کے لئے فکر کرین۔ انسانی طبیعت اوسکی عادی نہین کہ ایک وقت مین بہت سے کام کر سکے اور نہ یہ ممکن ہے۔ پس ایک بلا کی اولجہن پیدا ہو جاتی ہے جس سے کسی طور چہٹکارا ممکن نہین ہوتا دل گہبرا اوٹہتا ہے کہ وہ کسطرف توجہ کرے ایک طرف متوجہ ہوتا ہے تو ہوس کہنے لگتی ہے نہین یہ بہی۔ ایسی حالت مین ہم سمجہتے ہین کہ انسان کو ایک نہایت ہی شدید مستقل

مزاجی سے کام لینے کی ضرورت ہے وہ ہوس کے لئے بے انتہا فرمائشون مین نہ پڑے بلکہ جن امور کو
ضروری سمجھے پہلے اُن ہی کی تحصیل کی فکر کرے ہان اگر اونمین پوری کامیابی ہوجائے تو اور طرف متوجہ
ہونے مین کچھ مضائقہ نہین۔ یہ کبھی ارادہ نہ کرے کہ تمام ہوسون کو ساتھہ ہی پورا کرلے یہ ارادہ کیا
اور گیا گذرا۔ وہی وقت اس امر کے یقین کر لینے کا موقع دیتا ہے کہ کچھہ بھی نہ حاصل ہوگا جب ایک
دل بے انتہا ہوسون کی خاطرداری مین بے فائدہ کوشش کرکے کل خواہشون کے حاصل کرلینے پر
آمادہ ہوجاتا ہے۔ اس ہوس کی بدولت ہر انسان کے دل مین کمالات اور ترقیات کے حاصل کرنیکا
جوش ضرور پیدا ہوا کرتا ہے مگر کامیابی کا یہ زبردست اصول تھا کہ لوگون نے متانت کے ساتھہ ہوس کا
کو تسلی دے دیکر اور بہلا بہلا کر رکھا اور دل کو کسی خاص جانب متوجہ کردیا تمام ترقی پسند دنیا کی خوشنما
دل چسپیان اسی حکمت عملی کا نمونہ ہین اور جن لوگون سے کچھہ نہ ہوسکا وہ وہی لوگ تھے جنہون
نے اپنی نفسانی ہوس کی فرمانبرداری مین ہر شوق کے پورا کرنے کی کوشش کی اور ساری کوششین
رائگان ہوئین۔ سب سے بڑا اس امر کا باعث یہ ہے کہ لوگ عموماً سب کے سب دنیا سے بے اپنی ہوسون
کے پورا کئے چلے جاتے ہین۔ اِس مقام سے یہ نتیجہ حاصل ہوسکتا ہے کہ دو صورتون سے خالی نہین ہے
یا تو انسان چاہتا ہے کہ کل ہوسین پوری ہون یا یہ چاہتا ہے کہ متانت کے ساتھہ علی الترتیب یکے
بادیگرے اپنی آرزوون کے برلانے کی کوشش کرے پہلی حالت مین اوسنے ہوسون کے پورا کرنے
مین ایسی بے سلیقگی کی کہ کسیکا بھی حاصل ہونا اوسکو نصیب نہوا۔ اور سب ہوسون کے رہجانے کے
باعث سے وہ نہایت ہی آرزومندانہ حالت مین موت سے دوچار ہوا دوسری حالت مین گو اوس کی
کوشش بیکار نہین ہوئی مگر جس ہوس یا جن ہوسون مین اوسکو کامیابی ہوگئی صرف اونھین امور مین
وہ اپنے تئین فارغ البال ثابت کرسکتا ہے مگر تمام اور ہوسین جنکے ہجوم سے سینے مین ایک آمس پیدا
ہوگئی تھی کہان نکل سکین اور کیونکر نکل سکتی تھین جبکہ عمر ہوسون کی کثرت کی حیثیت سے بہت کم ہے
بس اسی باعث سے ذوفنون لوگ اور تمام دنیا کے بسنے والے جب زمین کو چھوڑتے ہین تو اپنے تئین
ناکام و نامراد ہی پاتے ہین کوئی ایسا نہین ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے کہ اوسکی کل آرزوئین برآئی ہون۔

نقل ہے کہ ابوالفرح اپنے پوتے کو بہت عزیز رکھتا تھا اوسنے اوسکے حق مین دعا کی کہ خدایا میرا پوتا محسود ہو حاسد نہو یعنی لوگ اوسپر حسد کرین اور وہ کسی پر حسد نکرے۔ اگرچہ کیسا ہی بڑے سے بڑا آدمی کیون نہو پر کسی نہ کسی کا حسد اوسکے دل مین ضرور ہوگا۔ اور کتنا ہی چھوٹے سے چھوٹا آدمی کیون نہو پر کوئی نہ کوئی شخص ضرور اوسپر حسد رکھتا ہوگا۔ حاسد کی تین علامتین ہین۔ **ایک** حاضر ہو تو خوشامد سے پیش آئے۔ **دوسری** غائب ہو تو غیبت سے نہ چوکے **تیسری** مصیبت مین دیکھے تو خوش ہو۔ حاسد بسبب حسد کے پانچ بلاؤن مین مدام مبتلا رہتا ہے۔ **اول** حسد حاسد کی نیکیون کو اسطرح مٹاتا ہے کہ جیسے آگ سوکھی لکڑیون کو۔ **دوسرے** حاسد جو کام کرتا ہے وہ باعث حسد کے بد سرزد ہوتا ہے۔ **تیسرے** حاسد بے فائدہ غم والم مین مبتلا رہتا ہے **چوتھے** حاسد کے دل کی نیکی بسبب حسد کے سلب ہو جاتی ہے۔ **پانچوین** راحت اور نیکیون سے محروم رہتا ہے اور بدیون اور برائیون کے ساتھہ مشہور ہوتا ہے ٥

حاسد کو ایک دم نہین راحت جہان مین	رنج حسد سے جان ہے جب تک کہ جان مین

طمع حکیمون کا قول ہے کہ طمع سے دور اور متنفر رہو کیونکہ انسان کی زندگی کچھہ بہت مال واسباب جمع کرنے پر منحصر نہین ہے اور سوائے اسکے زیادہ مقسوم سے کسی کو نہین ملتا اس صورت مین طمع کرنے مین سوائے رنج وتعب کے کچھہ حاصل نہین ہوتا۔ اِس سے یہ مراد نہین ہے کہ قطع تعلق کرکے جنگل مین بیٹھہ رہو اور کسب مت کرو اور لوگون کے دست نگر رہو کیونکہ قوت بازو سے رزق بہم پہونچانا عین مردی ہے اور قناعت اور توکل کے منافی نہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس قدر بوجہ حلال اپنی بامردی سے بہم پہونچے اوسپر شاکر رہو اور ہوس بیجا کو کام نفرماؤ۔ بزرگون نے کہا ہے کہ روپیہ کی محبت سے سب طرح کی برائیان پیدا ہوتی ہین اور طامع ہمیشہ رنج والم مین گرفتار رہتا ہے بلکہ اوسکے ایمان مین خلل آجاتا ہے۔ طمع ہی کے سبب سے انسان ہر حال مین آرام کا دشمن ہے۔ اگر گھر مین ہے تو سفر مین منفعت سمجھتا ہے اور اگر سفر مین ہے تو گھر کی طرف مراجعت کرتا ہے۔ غرض سفر اور حضر مین راحت قناعت سے بے بہرہ ہے ٥

کبھی نہ چین سے رہنے دیا تمنا نے | خراب وخستہ مین اِس دل کی آرزو سے ہوا

طمع ہی باعث مرغ وماہی کے دام مین گرفتار ہونیکی ہے۔ قانع کے نزدیک تھوڑی چیز بس ہے طامع وحریص خزانہ **قارون** سے بہی سیر نہین۔ نادان بچہ کے نزدیک کہ حرص وطمع سے پاک ہے ایک مٹھی زر ایک مٹھی خاک کے برابر ہے فقیر ایک درم پاکر آسودہ ہو جاتا ہے۔ بادشاہ ایک اقلیم لیکر بہی بس نہین کرتا۔ **حکایت**۔ **حاتم طائی** سے لوگون نے پوچہا کہ تو نے کسی کو کبھی اپنے سے زیادہ بلند ہمت دیکہا یا سنا ہے۔ کہا ہان ایک روز مینے امراے عرب کے کہانا کہلانے کے واسطے چالیس اونٹ ذبح کرائے اور مین کسی کام کیواسطے جنگل کی طرف گیا ایک لکڑہارے کو دیکہا کہ لکڑیان بہ ہزار جانفشانی جمع کر رہا ہے مینے کہا کہ تو حاتم کے پاس کیون نہین جاتا اوسکے پاس بہت سی خلقت کہانا کہانے کیواسطے جمع ہوئی ہے۔ کہا جو شخص اپنے ہاتھ پاؤن کی محنت کا کہا دیگا بہلا وہ شخص حاتم کا احسان اوٹہانے کیون جاویگا۔ ہم کو نان جوین ہی بس ہے۔ پس مینے اپنے دل مین انصاف کیا اور اوس شخص کو اپنے سے زیادہ عالی ہمت پایا۔ **نقل** ہے کہ ولایت **اٹلی** مین ایک امیر کی شادی تہی اور جملہ سامان عیش وعشرت اور تمام لوازم ضیافت جو ایسے موقع پر درکار ہوتے ہین سب مہیّا تہے صرف **مچہلی** کہ اون لوگون کو نہایت مرغوب ہوتی ہے بہم نہ پہونچی تہی۔ اکثر اوقات ماہی گیر جاتے اور سعی ومحنت کرتے مگر طغیانی آب اور طوفان سیلاب سے سب کوشش رائگان ہوتی اتفاقاً ایک روز شادی سے پیشتر ایک ماہی گیر کے دام مین ایک مچہلی نہایت عمدہ اور بڑی پہنسی وہ کمال خوشی سے اوسی امیر کے دروازہ پر لے گیا اور دریافت کیا کہ مچہلی کی ضرورت ہے یا نہین دربان حریص اور طامع تہا بولا کہ ہمارے آقا کو شادی کی ضرورت کے سبب سے مچہلی درکار ہے اور قیمت بہی خاطرخواہ ملے گی مگر مین اندر جانے نہ دونگا تاوقتیکہ نصف قیمت مچہلی کی ہمکو نہ دے گا۔ ماہی گیر نے اوسکی طلب بیجا سمجہکر انکار کردیا۔ جبکہ چارہ کار بجز اقرار نہ دیکہا ناچار قبول کیا اور اوسکی اجازت سے اندر کو چلا اور دل مین ٹہیرالیا کہ اس دربان کو ایسی گوشمالی کرنی چاہیئے کہ اوسے تمام عمر یاد رہے بالجملہ ماہی گیر نے امیر کی نظر سے وہ مچہلی گذرانی۔ امیر نے خوش ہوکر فرمایا

کہ جو قیمت طلب کریگا پاویگا۔ اوسنے عرض کیا کہ اوسکی قیمت سنکر آپکو تعجب ہوگا یعنی قیمت یہی ہے کہ تنسو کوڑے میری پیٹھ پر لگائے جاوین۔ امیر نے یہ کلام سنکر نہایت متحیر ہوا اور خیال کیا کہ یہ مذاق سے کہتا ہے لیکن جب اوسنے ایسے قول پر اوسے مُصر پایا بہت سمجھایا مگر اُسکا کہنا موثر نہوا تب معلوم ہوا کہ اسکے دماغ مین خلل ہے اور چونکہ بوجہ اشد ضرورت کے مچھلی کا واپس کرنا ممکن نہ تہا ناچار اوسی قیمت پر قبول کیا اور حکم دیا کہ جو یہ کہتا ہے اوسکی تعمیل ہمارے سامنے کرو مگر کوڑے نہایت ملائمت اور آہستگی سے لگاؤ۔ جب کہ نصف قیمت پا چکا یعنی پچاس کوڑے اوسکو پیٹھ پر لگ چکے تب ماہی گیر بولا ٹھہرو ٹھہرو اس سزا مین ایک ہمارا شریک اور بھی ہے اوسکی قیمت اوسکو ملنا چاہیئے امیر نے نہایت حیرت سے فرمایا کیا دنیا مین ایسے پاگل دو ہین اور پوچھا تیرا شریک کون ہے تاکہ اوسکو ابہی طلب کیا جاوے ماہی گیر نے جواب دیا کہ اوسکی تلاش مین آپکو بہت دور جانا نپڑے گا۔ وہ آپہی کا دربان ہے اور دروازہ پر موجود ہے۔ اوسنے مجھکو آنے ندیا تا وقتیکہ نصف قیمت دینے کا اقرار مجھسے نکرالیا۔ امیر نے حکم دیا کہ اوسکو فوراً حاضر کرو اور اوسکا حصّہ نہایت سختی اور ضرب شدید سے دو چنانچہ اوسیوقت تعمیل حکم کی گئی اور بعد وفاے شرط اس جرم پر اوس سرکار سے وہ نکالا گیا اور ماہی گیر کو بہت کچھ انعام ملا۔ **نکتہ**۔ دنیا دیر مکافات ہے۔ اگر تو نیکی کریگا لوگ تجھسے نیکی کرینگے جو تو بدی کریگا لوگ تجھسے بدی کرینگے ؏

بد نہ کہوے زیر گردون گر کوئی میری سُنے	ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

کتاب **کیمیاے سعادت** مین ایک نقل لکھی ہے کہ ایک شخص ہر روز بادشاہ کے پاس جایا کرتا تہا اور کہا کرتا تہا کہ نیکون کے ساتھ نیکی کرنا چاہیئے کیونکہ بد کو بدی ہی کافی ہے اوسکو بدی کیواسطے چھوڑ دے۔ بادشاہ اس بات پر اوسکو عزیز رکھتا تہا۔ ایک حاسد نے بادشاہ سے کہا کہ وہ شخص جسکو آپ اتنا عزیز رکھتے ہین کہتا ہے کہ بادشاہ کے مُنہ مین بو آتی ہے فرمایا ثبوت کیا کہا حضور اپنے پاس اوسکو بلاوین وہ ناک پر ہاتھ رکھیگا تاکہ بدبو اوسکی ناک مین نہ جاوے۔ پس حاسد نے بادشاہ کے پاس سے آکر اوس شخص کو اپنے گھر بلایا اور ایسا کہانا اوسکو کہلایا کہ جسمین بہت سا

لسن ٹپراتہا تہوڑی دیر مین بادشاہ نے جب اوسکو طلب کیا تو اوسنے لسن کی بدبو کے خیال سے
کہ بادشاہ کی ناک مین پہونچے گی اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھہ لیا۔ بادشاہ نے سمجہا کہ اوس شخص کا کہنا
درست ہے اور بادشاہ کی عادت تہی کہ جب کبھی اپنے ہاتھ سے کچھہ لکہتا تو کسی کے واسطے خلعت
یا انعام لکہتا اب کی بار اپنے ہاتھ سے ایک عامل کے نام یہ حکم لکہا کہ حامل کا سر کاٹ لینا اور کہال
کہنچواکر بھُس بھروا دینا اور حضور مین بھیجنا اِس کاغذ کو سربمہر کرا اوس شخص کو جسکی طرف بدظن
تہا حوالہ کیا۔ جب یہ شخص باہر نکلا حاسد نے اوسکو دیکھکر پوچہا کیا ہے اوسنے جواب دیا خلعت
اوسنے براہ طمع کہا مجھے تو اپنی طرف سے بخش اوسنے کہا بہتر۔ چنانچہ وہ کاغذ اوس سے لیکر
اوس عامل کے پاس لیگیا۔ جب عامل نے وہ حکم بادشاہ کا پڑہا۔ اوس حاسد طماع کو سُنایا کہ تیری
نسبت یہ حکم ہے۔ کہا اللہ اللہ یہ حکم اور شخص کے واسطے ہے دریافت کرلے۔ اوسنے کہا کہ حکم
بادشاہی مین لیت ولعل وتحقیقات کی مجال مجھے نہین فوراً اوسکو قتل کیا دوسرے روز وہی شخص
بادشاہ کے روبرو گیا اور اپنا معمولی قول کہنے لگا بادشاہ کو تعجب ہوا کہا وہ خط کیا کیا کہا فلان شخص
نے مجھہ سے لے لیا کہا وہ کہتا تہا کہ تو ایسا ایسا مجھے کہتا ہے عرض کیا مینے ہرگز ایسا نہین کہا فرمایا کیا
وجہ منہ پر ہاتھہ رکہنے کی تہی کہا اوسنے مجھے لسن کہلایا تہا حضور کی ناک مین میرے مُنہ کی بدبو نہ جاوے
اِس خیال سے مینے اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھہ لیا تہا بادشاہ نے کہا تیرا روز کا قول صحیح ہے کہ بدکو بدی
کافی ہے۔ بس وہ شخص بد تہا اوسکی بدی اوسکے آگے آئی۔ **نقل** ہے کہ ایک کتا کسی قصاب
کی دوکان سے ایک ٹکڑا گوشت کا چُراکر ایک ندی مین ہوکر مُنہ مین دابے چلاجاتا تہا جب اوسنے
پانی مین اپنا سایہ دیکہا تو معلوم ہوا کہ ایک اور کتا گوشت کا ٹکڑا مُنہ مین دابے لئے جاتا ہے بس
اسکا جی چاہا کہ وہ ٹکڑا ابہی مین ہی لے لون۔ مگر اوس خیالی چیز کے لینے کو جھپٹنے مین اپنے مُنہ مین
جو گوشت کا ٹکڑا لئے ہوئے تہا گر پڑا اور پہر کچھہ ہاتھ نہ آیا **نتیجہ** غور کرنے سے ظاہر ہوا کہ طامع
اپنے ماحصل پر قناعت نہ کرکے دوسرے کی ملکیت پر قابض ہونا چاہتا ہے کہ جو مثل ایک سایہ
کے خیالی اور موہوم ہوتی ہے کیونکہ اصل وہی ہے جو فی الحقیقت مقسوم مین ہو اور غیر از مقسوم

ملنا معلوم۔ پس ایسے آدمی کو اضطراب و کلفت حاصل ہونیکے سوا اور کچھ ہاتھ نہین لگتا ہان یہ ملتا ہے کر بجائے غیر کی ملک پانے کے اپنی مقبوضہ شے بھی کھو کر طامع کفِ افسوس ملتا رہجاتا ہے۔

قناعت مال و متاع کی خواہش کو اتنا مختصر کرنا کہ جب بقدر کافی میسّر آجائے تو دل میں اضطراب باقی نرہے۔ یہ وصف قناعت کہلاتا ہے۔ لیکن قدر کافی کی کوئی حد معیّن نہین اسکا فیصلہ ہر شخص کو اپنی حالت و حیثیت کے مطابق کرنا چاہیئے جو مقدار خوراک ایک شخص کی سیری کے لئے کافی ہے ممکن ہے کہ دوسرے کی اشتہا کو پورا نہ کرسکے۔ جو معاش ایک مجرد آدمی کے لئے بس ہے کچھ ضرور نہین کہ وہ ایک عیالدار کے واسطے بھی کافی ہو۔ اسیطرح عادت کے لحاظ سے بھی انسان کی ضرورتین مختلف ہوجاتی ہین لیکن عادت کے ہاتھون بک جانا یہ خود اپنا قصور ہے۔ اگر انسان چاہے تو اونہین تبدیل و اصلاح کرسکتا ہے۔ غرض خواہشونکا محدود کرنا یا فضول حاجتون سے آزادی حاصل کرنا قناعت ہے اور قناعت کا نتیجہ۔ اطمینان۔ خوشی۔ رضامندی اور شکرگذاری ہے۔ شروع مین قناعت مصیبت کی دہمکی دیتی ہے لیکن انجام کار وہ امن و عافیت کا دروازہ کہولدیتی ہے۔ حرص و طمع اول عیش و طرب کی امید دلاتی ہے مگر آخر مین تشویش۔ تردد و پشیمانی کے سوا کچھ نہین دیتی۔ زمانہ کا گلہ۔ قسمت کے شکوے اور خدا کی ناشکری سکہاتی ہے۔ دولت بغیر قناعت کے محتاجی کو دور نہین کرسکتی۔ مگر قناعت بغیر دولت کے آدمی کو تونگر بنادیتی ہے بقول مولانا سعدی رح

تونگری بدل است نہ بمال۔ دولت اکثر بیجا خواہشون کو اُبہارتی ہے۔ قناعت ہمیشہ اونکی بیخ کنی کرتی ہے۔ پس قناعت کو جو گنج دولت سے تشبیہ دیتے ہین تو یہ کوئی شاعرانہ خیال نہین بلکہ واقعی بات ہے۔ چنانچہ غنی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک مال کا غنی دوسرے دل کا غنی۔ مال جان کا وبال ہوتا ہے۔ اگر حلال کا لحاظ رہا تو محنت مین پہنسا جو حرام کا لحاظ اوٹھا دیا تو لعنت مین پڑا اور جو ضرورت سے زیادہ پایا تو عذاب مین گہرا۔ پس مال پر غنی ہونا جاہلون کا کام ہے۔ دل کا غنی ہر حال مین خوش ہے۔ تم کو اپنی حالت کا مقابلہ زیادہ خوش حال آدمیون کی حالت سے نہ کرنا چاہیئے یہی مقابلہ تمہارے دل مین آگ لالچ کی بھڑکاتا ہے۔ پس مناسب ہے کہ ہمیشہ آپ سے کمتر لوگون

کی حالت پر نظر کرو تاکہ تمہارے دل مین قناعت پیدا ہو کاہلی اور قناعت مین ظاہرا مشابہت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن غور و تمیز کرنے سے اونکا تفاوت صاف عیان ہوجاتا ہے۔ قناعت واجبی کوششون سے کبھی نہین رکتی۔ اور ناروا خواہشون کے پاس نہین پھٹکتی۔ کاہلی واجبی محنت و مشقت سے جی چراتی نا جایز رغبتین پیدا کرتی ہے خیالات کو پست اور ہمت کو سست بنا دیتی ہے۔ کہتے ہین کہ

حکیم اسحاق بن تہارت قمی بغدادی کو ایک روز بادشاہ وقت نے اپنے پاس بلوایا جواب مین کہلا بھیجا کہ جو شخص دنیا کی مختصر چیزون پر قناعت کرے اوسکو خدمت سلطان سے کیا کام ایلچی نے بادشاہ کو اِس بات سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے شاہزادے کو بہت مال و تحفہ کے ساتھہ حکیم کی خدمت مین بھیجا حکیم نے اوسکی بہت خاطر کی اور کہا تیرے باپ نے میرے علم و فضیلت کے سبب سے میرے طلب مین اصرار کیا ہے اور اس قدر مال و متاع بھیجا ہے۔ بس یہ تو ایک رسم خرید و فروخت کی ہوئی اور علم کو مال کے عوض بیچنا میرا کام نہین ہے۔ مجکو مال کی ضرورت نہین ہے۔ بادشاہ کے واسطے میری دعا ملاقات سے بہتر ہے۔ ہر وقت مین اوسکا دعاگو ہون اور اوسکی رعایا کی تعلیم مین مصروف ہون۔ اب مجھے تکلیف دینے کی کیا حاجت ہے۔

حکایت۔ ایک شخص جنگ تاتار مین زخمی ہوا لوگون نے کہا ایک شخص کے پاس مرہم ہے جا کر مانگ لا جواب دیا اگر مین مانگون وہ دے یا ندے اور بالفرض وہ دے بھی دے تو مرہم مفید ہو یا نہ ہو۔ پس بہر حال نہ مانگنا اولیٰ تر ہے۔ **نکتہ**۔ سوال کرنا آدمی کو بے حیا اور حقیر کر دیتا ہے کہتے ہین لالچ بیماری ہے مانگنا۔ جانکنی۔ اور نہ پانا موت۔

۱۹ اونیسوان جوهرن

حق پرستی وخداطلبی کے تذکرہ مین

شرط عبودیت یہ ہے کہ بندہ اپنے معبود حقیقی کی وحدیت اور اوسکی ذات پاک کی عظمت کا دل و زبان سے اقرار کرے اور اپنے خالق برحق کی صفات مین غور کرے اور یہ جانے کہ کوئی وجود بذات خود قایم نہین بلکہ اوسی کی وجہ سے سب کا قیام ہے کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ اسکی دلیل ہے خشک و تر شجر و حجر بحر و بر ۔ ارض و سما اور کُل اشیا مخلوق اور سب کا وہی ایک خالق ہے اوس کا کوئی والی وارث مان باپ بہائی بہن نہین ۔ مرنے جینے کہانے پینے کی علت سے وہ مطلقاً مبرا ہے ۔ موجودات علوی و سفلی سے جو کچھ اوسنے پیدا کیا ہے اُن سب سے وہ بے نیاز ہے ۔ جب خلقت نہ تہی تب بہی وہ موجود تہا اور جب کچھ باقی نہ رہیگا تب بہی وہ برقرار رہیگا ۔ یعنی وہ ازلی و ابدی ہے نہ قبل آفرینش اوسے تعطیل و بیکاری تہی نہ خلق مخلوق سے اوسکو کوئی زحمت زیادہ ہوگئی بلکہ اوسکی شان و عظمت ایسی ہے کہ موجود و معدوم کا عدم و وجود برابر ہے ۔ اوس سے اوسکا کچھ نفع و نقصان متصور نہین ۔

اِس باغ عالم کا باغبان حقیقی وہی ہے جس کے قبضہ قدرت مین درختون مین انواع اقسام کے پہول اور پہولون سے پہل دینا ۔ کانٹون سے پہول اور پہولون مین کانٹے پیدا کرنا سوکہی ڈال مین کونپل پہوٹنا اور سبز شاخ کے پتے توڑنا اور ذخیرہ باران رحمت سے آبپاشی کرنا ہے ہر وقت کا جادوا

دن ورات اندہیرے اوجالے قریب وبعید خفیہ وعلانیہ کا داتا وبینا اور کم ومہ کا محافظ وہی ہے۔ اوسی کے ہاتھ مین سب کی حیات وممات ہے اوسکو بقا ہے اور سب کو فنا ہے۔ وہی سب کا رزاق ہے جو چاہے وہ ایک لمحہ مین کر دے۔ چاہے رات کو دن اور نا ممکن کو ممکن کر دے اوسکے اسرار کو اوسکے سوائے اور کوئی نہین سمجہ سکتا۔

آسمان کا ستارون سے زینت دنیا اور زمین کا انسان سے آباد کرتا اربعہ عناصر کا باہم ملا کر ایک کیفیت مزاجیہ عطا کرنا اوسکی قدرت کا نمودہ ہے اندیشہ کو اوسکے راز ونیاز مین کسیطرح دخل نہین۔ مجال نہین کہ عقل انسان شمہ ماہئیت اشیا دریافت کرسکے۔ اوسکی درگاہ بے زوال ہی جسکو وہ ممتاز کرے اوسکو کوئی ذلیل اور جسکو وہ مقہور کرے اوسکو کوئی سرفراز نہین کرسکتا۔ بمضمون وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بیکسون کی مصیبت مین خبر لینے والا اور اپنے بندون کا حاجت روا اور مشکلکشا ہر مقام پر حاضر وناظر وہی ہے جسکی تحمید مین چند بند اشعار درج ذیل ہین۔

نام اوس کا ہے عزیز وہ سب سے یگانہ ہے
مشکل مین بیکسی مین شریک زمانہ ہے
کچہ اوسکی قدرتون کا عجب کارخانہ ہے
حامی جو وہ نہو تو کہان پھر ٹہکانہ ہے

مٹ جائے دم مین ہستی انسان جہان سے
عالم کی ہے بقا بخدا اوسکی شان سے

جانِ جہان کا حرز ہے قرآن کردگار
ورد اوسکا ہی محیط بلا ہائے بے شمار
کہینچے جو پڑہ کے آیہ کرسی خطِ حصار
آتا نہین قریب پہر آسیب زینہار

خاطر سے محو کرتا ہے شیطان کے ریو کو
شیشے مین بند کرتا ہے نام اوسکا دیو کو

ہر دم وہ بیکسون کی مصیبت مین ساتہہ ہے
غم مین بلا مین رنج مین آفت مین ساتہہ ہے
دکہہ مین مرض مین درد کی شدت مین ساتہہ ہے
آرام مین شریک ہے راحت مین ساتہہ ہے

حسرت مین بیکسی کے الم مین شفیق ہے

ہر حال مین غرض وہ ہمارا رفیق ہے

ہر بے وطن غریب کے غربت مین ساتھ ہے — وارفتگی مین قطع مسافت مین ساتھ ہے
منزل کی سختیون مین صعوبت مین ساتھ ہے — پہونچا کے گھر مین خیر سے راحت مین ساتھ ہے

نادان ہے وہ کہے جو یہان ہے وہان نہین
موجود ہر جگہ ہے وہ مالک کہان نہین

طوفان مین جب تھے نوح نبی آشنا تھا وہ — بیڑا تھا جب بھنور مین پڑا ناخدا تھا وہ
یوسف کنوے مین آکے گرے چاہتا تھا وہ — زندان مین بند جب ہوے مشکل کشا تھا وہ

ساتھی کھڑے ہین مان ہے نہ بھائی نہ باپ ہے
بندونکا اپنے حافظ و ناصر وہ آپ ہے

ہمکو واجب ہے کہ اوس قادر قدیر سے دعا مانگین کہ اپنے افضال لایزال سے حملۂ شر مخالفون سے محفوظ رکھے۔ حاسدون کا دل ہمپر شاد نہ کرے۔ بلا سے پہلے صبر کی طاقت اور نعمت کے قبل شکر کی ہدایت فرمائے جس بلا پر ہم صبر نکر سکین اور اوسکے متحمل نہو سکین اوس سے ہم کو محفوظ رکھے۔ ایسی توفیق ہم کو عطا کرے کہ ہم اوسکی اطاعت مین ایسے ثابت قدم رہین کہ باوجود تحمل مصائب دنیاوی اوس سے کبھی سرتابی نکرین اور ہر حال مین صابر و شاکر رہین۔ چونکہ ہم اپنے ہمراہ عدم سے کوئی چیز حسن عمل او گنج معرفت سے نہین لائے جو کچھہ ملا سب اوسیکا دیا ہوا ہے اور اوسکی معرفت اوسی کے فضل و کرم پر منحصر ہے۔ پس اوسکا فضل ہم کو درکار ہے اور اوسکو اوسی سے مانگنا چاہیے کہ اپنے لطف و کرم سے ہمارے شمع قلب کو نور ایمان اور انوار معرفت سے منور فرمائے۔ ہم کو مقتضیات نفسانی اور اغوائے شیطانی سے محفوظ رکھے۔ ظلمت معاصی کو دور کرے اور ایسی راہ بتا وے کہ اوسمین اوسکی رضامندی اور ہماری رستگاری ہو وہ اپنی رحمت و فضل پر نظر کرکے ہمارے عصیان عفو فرمائے۔ ہمارا انجام ہمارے اعمال کے موافق کہ سراسر مذموم ہین نہ فرمائے بقول شخصے کہ ع برمن منگر بکرم خویش نگر اِس دنیائے دون کی نیرنگی مکر و فریب اور بے ثباتی سے انسان کو متنبہ ہو کر حق پژوہی اور اپنے

آخر بندہ کی طاعت مین ثابت قدم رہنا لازم ہے۔ رباعی

دنیاے دنی کو جو کہ فانی سمجھے	اور قصۂ عمر کو کہانی سمجھے
دریاے حقیقت کو وہی جانے پیر	جو مثل حباب زندگانی سمجھے

غور کرنے سے ثابت ہوگا کہ یہ دنیا جسکو ارباب طریقت نے زال رہیو فانا مزد کیا ہے دل لگانیکے لائق نہین یہ کسی کی آشنا نہین ہر وقت اسکا ایک خریدار اور ہر دم ایک تازہ عاشق زار موجود ہے اسنے ہزارون کو اپنا فریفتہ بنایا اور کوچہ و بازار مین در بدر ایا اور پھر کسی کی رفیق نہوئی۔ جو اسکی محبت مین گرفتار ہوا وہ دونون جہان مین خوار محبت خدا اوسکے دل سے دور اپنے طالب کے ساتھ اسکا یہی دستور ہے ع تم نہین اور سہی اور نہین اور سہی + پس اس مضمون پر غور کرکے کہ جیسے ہم اپنے یگانہ و بیگانہ کے تذکرات و سوانح عمری جو ہم سے قبل راہی دار بقا ہوئے سنتے اور بیان کرتے ہین اسیطرح ایک روز دوسرون کی زبان پر ہمارا احوال بھی فسانہ ہوگا انسان کو اس امر کی سعی شایان ہے کہ اس ویرہ ناپائدار مین اپنی حیات مستعار مین ایسا طریق اعمال اختیار کرے کہ خلقت کی زبان پر اوسکا ذکر خیر اوسکے بعد جاری رہے۔ دنیا بمنزلہ سرا اور آدمی مسافر کی طرح اوس مین مقیم ہین کوچ کا نقارہ ہر دم بجنے والا ہے۔ جسوقت بجا فوراً اس مسافر کو راہی ملک بقا ہونا پڑے گا۔ رباعی

کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے	کسیکی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جسمین شام وسحر	کسیکا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

جسطرح آیا ہے اوسیطرح جائیگا نہ کچھ ساتھ لایا ہے نہ کچھ ساتھ لیجائیگا۔ صرف نیکی اور بدی کا نتیجہ ہاتھ آئیگا۔ غرض ہر شخص اپنی ریاضت کا پھل پائے گا۔ اسواسطے بنظر عاقبت اندیشی عمر مستعار کو مغتنمات سے شمار کرکے اپنے فرائض کو ادا کرنا واجب ہے۔ اس حیات چندروزہ کو اوس کام مین صرف کرنا چاہئے جو نہایت ضروری ہے یعنی طلب آخرت و ریاضت و عبادت مین اپنے خالق برحق کے کہ جسکا مناسب وقت عالم شباب ہے جب عقل سلیم و فہم مستقیم کی امداد سے اوس قادر مطلق کی صنائع و بدائع بچشم عبرت انسان دیکھکر اوسکے وحدہٗ لاشریک ہونے کی عظمت کو جاگزین خاطر کرسکتا ہے یہ وہ بیش بہا

وقت ہے جسکے گذرجانے کا افسوس ارباب طریقت نے کیا ہے ؎

دریغا کہ عمر جوانی گذشت	جوانی مگو زندگانی گذشت

عالم پیری مین قوت و لطف اوقات جوانی کہان میسر جبکہ تمام اعضا مین ضعف غالب حواس خمسہ باختہ تاب و توانائی نے جواب دیا بمصداق اشعار ذیل۔

خدائے پاک نے انسان کو بخشا خلق عظیم	یہی تو ہے جو ہے انسانیت کا اک تمغا
ہے انس مادہ اس کا محبت اسکا خمیر	یہی سبب ہے جو انسان نام اس کا ہوا
کہان ہے سرو مین ایسی لطیف رعنائی	اس آدمی کا ہے جیسا حسین قدِ بالا
شباب کا وہ فروغ آئینہ نور ہے منہ پر	کہ جسکی تاب سے روشن ہے چاند سا چہرہ
جوانی ہے کہ ہے آبحیات کا چشمہ	اسی سے معتدل اس جسم کی ہے آب و ہوا
اسی سے عقل مین جودت ہے فکر مین تیزی	اسی سے نور ہے آنکھون مین گوش ہین شنوا
جو تجکو کرنا ہے اے دل شباب مین کر لے	کہ جسم پر ابھی قابو ہے چشم عقل ہے وا
شباب مین تھے بڑے زوردار ہاتھ مگر	اب اون مین ہیبت پیری سے پڑ گیا رعشا
کبھی یہ زور تہا گینڈے کی ڈھال چیرتے تھے	یہ حال ہو گیا اب ٹوٹتا نہین دہاگا
وہ کان سنتے تھے جو پاے مور کی آواز	اب اونکے سر پہ چلے توپ تو نہ آئے صدا
کشیدہ تہا کبھی مثل الف جو قدِ سہی	خمیدہ وہ ہوا ایسا کہ بن گیا ہمزہ
سمجھ مین کچھ نہین آتی حقیقت انسانکی	یہ کیا ہے آب ہے آتش ہے خاک ہے کہ ہوا
ابھی ابھی تو یہ سب کچھ ہے پھر یہ کچھ بھی نہین	عجب طلسم کا سا حال ہے کہے کوئی کیا

شکر منعم کی سپاس و ستائش اوسکے انعام دینے پر کہنے کو شکر کہتے ہین اور شکر دل سے اور زبان سے اور اعضا سے ہوتا ہے۔ دل سے شکر کرنا اوسکو کہتے ہین کہ منعم حقیقی کو پہچانے کہ جو نعمت ملتی ہے اوسکے فیض بے غایت اور لطف بے نہایت سے ہے۔ زبان سے شکر یہ ہے کہ اوسکی ہمیشہ یاد کرے۔ شکر اعضا یہ ہے کہ قوت اپنے عضو کی طاعت منعم مین صرف کرے۔

شکر سلطنت عدل ہے۔ اور شکر دست مملکت املاک رعایا مین طمع نکرنا۔ شکر فرمانروائی حق خدمت فرمانبرون کا پہچاننا۔ شکر بلندی اقبال کا ذلیل اور بدبخت لوگون پر رحم کرنا۔ شکر آبادی خزانہ خیرات و صدقہ دینا شکر قوت و قدرت عاجزون اور ضعیفون پر بخشش کرنا۔ شکر صحت بیمارون کا علاج کرانا۔ شکر کے خفا دینا شکر افزونی لشکر۔ اوسکے صدمہ سے رعایا کو بچانا۔ شکر عمارت عالی و باغ وغیرہ۔ مکانات رعیت کو فوج و لشکر کے اوترنے سے محفوظ رکھنا۔ اور خلاصہ شکر گذاری یہ ہے کہ حالت خشم مین خدا کا پہلو نہ چھوڑے اور آسایش خلق کو اپنی آسایش پر مقدم رکھے۔ **حکایت۔** کعب الاخبار نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مین ملک شام کی گلیون مین پھر رہا تھا کہ آندھی کے سبب سے ایک دیوار سے ٹک کر ٹھیر رہا ایک شخص کو دیکھا کہ اوسکے دونون ہاتھ پاؤن اور دونون آنکھین نہ تھین مگر زبان شکر الٰہی مین گویا تھی مینے کہا اے شخص ظاہر تیرے حال سے مصیبت معلوم ہوتی ہے تو کس نعمت کا شکر کرتا ہے۔ اس بات کے سنتے ہی مجھے للکار کر بولا کہ دور ہو جھوٹے اس سے زیادہ بڑھکر کون نعمت ہوگی جو حق تعالے نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اوسنے سب آلات معصیت مجھسے لیکر اسباب معرفت مرحمت فرمائے۔ چنانچہ آنکھہ اسواسطے لے لی ہے کہ کسی کو بد نظر سے نہ دیکھون ہاتھ اس سبب سے لے لئے کہ امور بیجا پر ہاتھ دراز نکرون اور پاؤن اس سے لے لئے ہین کہ جہان نہ جانا چاہیے نہ جاؤن۔ صرف ایک دل عطا کیا ہے کہ اوس سے اپنے خالق کو پہچانون اور دوسرے زبان دی کہ اوسکا ذکر کرتا رہون **نقل۔** ایک شخص کا معمول تھا کہ جو حادثہ اوسپر گذرتا وہ شکر کرتا اور کہتا کہ بہبود میری اسی مین تھی اوسکے گھر مین ایک کتا حفاظت کے واسطے۔ ایک گدھا اسباب لادنے کے واسطے اور ایک مرغ تھا کہ اوسکی آواز سے صبح کو جلد جاگتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز بھیڑئے نے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ اوسنے موافق اپنی عادت کے کہا کہ شکر ہے بعد اسکے کتے نے مرغ کو توڑ ڈالا پھر اوسنے شکر کیا۔ اوس شخص کی عورت غصہ مین آکر کہنے لگی کہ تو دیوانہ ہے یہ کیا مقام شکر کا ہے اور اس نقصان مین کیا بہبود سمجھا ہے کہ جو چیزین بکار آمد تھین وہ تلف ہوگئین۔ دوسرے روز جب وہ دونون وہان سے روانہ ہوے کیا دیکھتے ہین کہ شہر آفت پر ہوے ہین اور قزاق اون کا

مال اسباب لوٹ لیگئے اور سب کو قتل کر گئے ہین۔ معلوم ہوا کہ یہ قافلہ یہان پڑا تھا رات کیوقت گدہون اور مرغون کی آواز سنکر چور آپڑے اور سب کو مار کر مال انکا لوٹ لے گئے تب اوس شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ دیکھ بہبود ہماری اسی مین تہی۔ اللہ جل شانہ جس شخص کے حق مین جو بات بہتر سمجھتا ہے ویسا حکم دیتا ہے۔ آدمی اوسکی مصلحت سے آگاہ ہویا نہو **نقل**۔ **ناصرالدین محمود بادشاہ** ہند کی بیگم جب بیاہ کے آئی تو سات کروڑ کا جہیز لائی تہی جسکا خاوند اتنے بڑے رتبہ پر درویش اور فقیر تہا۔ ایسے ہی اوسکی بیوی بہی نہایت نیک اور بے نظیر تہی۔ خاوند کو اپنے ہاتھ سے کہانا پکاکر کہلاتی۔ بچہونا بچہاتی اور آدہی رات تک پاؤن دباتی رہتی تہی۔ بادشاہ **قرآن شریف** اپنے ہاتھ سے لکھکر اوسکی اُجرت سے اپنی گذران کرتے۔ اور اگر فرصت نہ ہوتی تو شام کو لکڑیان کاٹ کر لاتے اور وہ فروخت کرکے اپنا کام نکال لیتے تہے۔ ایک روز روٹی پکانے مین بیگم کے ہاتھ جل گئے۔ پہپولون کو دیکھہ دیکھہ کر آٹھہ آٹھہ آنسو رونے لگی۔ اور کہتی تہی کہ نام کو تو خدا نے بادشاہ کی بیوی بنایا اور کام کو ایک باندی بہی ندی۔ بادشاہ بہی سامنے ایک بورے پر بیٹھے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تہے۔ یہ کیفیت دیکھکر ہلکے سے پوچہا کہ خیر تو ہے آج کیون زار قطار رو رہی ہو۔ عرض کی کہ جہان پناہ روٹی پکانے مین ہاتہہ جلے جاتے ہین اگر ایک لونڈی ملجائے تو بڑی عنایت ہو ورنہ کچہہ شکایت نہین۔ بادشاہ نے فرمایا بیگم صبر کرو ایسا نہو کہ خدا کی ناشکری مین رہ جاؤ۔ تم جانتی ہو کہ مین رعیت کا نگہبان اور محافظ ہون ان کی محافظت سے بہت کم فرصت ملتی ہے۔ اُجرت بہی واجبی واجبی ہاتہہ لگتی ہے لونڈی کہان سے آئے۔ سلطنت کا خزانہ رعیت کی حفاظت اور آرام مین خرچ ہوتا ہے اوسمین نہ میرا حق ہے نہ تمہارا۔ ملکہ یہ سنکر چپ ہو رہی۔ اور اوس روز سے اوس صعوبت کو خوشی سے برداشت کرکے شکر خدا کرتی تہی۔

عبادت چونکہ انسان کو خالق برحق نے اشرف المخلوقات کیا ہے اور اوسکو ہمیشہ طرح طرح کی نعمتین درگاہ خدا سے برابر عطا ہوا کرتی ہین تو انصاف کی نظر سے واجب بلکہ فرض ہے کہ ہر شخص نیت ادا کرنے خدا کے حقوق کی جو اوسپر ثابت ہین دل سے رکھے ہر چند خدا کی ذات عوض سے

بے پرواہے اور یہ بھی ممکن نہین کہ کوئی بندہ اوسکے احسانون کا شکر ادا کرسکے تو بھی عدالت اور انسانیت یہی چاہتی ہے کہ جہانتک ہوسکے خدا کی بندگی بجالاوے تاکہ خدا کے غضب اور خلق کی لعنت سے محفوظ رہے۔ حکماء متاخرین نے عدالت کے بیان مین لکھا ہے کہ خدا کی عبادت تین قسم کی ہے۔ اول وہ کہ تعلق رکھتی ہے بدن سے جیسے روزہ۔ نماز۔ حج۔ اور برت۔ پوجا۔ یاترہ۔ دوسرے وہ کہ علاقہ رکھتی ہے روح سے جیسے اعتقاد صحیح خدا کی وحدانیت کا مراقبہ اور غور کرنا خدا کی حکمت مین۔ تیسرے وہ کہ واسطہ رکھتی ہے ہمجنسون کے ساتھہ معاملہ کرنے سے۔ جیسے تعلیم و تربیت کرنی خلق کی اور تجارت اور زراعت وغیرہ کے معاملہ مین انصاف کرنا۔ چنانچہ عبادت کرنے والے تین قسم کے ہین اور ہر قسم کی تین نشانیان ہین جو اونکی شناخت کا سبب ہین۔ ایک قسم ہے کہ اپنے خالق کو بطریق ڈرنے کے پوجتے ہین اونکی تین نشانیان ہین کہ اپنے تئین حقیر اور اپنی نیکیان کمتر اور اپنی بدیان زیادہ تر جانتے ہین۔ ایک قسم ہے کہ خدا کو بطریق امید کے پوجتے ہین اونکی تین نشانیان ہین وہ تمام حالتون مین آدمیون کے پیشوا ہوتے ہین اور دنیا مین تمام آدمیون سے بڑے سخی ہوتے ہین اور اللہ کے ساتھہ تمام خلق مین اچھا گمان کرتے ہین۔ ایک قسم ہے کہ اوسکو پوجتے ہین بطریق محبت کے اونکی تین نشانیان ہین۔ دیتے ہین اللہ کے واسطے جو چیز دوست رکھتے ہین اور بعد راضی ہونے اپنے پروردگار کے کسی کی پروا نہین کرتے۔ عمل کرتے ہین خلاف نفس کے اور تمام حالات مین اپنے مالک کے ساتھہ احکام و مناہی مین ہوتے ہین۔ خدا کی بندگی تین امر پر منحصر ہے۔ اول اعتقاد خدا کا۔ دوسرے راست گفتاری۔ تیسرے نیک کرداری۔

افلاطون حکیم کا ارشاد ہے کہ عدالت کی صفت حاصل ہونیسے انسان کے سب فعل پسندیدہ ہوتے ہین اور نیک کرداری خدا کی خوشنودی اور نزدیکی کا وسیلہ ہے اور خدا کی بندگی دنیا مین سبب اعتبار اور سلامتی اور عقبیٰ مین وسیلہ نجات اور بزرگی کا ہے اور جناب باری اپنے پرہیزگار بندون کو دین اور دنیا مین محفوظ اور محظوظ رکھتا ہے۔ پس ہر آدمی کو اپنی تہذیب اخلاق پر متوجہ ہوکر کمال انسانی حاصل کرنا لازم ہے۔

نقل - بخارا مین ایک بزرگ دریا کے کنارے بیٹھے تھے دیکھا کہ ایک سیب بہتا ہوا چلا جاتا ہے۔ دل مین خیال کیا کہ اگر مین نہ اوٹھاؤنگا تو ضائع ہو جائے گا - اس خیال سے اوس سیب کو اوٹھا کر کھا لیا بعد اسکے سوچے کہ مینے یہ سیب کھا لیا خدا جانے حلال تھا یا حرام عبث اپنے تئین مواخذہ مین ڈالا جس طرف سے وہ سیب بہتا ہوا آیا تھا اوسی طرف دریا کے کنارے کنارے چلے کہ اگر مالک سیب کا مل جائے تو اوس سے معاف کرالون - بعد تھوڑی مسافت کے دریا کے کنارے پر ایک باغ دیکھا کہ اوسمین سیب کے درخت بہت سے ہین اور ایک درخت سیب کا عین دریا کے کنارے ہے یقین ہوا کہ اسی درخت سے وہ سیب گرا ہوگا باغ کے اندر گئے اور باغبان سے کہا کہ مینے تیرے باغ کا ایک سیب کھا لیا ہے مجھے معاف کردے اوسنے کہا وارثہ اس باغ کا دوسرے باغ مین ہے مجکو معاف کرنے کا اختیار نہین ہے - وہ اس باغ کا مختار ہے یہ بزرگ اوس باغ مین گئے اوس سے بھی یہی کہا اوسنے کہا کہ مین بھی اس باغ کی حفاظت کے واسطے نوکر ہون مالک اس باغ کا **بلخ** مین ہے بے اجازت مالک کے نوکر کو معاف کرنے کا کیا اختیار ہے یہ سوچے کہ بلخ کا جانا آسان ہے دوزخ کے جانے سے - پس بلخ کو روانہ ہوئے اور مالک باغ کو تلاش کیا اوسکے پاس گئے اور یہ حال کہا اوسنے جواب دیا کہ مین اوس باغ کو خرید کیا چاہتا ہون ابھی قیمت اس باغ کی فیصل نہین ہوئی اور مالک اس باغ کا **کوفے** مین ہے یہ بزرگ کوفے کو روانہ ہوئے اور مالک باغ کو تلاش کیا - بعد دریافت کے اوس سے ملاقات کی دیکھا کہ وہ شخص بزازی کی دوکان کرتا ہے جاکر سب حال اول سے آخر تک اوس سے بیان کیا وہ شخص یہ حال سنکر بہت متعجب ہوا کہ یہ شخص بڑا محتاط اور متدین ہے ایک سیب کے لئے اتنی مسافت اور تکلیف گوارا کی - اس بزرگ کا ہاتھ پکڑ کے اپنے گھر مین لایا اور بہت تعظیم اور پاسداری سے پیش آیا اور نہایت تکلف سے کھانا آگے رکھا یہ بولے کہ جب تک اوس سیب کو معاف نکروگے مین کھانا نہ کھاؤنگا - اوس نے کہا کہ مالک اس باغ کی میری بیٹی ہے تم کھانا کھاؤ مین اوس سے معاف کرادونگا ناچار اوسکے اصرار سے کھانا کھایا پھر وہ سوداگر ان کو اپنے گھر کے اندر لے گیا اور اپنے گھر والون سے کہا کہ ایک شخص

نہایت متقی اور پرہیزگار پایا ہے اور اوس بزرگ کا سب حال مفصل بیان کرکے کہا کہ مین نے عہد کیا تہا کہ مین
اِس لڑکی کا نکاح کسی مرد صالح نیکوکار کے ساتھ کردونگا۔ اب اس شخص سے بہتر کوئی اور کہان ملیگا۔ مناسب
ہے کہ اِس لڑکی کا عقد اسی شخص کے ساتھ کردون۔ اوس کی عورت بولی کہ ہم سا سوداگر متمول نامی اِس
شہر مین کوئی دوسرا نہین ہے اور لڑکی بہی حسن وجمال مین شہرۂ آفاق دیکتا ہے۔ سب لوگ طعنہ دینگے
کہ اسنے اپنی لڑکی ایک فقیر مسافر کے حوالہ کردی سوداگر بولا کہ مین عہد کو نہ چہوڑونگا اور سوائے
اسکے ایسا آدمی پرہیزگار کہان میسّر آئے گا۔ یہ کہکر باہر آیا اور ان سے کہا کہ لڑکی کہتی ہے کہ مین
اِس شرط سے معاف کرتی ہون کہ وہ شخص میرے ساتہہ نکاح کرے نہین تو معاف نہ کرونگی اور
اب سنو کہ لڑکی مین تین عیب ہین۔ ایک یہ کہ اندہی ہے۔ دوسرے یہ کہ بہری ہے۔ تیسرے یہ کہ
ہاتہون سے لولی ہے۔ یہ بزرگ اِس حال کو سُنکر اپنے دل مین سوچے کہ بہرکیف اِس عذاب مین
گرفتار و مبتلا ہونا عذاب دوزخ سے ہزار درجہ بہتر ہے قبول کرلیا چاہیے۔ پس اوس سے کہا کہ وہ
سیب بخش دے مجہکو قبول ہے سوداگر ان کا ہاتھ پکڑ کر گہر مین لے گیا اور قاضی کو بلاکر اپنی لڑکی کا
عقد انکے ساتھہ کردیا۔ جو دونون ایک جا ہوئے تو دیکہا کہ لڑکی آنکہہ ناک کان ہاتھ پاؤن سے
تندرست ہے اور حسن وجمال مین بیمثال بہت متحیر ہوئے اور سر جہکا کر بیٹہہ رہے۔ تب اوس لڑکی
کی مان نے پوچہا کہ کیون ملول بیٹھے ہو۔ وہ بزرگ بولے کہ تم کو راست گو سمجہا تہا اور جہوٹ بولنے
سے زیادہ کوئی بات بُری نہین ہوتی اِس لڑکی کو برخلاف تمہارے قول کے دیکہتا ہون کہ سب
طرح سے صحیح اور سالم ہے تب اوسکی مان نے کہا کہ جو کچہہ اسکے باپ نے کہا تہا وہ سب صحیح ہے
اور وہ جہوٹ نہین بولا۔ سُنئے کہ ہماری لڑکی واقع مین آنکہونسے اندہی ہے یعنی کسی نامحرم کو نہین
دیکہتی اور کانون سے بہری ہے یعنی کلام ناحق اور لغو نہین سُنتی اور ہاتہون سے لولی ہے یعنی اور
کسی چیز ناروا کو ہاتہہ نہین لگاتی۔ یہ بزرگ اِس بات کو سُنکر بہت خوش ہوئے۔ اور شکر خدا کیا اونکو محنت
اور کربت خدا کی خوشنودی کے واسطے اوٹہانے سے اوسکا یہ عوض ملا۔ **نقل**۔ ایک شخص
ناواقف نے سلطان ابراہیم ادہم کو اپنے باغ کا پاسبان مقرر کیا۔ بعد ایک مدت کے مالک

باغ آیا اوسکے چند دوست ہمراہی تھے۔ اوسنے اون سے کہا کہ تھوڑے سے میٹھے انار توڑلاؤ یہ دو تین انار لے آئے۔ جب اونہون نے چکھے تو سب کھٹے تھے۔ مالک ترش ہوکر بولا کہ اتنی مدت سے باغ مین رہتا ہے آج تک کھٹے میٹھے انار مین فرق نہین کرسکتا۔ **شیخ** ہنسکر بولے کہ تو نے اپنا باغ واسطے نگہبانی کے میرے سپرد کیا ہے مین بے اجازت تیرے کوئی میوہ اِس باغ کا کیونکر کہاتا۔ مالک اس باغ کا یہ سُنکر رونے لگا اور کہا کہ اے دوست خدا تیرے اِس تقوے اور احتیاط سے معلوم ہوتا ہے کہ تو سلطان **ابراہیم ادہم** ہے جب اُن لوگون نے پہچان لیا تو یہ وہان سے چلدئے **نقل**۔ ایک روز حضرت **ابراہیم** عالم فقر مین ایک دریا کے کنارے بیٹھے اپنی گدڑی ٹانکتے تھے آپ کا وزیر سمجہانے کو آیا اور رو کر بولا شاہا یہ کیا حال ہے۔ ایسی حکومت اور سلطنت کو ترک کرکے اِس درویشی اور تکلیف کو کیون گوارا کیا۔ آپنے تبسم فرمایا اور ایک سوئی اوٹھاکر دریا مین پہینکدی اور وزیر سے فرمایا کہ اگر تو اِس سوئی کو سلطنت کی حکومت کے زور سے منگوادے تو مین ابھی بادشاہت کرتا ہون ورنہ مین نکلوا دون۔ وزیر نے ہرچند سعی کی مگر وہ سوئی دریا مین سے ہاتھ نہ آئی۔ آپنے ایک نگاہ کرم کی اور فرمایا کہ اے مچھلیو اس فقیر کی گدڑی سینے کی سوئی تو لا دو۔ ہزارون مچھلیان ایک ایک سوئی مُنہ مین لئے کنارے پر حاضر ہوئین آپنے اپنی سوئی کہ حال کی گری ہوئی تھی پہچان کرلے لی اور پرانی سوئیان زنگ آلودہ دریا مین پہینکدین اور وزیر سے کہا کہ یہ سلطنت بہتر ہے یا وہ جسکو اسکے واسطے ترک کیا۔ وزیر لاجواب ہوکر محروم واپس آیا۔ **نقل**۔ ہے کہ **اسکندر ذوالقرنین** ایک شہر مین وارد ہوئے کیا دیکہا کہ قبرین مردون کی مکانون کے قریب بنی ہین پوچھا کہ اپنے مردون کو شہر کے باہر کیون نہین دفن کرتے ہو لوگون نے جواب دیا کہ قبرون کو دیکھکر اپنا مرنا بہی نہ بہولینگے اور ہمیشہ یہ خیال رہیگا کہ ایک دن ہم کو بہی یہی معاملہ پیش آئے گا۔ اس صورت سے البتہ کچھہ غفلت کم ہوگی۔ پہر **سکندر** نے پوچھا کہ تم اپنے گہر کے دروازے کیون نہین بند کرتے ہو اور کواڑ دن مین زنجیر کیون نہین لگاتے۔ کہا کہ اس شہر مین کوئی چور نہین ہے۔ پہر پوچھا کہ تمہارے شہر مین کچھہ تونگر اور محتاج مین فرق نہین پایا جاتا اِسکا کیا سبب ہے۔ جواب دیا کہ آپسمین ایک دوسرے کی کفالت

کیا کرتے ہین اور کوئی کسی کو ذلیل او رحقیر نہین سمجھتا پہر سکندر نے پوچھا کہ اپنے بادشاہ کا حال بیان کرو
اونہون نے کہا کہ ہمارا ایک **شاہزادہ** ہے اوسکا یہ حال ہے کہ جبسے اوسکا باپ مرا ہے اوس نے
بادشاہی قبول نکی اور تخت پر نہ بیٹھا اور شہر کا رہنا چھوڑکر گورستان مین رہنا اختیار کیا ہے اور
تھوڑی سی ہڈیان مردون کی اپنے پاس رکھتا ہے اور اونکو دیکھکر کہا کرتا ہے کہ یہ ہڈیان بھی آگے
ایسی ہی تھین کہ جیسا مین اب ہون اور ایک دن مین بھی ایسا ہی ہو جاؤنگا کہ جیسی یہ ہین یہ سنکر
سکندر اوس کے پاس گئے اور پوچھا کہ اے شاہزادے تو نے سلطنت کیون چھوڑدی
اور یہ وضع کس لئے اختیار کی ہے اوسنے کہا کہ اے **سکندر** میرے دل مین چند سوال گذرے
ہین اونکے جواب کی تجویز مین مشغول رہتا ہون اور ابتک جواب اونکا میرے ذہن مین نہین گذرا
اب مین تم سے اُن سوالون کا بیان کرتا ہون اگر تم جواب دو تو مین تخت پر بیٹھون اور بادشاہی کرون
سکندر نے پوچھا وہ سوال کیا ہین۔ کہا پہلے یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پیدا کیا اونکے دو فرقے
کئے ہین ایک جنتی دوسرے دوزخی۔ مجھے معلوم نہین کہ مین کس فرقے مین سے ہون۔ اگر تم کو معلوم
ہو تو بتادو۔ **سکندر** نے کہا مین بھی نہین جانتا ہون۔ اوسنے کہا دوسرے یہ کہ جب مین پیدا ہوا
تو میری قسمت مین سعید لکھا گیا یا شقی مین نہین جانتا ہون اگر تم جانتے ہو تو کہدو۔ تیسرے یہ کہ مرتے
وقت ایمان کے ساتھ مرونگا یا کافر ہوکر۔ چوتھے یہ کہ قیامت مین نیک لوگونکے گروہ علیحدہ ہونگے
اور بدون کے علیحدہ مین نہین جانتا کہ مین کس گروہ مین ہونگا۔ **سکندر** نے سب سوال
سنکر کہا کہ اے عزیز سچ ہے کہ جس شخص کو ایسے امورات کا غم ہو وہ کیا خاک بادشاہی کرے۔ اور
زندگی مین راحت پائے۔ **سکندر** بہت روئے اور کہا کہ تو سب بادشاہون سے بہتر ہے
اور اس سرائے فانی مین آسایش و آرام تیرے ہی واسطے ہے۔ **نقل** ہے کہ ایک شخص
بصرے مین تجارت کیا کرتا تہا اوسکے غلام نے کسی شہر سے اوسکو لکھا کہ امسال شکر یقین ہے کہ
گران ہوجائے گی جس قدر مل سکے خرید لو وقت پر بیچنے سے بہت منفعت ہوگی اوسنے بہت شکر
خریدی اور جب گران ہوئی تب بیچی ہنیل ہزار درم منافع مین ملے۔ بعد اسکے اپنے دل مین اندیشہ

کیاکہ مینے مسلمانون سے فریب کیا کہ اونکو اس کیفیت سے مطلع نہ کیا جس شخص سے شکر مول لی تھی بیون ہزار درم اوسکے آگے رکھے اور کہا کہ اے بھائی یہ تیرا مال ہے اور سارا قصہ اوس سے بیان کیا۔ اوسنے کہا کہ مینے تجکو بخشے یہ اپنے گھر لایا پھر اوسنے خیال کیا کہ شاید اوس شخص نے بہ سبب شرم اور مروت کے نہ لئے ہون تجکو مناسب نہین کہ تو لے لے دوسرے دن جاکر زبردستی اوس شخص کے گھر ڈال آیا۔ **نقل** ہے کہ **محمد بن المنکدر** دوکان پارچہ فروشی کی کرتے تھے ایک دن اونکے گماشتے نے اونکی غیبت مین ایک تہان پارچہ پانچ درم کی قیمت کا اعرابی کے ہاتھ دس درم کو بیچ ڈالا۔ جب وہ تشریف لائے تب اوسنے کہا کہ مینے ایک خیرخواہی کی ہے یعنی دونی قیمت کو تہان بیچا فرمایا بہت برا کیا اور یہ کہکر اوس اعرابی کی تلاش مین چلے اور اوسکو بڑی جستجو سے بہم پہونچایا اور اپنی دوکان پر لائے اور کہا کہ اے عزیز یہ میرا تہان پانچ درم کا تہا میرے گماشتے نے تیرے ہاتھ دس درم کو بیچا پانچ درم اپنے پھیر لے یا تہان میرا پھیر دے اپنے سب درم لے لے اوس نے کہا کہ مینے جتنے کو لیا لیا۔ آپنے فرمایا کہ جو بات مین اپنے اوپر گوارا نہین کرتا دوسرے پر بھی روا نہین رکھتا آخر کو پانچ درم پھیر دئے۔

حکایت۔ حضرت **عیسیٰ علیہ السلام** نے ایک چرواہے سے فرمایا کہ تو نے عمر بکریان چرانے مین برباد کی اگر علم پڑہتا تو بہتر ہوتا۔ چرواہا بولا کہ مجھکو چھہ مسئلہ یاد ہین اونپر عمل کرتا ہون۔ **اول** جب تک اکل حلال موجود ہو حرام کا لقمہ نہ کھاؤن اور حلال عالم سے معدوم نہین ہوتا کہ حرام کی ضرورت پڑے۔ **دویم**۔ دنیا مین جب تک سچ موجود ہے جھوٹھ نہ بولون اور سچ گم نہین ہوتا کہ جھوٹ بولنے کی حاجت ہو۔ **سیوم**۔ جب تک آپ بے عیب نہ بن لون دوسرون کا عیب نہ پکڑون اور بے عیب ذات خدا کی ہے **چہارم**۔ **ابلیس** کو جب تک مرا نہ پاؤن اوسکے وسوسے سے بے خوف نہ ہوؤن اور ابلیس ابھی مرا نہین ہے کہ نڈر ہو جاؤن۔ **پنجم** جب تک کہ خزانہ خدا کا خالی نہ دیکھون مخلوق کے خزانہ کی طمع نکردن اور خزانہ حق ہمیشہ معمور ہے۔ **ششم** جب تک بہشت مین داخل نہو جاؤن عذاب حق تعالیٰ سے نڈر نہوؤن۔ پس حضرت **عیسیٰ** نے فرمایا کہ تجھکو کس علم کی احتیاج ہے علم اولین و آخرین تو یہی ہے جو

تونے پڑہا اور عمل کیا **حکایت** - ایک شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وصیت چاہی فرمایا
چھہ باتین مجھسے سیکھ لے پھر جو چاہے کر نقصان نہوگا - **اول** - یہ کہ جو گناہ کرے تو خدا کی روزی نہ کہا
بولا سب جگہ رزق اوسیکا ہے پھر کہان سے کہاؤن فرمایا تو مناسب نہین کہ رزق اوسکا کہاوے اور گنہگار
اوسکا ہووے - **دوسرے** یہ کہ گناہ کرے تو اوسکے ملک مین مت رہ - بولا سب جگہ ملک اوسکا
ہے پھر کہان جاؤن فرمایا تو اچہا نہین کہ اوسی کے ملک مین رہے اور اوسیکا گنہگار ہو **تیسرے** یہ
کہ گناہ کرے تو خدا کے سامنے مت کر بولا خدا سب جگہہ حاضر ناظر ہے یہ کیسے ہوسکے فرمایا یہ کیسے
زیبا ہے کہ رزق بہی اوسیکا کہاوے ملک مین بہی اوسیکے رہے اور گناہ بہی اوسی کے سامنے کرے
چوتھے یہ کہ ملک الموت جان قبض کرنے آوے تو کہہ کہ توبہ کی مہلت دے بولا وہ میری نہ سُنے گا
فرمایا تو اب سے توبہ کر - **پانچوین** یہ کہ قبر مین نکیرین سوال کو آوین تو ہانک دے بولا میری کیا مجال
فرمایا تو اونکے جواب کا سامان تیار رکہہ - **چھٹے** یہ کہ قیامت مین حق تعالیٰ دوزخ مین ڈالے تو کہہ
مین نہین جاتا بولا زبردستی جانا پڑے گا - فرمایا تو گناہ مت کر - پرندہ یہ باتین سنکر کانپ گیا اور
فوراً تائب ہوا - **حکایت** - حضرت بایزیدؒ سے کسی شخص نے وصیت چاہی فرمایا تین باتین
یاد رکہہ اول اگر بدخو سے ملے تو اوسکو اپنا سا نیک خو بنانے مین سعی کرو - دویم اگر کوئی تجہپر احسان
کرے تو اول شکر خدا کا کر بعدہٗ اوس محسن کا - سیوم اگر تجہپر بلا نازل ہو فوراً عجز کے ساتھہ متنبہ ہوجا
اور جناب خداوندی مین فریاد کر **حکایت** - کسی شخص نے ایک درویش سے تین سوال کئے - **اول**
یہ کہ خدا سب جگہ ہے نظر کیون نہین آتا - **دویم** جو انسان کرتا ہے سو حکم خدا سے پھر گناہ مین اوس کا
کیا قصور جو سزا ہو - **سیوم** شیطان آتشی ہے آتش دوزخ سے اوسکو کیا سزا ہوگی - **فقیر** نے یہ سنکر ایک
ڈہیلا مارا وہ شخص قاضی سے فریادی ہوا کہ فلان درویش نے ایسا ڈہیلا میرے سر مین مارا ہے کہ
درد سے سر پہٹا جاتا ہے - **قاضی** نے فقیر کو بلا کر سبب پوچہا فقیر بولا کہ مینے اسکو تین سوالون کا
جواب دیا ہے - یہ مجکو اپنا درد سر دکہا دے مین اسکو خدا دکہادون - دوسرے یہ کہ مینے اسکو خدا
کے حکم سے ڈہیلا مارا ہے - میرا کیا قصور جو اسنے ناحق نالش کی - تیسرے یہ کہ یہ شخص خاکی اور

ڈھیلا بھی خاک کی مٹی سے مٹی کو کیسے صدمہ پہونچا۔ وہ شخص بہت منجل ہوا اور قاضی جواب سے نہایت راضی ہوا۔ **حکایت**۔ ایک روز **حبیب عجمی** جنگل مین اپنا پوستین چہوڑکر حوایج ضروری کو گئے آپ کے مرشد **خواجہ حسن** آ نکلے پوستین کو پہچانکر ٹہیر گئے جب **حبیب** فراغت ہو کر آئے تو اونسے فرمایا کہ جنگل مین پوستین کسکے بہروسے ڈال گیا تہا **حبیب** نے جواب دیا اوسکے بہروسے جسنے آپکے تئین پوستین کا نگہبان بنایا۔ **حکایت**۔ حضرت **ابراہیم** علیہ السلام نے ایک غلام خریدا اوس سے پوچہا تیرا کیا نام ہے بولا جو آپ رکہین پوچہا کیا کہا ویگا بولا جو کہلاینگا دریافت کیا کیا پہنے گا جواب دیا جو پہناؤگے کہا کیا کرے گا کہا جو فرماؤگے پوچہا کیا چاہتا ہے بولا بندہ کو چاہنے کا کیا منصب حضرت **ابراہیم** شنکر متاسف ہوے کہ بندگی کرنا اس سے سیکہنا چاہیے۔ **حکایت**۔ کسی نے حضرت **ابراہیم** سے پوچہا خلایق کے دل مین حق تعالی سے حجاب کیون ہے فرمایا اسواسطے کہ جس شے کو حق تعالی دشمن رکہتا ہے اوسکو لوگ دوست رکہتے ہین۔ **حکایت** ایک بادشاہ کا وزیر تارک الدنیا ہوکر جنگل مین جا بیٹہا۔ دوسرے دن بادشاہ سمجہانیکو آیا اور سامنے کہڑا ہوکر بولا فقیری مین کیا نفع دیکہا جو ترک دنیا کیا۔ جواب دیا کہ روز مین تیرے سامنے دست بستہ کہڑا رہتا تہا آج تو میرے روبرو کہڑا ہے اس سے زیادہ اور کیا نفع ہوگا۔ دنیا پرست مغز سخن پاکر راہ راست پر آیا اور طالب حق ہوگیا۔ **حکایت**۔ خلیفہ **ہارون رشید** نے **شفیق بلخی** سے وصیت چاہی فرمایا اگر تو تنہا بیابان مین رہجاوے اور اس قدر تشنگی غالب ہو کہ بغیر پانی کے خوف جان ہو اور کوئی تجکو اس شرط پر پانی دے کہ سیر ہوکر پی لے مگر تمام اپنا ملک اوس کے بدلے مین دیدے تو تو کیا کرے **ہارون** نے جواب دیا پانی پی لون اور ملک دیدون **شیخ** نے فرمایا اپنے ملک کو ایک پیاس پانی کا مول سمجہتا رہ اور کبہی اتنی ذلیل شے پر نازان نہو جیو۔ **ہارون رشید** رو دیا۔ **حکایت**۔ ایک بادشاہ کا وزیر نہایت دانا تہا اور وزارت سے ہاتہہ اوٹہاکر خدا کی عبادت مین مشغول ہوا۔ شاہ نے اپنے امیرون سے پوچہا کہ وزیر کہان گیا سب نے اوسکا حال عرض کیا بادشاہ وزیر کے پاس گیا پوچہا اے وزیر مجہسے کونسی خطا ہوئی

کہ میری وزارت ترک کی وزیر نے جواب دیا کہ پانچ سبب سے مینے اوسکو چھوڑا۔ **پہلے** یہ کہ آپ بیٹھے رہتے تے اور مین آپکے حضور مین کھڑا رہتا اب مین بندگی خدا کی کرتا ہون کہ جسنے نماز کے وقت حکم بیٹھنے کا کیا۔ **دوسرے** یہ کہ آپ کہانا کہاتے رہین اور مین نگاہ بانی کرون اب ایک ایسا روزی دینے والا مینے پیدا کیا ہے کہ وہ آپ نہین کہاتا اور مجہے کہلاتا ہے۔ **تیسرے** جہان پناہ سوتے رہین اور مین چوکیداری کرون اب مینے ایسا خدا پایا ہے کہ وہ چوکیداری کرے اور مین سوؤن۔ **چوتھے** مین ہمیشہ ڈرتا رہتا تہا کہ اگر آپ مرجاوین تو مجہے سب دشمنون سے ضرر پہونچے۔ اب مینے ایسا خدا پایا ہے کہ ہمیشہ زندہ رہیگا اور مجہے دشمنون سے صدمہ نہ پہونچے گا۔ **پانچوین** عالم پناہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتا تہا مبادا مجہسے کوئی گناہ ظاہر ہو تو حضور مجہے کبہی معاف نہ کرین۔ اب خدا میرا ایسا رحیم ہے کہ ہر روز مین سو گناہ کرون تو وہ معاف کردے۔ **نقل**۔ **بشاپ ہال** لکہتا ہے کہ **انگلستان** کے کسی شہر مین کسی لارڈ نے مذاق کے واسطے ایک بیوقوف آدمی رکہہ چھوڑا اور اوسکو یہ کہکر ایک چھڑی دی تہی کہ جب تو کسیکو اپنے سے بہی زیادہ بیوقوف پاوے تب اوسکو یہ چھڑی دیدینا۔ الغرض کچہہ دنون بعد وہ لارڈ بہت بیمار ہوکر جب حالت نزع مین مبتلا ہوا تو وہ بیوقوف اپنے مالک کو دیکہنے آیا لارڈ نے اوس سے کہا کہ اب ہم تم سے جدا ہوتے ہین۔ بیوقوف نے پوچہا کہ آپ کہان جاتے ہین لارڈ نے جواب دیا ہم دوسری دنیا مین جاتے ہین بیوقوف بولا کہ آپ وہان سے پہرینگے کب تک کوئی مہینہ بہر مین لارڈ نے جواب دیا کہ نہین اب مین پہر اس دنیا مین نہین آؤنگا ہمیشہ کیواسطے جاتا ہون بیوقوف نے پوچھا اوس جگہہ مین جہان آپ جاتے ہین اپنے رہنے کے لئے کچہہ بندوبست بہی کرلیا ہے لارڈ نے جواب دیا کہ وہان کے واسطے تو کچہہ بندوبست نہین کیا یہ سنتے ہی اوس بیوقوف نے اپنی چھڑی لارڈ کے سامنے رکہدی اور کہا کہ آپ مجہسے زیادہ بے وقوف ہین کہ جہان ہمیشہ کیواسطے آپ جاتے ہین آپنے وہان کے لئے کچہہ بہی بندوبست نہین کیا۔ **حکایت**۔ ایک مرتبہ **لقمان** کے آقا نے اوس سے کہا کہ فلانے کہیت مین جَو بُو **لقمان** نے چنا اوسمین بویا مالک نے دیکہکر پوچہا کہ خلاف حکم کیون کیا جواب دیا اِس امید پر مینے چنا بویا کہ جَو اوگے مالک نے کہا کیا اولٹی سمجہہ ہے

کہین ایسا ہوتا ہے لقمان نے کہا ہمیشہ دنیا کے کہیت مین گناہونکا بیج بوتے ہین اور گمان یہ کرتے
ہین کہ قیامت کے دن ثواب کا پہل لگے گا۔ مالک اس بات سے شرمندہ ہوا اور لقمان کو آزاد کیا
نقل۔ کتاب احیاء العلوم مین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکہا ہے کہ حاتم اصم سے کہ
بڑے اولیاء اللہ سے تہے اونکے اوستاد شفیق بلخی نے پوچہا کہ تو کتنی مدت سے میرے پاس
رہتا ہے اور تو نے کتنا علم سیکہا جواب دیا تینتیس برس سے اور آٹھ مسئلہ مینے سیکہے ہین پوچہا
بیان کر کہا مسئلہ پہلا۔ مینے جو نگاہ کی اِس مخلوق کی طرف تو دیکہا کہ ہر شخص محبوب رکہتا ہے دوست
کو یعنی پیاری چیز کو چنانچہ کوئی دوست رکہتا ہے مکان کو کوئی عورت کو کوئی لباس کو کوئی باغ کو کوئی
بچونکو کوئی کسی چیز کو کوئی کسی چیز کو لیکن وہ محبوب اوسکا تا دم زیست ہی ہے بعد مرنے کے کوئی
قبر مین ساتہہ نہین جاتا۔ جب وہ مرجاتا ہے تو محبوب اوسکا اوس سے جدا ہو جاتا ہے۔ پس مینے
خیال کیا کہ اشیاء فانی کو کیا محبوب رکہون۔ اسواسطے نیکیون کو مینے اپنا محبوب کیا کہ جب مین
قبر مین داخل ہونگا تو میرا محبوب بہی میرے ساتھ ہوگا۔ فرمایا شفیق نے کہ خوب سیکہا تو نے
واقعی یہی نیکیان یعنی نماز روزہ حج زکوۃ للہ دینا علم دین پڑہنا پڑہانا وغیرہ ساتہہ جائے گا۔
اور جورو بچے مال و منال تا دم زیست ہی محبوب ہین مرنے کے بعد کون کسیکے کام آتا ہے مسئلہ
دوسرا نظر کی مینے اللہ تعالی کے اس کلام پر وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ
عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى یعنی اور جو کوئی ڈرا اپنے پروردگار کے سامنے کہڑے رہنے
سے اور باز رکہا نفس کو خواہش نفسانی سے پس بلا شبہہ اوسکا ٹھکانا جنت ہے۔ پس کہا
مینے اپنے دل مین کہ قول حق سبحانہ تعالی کا حق ہے کچہ شبہہ نہین پس کوشش کی مینے خواہش
نفسانی کے دفع کرنے مین یہانتک کہ مین خوب مضبوط و مستعد طاعت الٰہی مین ہوا۔ سبحان اللہ
کیا اچھی سمجہہ حاصل ہوئی کہ خواہش نفسانی کو دفع کرونگا تو اوسکے عوض جنت پاؤنگا اور واقع مین
بات یہی ہے کہ جو کوئی خاوند حقیقی کے کہڑے رہنے سے ڈریگا اور خواہش نفسانی کو دفع کریگا وہ
خواہ مخواہ اچہی باتون کے کرنے پر مستعد ہوگا اور بری باتون سے بچے گا اور مستحق جنت کا ہوگا

حیف ہے کہ ایسی دولت بے زوال کو چھوڑ دے اور اوسکے حاصل کرنے کی فکر نہ کرے۔ مسئلہ تیسرا۔
مین نے جو نظر کی خلق کی طرف تو دیکہا کہ جس شخص کے پاس کوئی قیمتی اور ذی قدر چیز ہوتی ہے اوسکو وہ بہت
عزیز رکہتا ہے اور محافظت کرتا ہے پہر نظر کی مین نے اللہ تعالی کے قول مین مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا
عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ یعنی جو کچہ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور جو کچہ اللہ تعالی کے پاس ہے باقی ہے
پس جب کوئی قیمتی اور ذی قدر چیز میرے ہاتھ لگی اوسکو مینے لِلہ خرچ کیا تاکہ میرے واسطے اوس کے
پاس باقی رہے۔ غرض یہ کہ جو لوگ کسی چیز کو عزیز رکتے اور اوسکی محافظت کرتے ہین محض بیجا ہے کہ فانی
کا عزیز رکہنا بے سود ہے جو کچہ ہو اوسکے نام پر دیجئے کہ اوسکے خزانہ غیب مین رہے اور بعد مرنیکے
ابد الآباد اسکے کام آوے۔ مسئلہ چوتھا۔ مینے جو دیکہا خلق کی طرف تو دیکہا کہ ہر شخص رجوع کرتا ہے
مال اور حسب و نسب کی طرف مینے جو خیال کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب ہیچ ہے۔ پہر نظر کی مین نے اللہ تعالے
کے قول کی طرف کہ فرماتا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ یعنی بہت بزرگ و عزیز تم مین اللہ کے
نزدیک بہت پرہیزگار تم مین کا ہے۔ پس مینے تقوے کے حاصل کرنے مین کوشش کی تاکہ مین
اللہ کے نزدیک بزرگ و عزیز ہون غرض یہ کہ مال و جاہ وغیرہ کی کچہ حقیقت نہین ہے اس سے اللہ
کے نزدیک عزیز و ذی قدر نہین ہوتا بلکہ جتنا تقوی زیادہ ہوگا اوتنا ہی اللہ کا پیارا ہوگا ٥

ذات پات پوچہے نہین کوے		ہر کو بہجے سو ہر کا ہوے	

مسئلہ پانچوان۔ مینے خلق کو دیکہا کہ بعضے بعضون پر لعن و طعن کرتے ہین اور اصل اس
سب کی حسد ہے پہر مینے اللہ تعالی کے قول پر نظر کی نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا یعنی ہمنے تقسیم کی ہے درمیان اونکے معیشت اونکی زندگانی دنیا مین۔ پس چہوڑ دیا مینے حسد
اور خلق کو دوست رکہتا ہون اور جانتا ہون کہ بلاشبہہ قسمت اللہ تعالی کی جانب سے ہے کہ جو کچہ مقدر
ہے وہ ہر شخص کے واسطے پہونچتا ہے تو حسد کرکے لعن و طعن کرنا نادانی ہے۔ مسئلہ چہٹا۔
مینے دیکہا خلق کو کہ ظلم و زیادتی کرتے ہین بعضے بعضون پر اور بعضے بعضون سے جنگ و جدال کرتے
ہین۔ پس مینے اللہ تعالی کے قول کی طرف رجوع کی اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا

یعنی بلاشبہ شیطان تمہارے لئے دشمن ہے۔ پس پکڑو اوسکو دشمن۔ پس مینے صرف اوسی سے دشمنی باندہی اور اسی سے بچاو کرنے مین کوشش کرتا ہون کیونکہ اللہ تعالی نے اوسکی گواہی دی ہے کہ وہ میرا دشمن ہے اور اس واسطے مینے خلق کی عداوت ترک کی۔ **مسئلہ ساتوان** مینے خلق کو دیکھا کہ ہر شخص کثرت مال کا طالب ہے اور جو ایسا ہے وہ ذلیل کرتا ہے اپنے نفس کو اور اوس چیز مین داخل ہوتا ہے جو اوسکے واسطے حلال نہین ہے یعنی وجہ حرام سے مال کماتا ہے پھر مین نے اللہ تعالی کے قول کی طرف نظر کی وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا یعنی اور نہین ہے کوئی چلنے والا زمین مین مگر اللہ پر ہے رزق اوسکا۔ پس مین سمجہا کہ مین بہی تو زمین پر چلنے والون سے ہون کہ جنکا رزق اللہ تعالی پر ہے پس مشغول ہوا مین اوس چیز مین کہ مجہپر اللہ تعالی کے لئے ہے یعنی اوسکی طاعت مین کہ مجہپر لازم ہے مین مشغول ہوا اور وہ چیز کہ میرے لئے اوسکے پاس ہے یعنی ترک کی یعنی اپنے رزق کی کہ وہ متکفل ہے مین کچہہ سعی نہین کرتا۔ **مسئلہ آٹھوان** مین نے جو خلق کی طرف نظر کی تو دیکھا اونکو کہ کوئی بہروسا کرتا ہے اپنی زمین پر اور کوئی اپنی تجارت پر اور کوئی اپنی کاریگری پر اور کوئی اپنے بدن کی صحت پر۔ پس تمام مخلوق بہروسا کئے ہوے ہین مخلوق پر۔ پس مین نے رجوع کی اللہ کی طرف وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ یعنی اور جو کوئی بہروسا کرتا ہے اللہ تعالی پر پس وہ کافی ہے اوسکو۔ مین نے اللہ ہی پر بہروسا کیا۔ پس وہ مجکو کافی ہے۔ جب **حاتم** یہ مسائل بیان کر چکے تو شفیق بلخی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اے **حاتم** اللہ تجکو توفیق نیک دے مینے نظر کی علم توریت و انجیل و زبور و فرقان عظیم مین یہ مسائل اونکے خلاصہ ہین جسنے ان مسائل کو استعمال کیا تو چارون کتب مذکورہ کو استعمال کیا۔ **قول** خاکساری خدا رسیدہ ہونیکی بڑی پرکہہ ہے اس مضمون کے مطابق ایک تذکرہ لکہا جاتا ہے۔ **حکایت**۔ ایک مجمع مین کسی بزرگ کا تذکرہ تہا بعض تو کہتے تہے کہ سبحان اللہ قطب وقت ہین ایسا باخدا آدمی اس زمانہ مین کہان ہے بعض کہتے تہے کہ بہائی ہم تو معتقد نہین دنیا مین رہ کر خدا پرستی معلوم۔ سامان دنیا کیا نہین رکہتے۔ بی بی بچے مکان کہانا پینا سبہی کچہہ ہے نماز روزہ کون نہین کرتا۔ بزرگی کا درجہ دوسرا ہے۔ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ امتحان لین۔ پس اون

بزرگ سے جاکر کہا کہ آج بندے کے یہان آپ کی دعوت ہے۔ گرمی کے دن ہین ایسا کیجئے کہ نماز مغرب وہین پڑہیئے غریب خانہ کے قریب مسجد بہی ہے بڑی بہاری جماعت ہوجاتی ہے۔ ان بزرگ نے دعوت کو بے تامل قبول کیا اور نماز مغرب سے پہلے مسجد مین جاکر حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد کچہہ وظیفہ پڑہتے رہے پہر میزبان کے دروازہ پر آئے تو نہ کچہہ فرش نہ تخت نہ مونڈہا نہ کوئی آدمی۔ آواز دی تو جواب ندارد۔ بے تکلف زمین پر بیٹہہ گئے۔ بیٹھے بیٹھے عشا کا وقت ہوا اور یہان میزبان نے گہر سے نکلکر صورت تک نہ دکہائی۔ جب نماز عشا کا وقت ہوا تو دروازہ پر ایک حلال خوری رہتی تہی یہ بزرگ اوس سے کہہ گئے کہ نیک بخت اگر **شیخ صاحب** پوچہین تو مہربانی کرکے کہدینا کہ نماز کو گیا ہے۔ ان بزرگ نے نماز جماعت تو مسجد مین پڑہی اور جو کچہہ وظیفہ پڑہنے کو باقی تہا میزبان کے دروازہ پر آکر پڑہا یہانتک کہ آدہی رات ہونے آئی تب میزبان نکلا۔ مہمان کو دیکہا کہ موجود۔ دیکہتے ہی بولا۔ آپ آئے اور مجہہ شامت زدہ کو دعوت کا خیال بہی نرہا۔ اب اسوقت کیا ہوسکتا ہے۔ مہمان نے کہا کیا مضایقہ یہ کہکر رخصت چاہی۔ میزبان نے کہا اچہا تو ٹہیرئے مین گہر مین جاکر دیکہون کچہہ بچا کہچا ہو تو لے آؤن۔ گہر مین گیا تو پہر گہنٹوں کا غوطہ لگایا۔ بڑی دیر کے بعد نکلا تو پہر کہا کچہہ موجود نہین معاف کیجئے مہمان ہشّاش بشّاش رخصت ہونے لگا۔ تو اوسنے پہر کہا کہ آپ جاتے تو ہین مگر میرا جی نہین چاہتا کہ آپ بہوکے چلے جاوین ذرا صبر کیجئے تو کچہہ تدبیر کرون بزرگ نے فرمایا کیون تکلیف کرتے ہو اسکا کچہہ مضایقہ نہین مین جاتا ہون۔ میزبان پہر گہر مین گیا اور تہوڑی دیر کے بعد اندر سے کہا شاہ صاحب تشریف لیجائیے۔ شاہ صاحب نے پکار کر سلام کیا اور چلنے لگے گلی کے باہر ہوگئے تہے کہ پہر اوس شخص نے پکارا اور کہا کہ اور تو کچہہ نہین ہوسکتا یہ ایک پیسہ حاضر ہے۔ شاہ صاحب نے بے تکلف لیلیا اور خوشی بخوشی پہر چلے اوس شخص نے بلایا اور کہا کہ میان فقیر تو بڑا طماع ہے ایک وقت کے کہانے کے واسطے تو میری تمام رات ضائع کی شاہ صاحب رونے لگے اور ہاتہہ جوڑے کہ بہائی خدا کیلیئے میری خطا معاف کر واقع مین میرے سبب سے تجکو آج تکلیف ہوئی یہ شخص بولا کہ جی چاہتا ہے اس قصور کے بدلے تیرے سب کپڑے اوتروالون شاہ صاحب نے فوراً عمامہ اور کرتا اوتار

اوس کے پیرون پر رکھدیا اور سلام کرکے رخصت ہوئے۔ تب تو اوس شخص نے دوڑکر شاہ صاحب کے قدمون پر سر رکھدیا اور کہا کہ واقع مین آپ بڑے بزرگ آدمی ہین اور اس امتحان مین مجھ سے بڑا قصور ہوا لِلّٰہ معاف فرمائیے۔ شاہ صاحب نے اوسکو اوٹھا کر سینہ سے لگالیا اور کہا کہ میان تمہارا کدہر خیال ہے کیسے بزرگ اور کہان کی خداپرستی مین تو پیٹ کا کتا ہون سب کتے یہی کرتے ہین جو مینے کیا۔ ٹکڑہ اوکہا ئو بلاؤ دوڑے آئے ذرا دہمکادو قدم دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔ **نقل**

سلطان **ابراہیم ادہم** رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ بادشاہی چھوڑکر گورستان مین کیون بیٹھے رہتے ہو اور مردون سے صحبت رکھتے ہو فرمایا کہ مینے اہل دنیا کو چار قسم پر پایا۔ بعضے مرگئے ہین اور بعضے جیتے ہین اور دنیا مین موجود ہین اور بعضے مان کے پیٹ مین اور بعضے باپ کی پیٹھ مین آنے کے مستعد۔ جو مرگئے ہین وہ قبرون مین چلاتے ہین کہ باقی ماندو ہم لوگ بغیر تمہارے قید خانہ لحد مین گرفتار ہین تم آچکو تو قیامت برپا ہو اور ہم اس تنگی اور تاریکی سے مخلصی پائین اور جو پشت پدر اور رحم مادر مین ہین وہ کہتے ہین کہ دنیا کے رہنے والے عدم کو کیون نہین جاتے۔ اور دنیا کیون نہین خالی کرتے غرض ایک طرف سے ہنکاتے اور دوسری طرف سے بلاتے ہین۔ اس صورت مین کسطرح ترک دنیا نکرون اور ملک آخرت کا طالب نہوؤن کہ ملک وہان کا بے زوال اور بادشاہ اوس ملک کا لایزال ہے۔ بہت بادشاہ زمانہ کے مرگئے اور کچھہ نام و نشان اونکا باقی نرہا۔ موت عجب راہ ہے کہ امیر و وزیر درویش و تونگر غنی و فقیر خواجہ و غلام سب اس راہ مین چلتی ہین جس نے شربت زندگانی کا پیا ضرور ہے کہ زہر موت کا بھی چکھے خوشحال اون لوگون کا کہ قبل مرنیکے ترک ماسوائے اللہ کرکے راضی اور مستعد کوچ کے رہین۔ **قول** **سقراط** نے کہا ہے کہ سب سے بڑی سلطنت یہ ہے کہ انسان ہوا و ہوس پر غالب آوے اور کامل عارف وہ ہے کہ جس سے دشمن بھی بے خوف ہون نہ کہ دوست ڈرین۔ **قول** مولانا **شمس الدین** فرماتے ہین کہ اکثر لوگ کہاوت سے آج کا کام کل پر چھوڑ دیتے ہین اور یہ نہین سوچتے کہ آج کا دن کل کے روز کی کل ہے کل کی کل کو کیا کیا جو آج کی کل کو کرینگے۔ **قول** حکیم **فیثاغورس** نے کہا ہے کہ انسان کو

چاہیئے کہ شب کو سوتے وقت دن بہر کے اپنے اعمال نیک وبد کا حساب کرے جو کچہہ نیک بن پڑا ہو اوسکے
واسطے شکر خدا کا کرے اور بد کیواسطے نفس کو ملامت اور توبہ و استغفار کرے۔ **قول** حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سالک پر در رحمت تین بات سے وا ہوتا ہے۔ اول اگر دو عالم
بخش دین تو خوش نہو۔ دویم اگر سلطنت دو عالم اوس سے چہین لین تو ناخوش نہو۔ سیوم اگر کیسی ہی
مدح و نوازش کے ساتہہ اوس سے پیش آوین دم مین نہ آوے۔ **قول** حضرت **شفیق بلخی** فرماتے
ہین کہ خردمند وہ ہے جو دنیا کو دوست نرکہے اور زیرک وہ ہے جو دنیا کے فریب مین نہ آوے اور تونگر
وہ جو مقسوم پر راضی رہے اور درویش وہ جسکو طلب زیادت نہو۔ **قول** حضرت **حارس عالیسی**
کا قول ہے کہ دنس چیز سے انسان منازل شریف کو پہونچتا ہے۔ اول خدا کی قسم نہ کہانا نہ سچ نہ جہوٹہہ
نہ سہواً نہ عمداً۔ دویم جہوٹہہ سے پرہیز کرنا۔ سیوم حتی الامکان وعدہ نکرنا اور کرنا تو اوسکو خلاف
نکرنا۔ چہارم کسی پر لعنت نکرنا گو ظالم ہی ہو۔ پنجم کسیکو دعاے بد نکرنا نہ قول سے نہ فعل سے اور
کسی سے انتقام نہ چاہنا اور براے خدا تحمل کرنا۔ ششم کسی پر گواہی ندینا خواہ شرک خواہ کفر یا نفاق
کی۔ ہفتم قصد معصیت ہرگز نہ کرنا چہ ظاہراً چہ باطناً۔ ہشتم اپنا رنج دوسرے پر نہ ڈالنا خواہ کم ہو خواہ
زیادہ۔ نہم طمع خلق سے بالکل اوٹہا دینا اور کسی سے سواے حق تعالی کے امید نرکہنا۔ دہم۔
بلندی درجہ نہ ڈہونڈہنا اور سبکو فاضل تر اپنے اوپر سمجہنا۔ **قول**۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ
جو کوئی تم سے پوچہے کہ خدا سے ڈرتے ہو یا نہین چاہیئے کہ جواب ندو اور چپکے ہو رہو کیونکہ جو کہو کہ
نہین ڈرتے تو کافر ہوگے اور جو کہو کہ ڈرتے ہین تو جہوٹے ہو کیونکہ تمہارے اعمال ڈرنیوالون
کے سے نہین ہین۔ **قول** حکیم **بقراط** نے کہا ہے کہ عمر تہوڑی ہے اور کام بہت ہے۔ پس اس
تہوڑی سی عمر کو اوس کام مین صرف کرے جو نہایت ضروری ہو یعنی طلب آخرت و رضاے حق تعالی
مین **قول** حکیم **بزرجمہر** نے کہا ہے کہ مین نے اپنے اوستاد سے پوچہا کہ لوگونکو شرم کس سبب سے
پیدا ہوتی ہے کہا دیندار کو دین کے خوف سے اور بیدین کو نادانی سے۔ **نکتہ** درویشی اوسکو کہتے ہین
کہ آپ کسی سے کچہہ طمع نکرے جو کوئی آپ سے کچہہ دیوے تو منع نکرے اور جو کچہہ پاوے تو جمع نکرے

نکتہ۔ جو بات کہ ذکر حق سے خالی ہے لغو ہے جو خموشی فکر سے خالی ہے سہو ہے۔ اور جو نظر عبرت سے خالی ہے لہو ہے۔ نکتہ۔ جب تک دنیا اور عقبیٰ کی محبت نہ مٹادے گا دل مین خدا کی محبت نہ جمے گی جیسے بوئی ہوئی زمین پر نہین بوتے اور لکھے ہوئے کاغذ پر نہین لکھتے ہین۔ نکتہ۔ دنیا کا آرام جیسے بجلی کا اوجالا دنیا کا رنج جیسے گھٹا کا اندہیرا نہ اوسے قیام نہ اوسے پایداری۔ پس دنیا کے آرام کی خوشی نہ کر اور رنج کا غم نہ کر۔ نکتہ۔ تعجب اون لوگون سے ہے کہ جو جانتے ہین کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور پہر دنیا کی خاطر دین برباد کرتے ہین اور سچ جانتے ہین کہ خدا رزاق بندہ کا ہے اور پہر اپنے کاروپیشہ پر بہروسا کرتے ہین اور جانتے ہین کہ مرنا برحق ہے اور پہر غفلت مین عمر کہوتے ہین نکتہ۔ ہر شے زندہ پاک ہے اور مردہ ناپاک خلاف نفس کے جب تک زندہ رہے ناپاک ہے مگر جب مرجاوے تو پاک ہوجاوے۔ نکتہ۔ خوش نصیب وہ امیر جو نیازمند فقیر کا ہو اور بدنصیب وہ فقیر جو نیازمند امیر کا ہو ؎

اے پسر پیش فقیری سلطنت کیا مال ہے
بادشاہ آتے ہین پابوس گدا کے واسطے

نکتہ۔ زندگی بڑی کڑوی چیز ہے مگر غفلت نے اوسکو میٹھا کر رکہا ہے اور موت بہت میٹھی چیز ہے مگر غفلت سے تلخ نظر آتی ہے۔ نکتہ۔ پیر وہ جسکے دل پر سیاہی نہ رہے نہ کہ وہ جسکے بالون کی سیاہی جاتی رہے اور افسوس اوس پر کہ جسکے بال سفید ہوجاوین اور دل سیاہ بنا رہے

نکتہ۔ اہل ظاہر کی آرایش آخرت کی آلایش ہے اور اہل باطن کی آرایش آخرت کی آسایش ہے

نکتہ۔ جب انسان مالدار ہوتا ہے تو مصروف مال ہو کر بندگی سے غافل رہتا ہے اور جب تنگدست ہوجاتا ہے تو تنگدلی فرصت خداطلبی کی نہین دیتی۔ نکتہ۔ دنیادار مرتے وقت دنیا سے تین حسرت لیجاتا ہے۔ ایک یہ کہ سیر ہو کر جمع نکر پایا۔ دوسرے یہ کہ دل کی سب مرادین بر نہ آئین۔ تیسرے یہ کہ سامان سفر عقبیٰ بن نہ پڑا۔ نکتہ۔ جو خدا کو پہچان لیتا ہے وہ خدا سے محبت کرتا ہے اور جو دنیا کو پہچان لیتا ہے وہ دنیا سے نفرت کرتا ہے۔ نکتہ۔ اگر اپنے مرنے کے بعد دنیا کا حال دریافت کیا چاہے کہ کیا ہوگا تو اورونکے مرنے کے بعد دیکھ لے کہ کیا ہوتا ہے۔ نکتہ۔ جو خدا سے نہین ڈرتا

وہ سب سے ڈرتا ہے۔ نکتہ۔ جو خدا سے ڈرتا ہے اوس سے سب کوئی ڈرتا ہے۔ نکتہ۔ زاہد لوگ
بادشاہ آخرت کے ہین اور عارف لوگ زاہدون کے بادشاہ۔ نکتہ۔ ناخدا شناسونکو آتش عذاب
ہے اور خداشناس آتش کو عذاب ہین۔ نکتہ۔ لذت اور خوبی طعام ازلب تا بکام ہے اس قدر
جلد گذران لذت سے صبر کرنا ممکن ہے اور صبر کا ثمرہ بے پایان ہے۔ نکتہ۔ کمّل اوڑھنا اور نان جو
کہانا زہد نہین ہے۔ دنیا کو دل ندینا اور اوس سے امید نرکھنا زہد ہے۔ نکتہ۔ اگر گناہ کی مہر
گناہ کرنے والون پر ہوا کرتی تو کوئی اوس مہر سے نہ بچتا۔ نکتہ۔ اگر کوئی مدح سے خوش ہو اور ذم سے
ناخوش تو یقین جانے کہ ابہی بُرا ہون۔ نکتہ۔ تین چیزین انسان کے واسطے ہلاکت ہین۔
گناہ کرنا امید توبہ پر۔ توبہ نکرنا امید زیست پر اور بے توبہ رہجانا امید رحمت حق پر۔ نکتہ۔ سفر
دو طرح کا ہوتا ہے ایک سفر دنیا دوسرا سفر آخرت۔ سفر دنیا مین توشہ اپنے ہمراہ رکھنا چاہیے
اور سفر آخرت مین اپنے آگے بہیجنا چاہیے۔ نکتہ۔ اگر دنیا نہ چھوٹ سکے تو محبت دنیا کی چھوڑ
کیونکہ حق تعالیٰ کو اتنی ترک دنیا سے غرض نہین جتنی ترک محبت دنیا سے ہے۔ نکتہ۔ مردان خدا
کے ساتھ مانوس ہونا خدا کے ساتھ اُنس کرنا ہے۔ نکتہ۔ زبان کو نگاہ رکھنا بڑی نگہبانی ہے
اور دل کی پاسبانی سب سے بڑہکر پاسبانی ہے۔ نکتہ۔ دنیادار جیسے سوار کشتی کے کہ
وہ اون کو لئے پہرتی ہے اور وے سوتے ہین۔ نکتہ۔ جب کام بنتا ہے تو آدمی اپنی تدبیر کی
خوبی سمجھتا ہے اور جب بگڑتا ہے تو تقدیر کے حوالہ کرتا ہے یہ خصلت شیطان کی ہے۔ اگر بنے
پر تقدیر کی خوبی سمجھے اور بگڑے پر تدبیر کی تو انسان ہے۔ نکتہ۔ انسان کا وجود کشتی ہے دل اوسکا
ناخدا ہے اور عقل دوربین ہے۔ لکڑی کی کشتی ہوا سے چلتی ہے۔ انسان کی کشتی ہوا سے ڈوبتی
ہے اوس کشتی کو ناخدا پار لگاتا ہے اِس کشتی کو فضل خدا جب وہ کشتی سلامت کنارہ پر پہونچتی ہے
کتنی خوشی ہوتی ہے۔ اگر یہ کشتی پار لگی تو سوچنا چاہیے کیا خوشی حاصل ہو۔ نکتہ۔ محبت تین قسم کی
ہے۔ ایک محبت دنیا کی اِس کا پہل حسرت ہے۔ دوسرے محبت عقبیٰ کی اسکا نتیجہ بہشت ہے تیسرے
محبت خدا کی اسکا ثمرہ خدا ہے پند چار چیز کو چار چیز سے بچا۔ دل کو حسد سے زبان کو دروغ سے

اعمال کو مکر سے شکم کو لقمۂ حرام سے۔ نکتہ۔ شرم دو قسم کی ہے۔ ایک شرم خلق سے۔ دوسرے شرم
خالق سے۔ شرم خلق کی دنیا دارونکا کام ہے اور شرم خالق خدا کے پیارونکا۔ نکتہ۔ دس خصلتیں
کتے مین ایسی ہین کہ اگر انسان مین ہون تو صاحب ایمان ہو جاوے۔ اول یہ کہ خلقت مین اوسکی
قدر نہین ہے اور یہ علامت مسکین کی ہے۔ دویم یہ کہ فقیر ہے کہ کچھ مال نہین رکھتا۔ یہ صنعت مجردون
کی ہے۔ سیوم یہ کہ کوئی جگہہ اوسکی معین نہین ہے تمام روئے زمین اوسکی جگہہ ہے اور یہ علامت
متوکلون کی ہے۔ چہارم یہ کہ اکثر اوقات بھوکا رہتا ہے اور یہ آداب صالحونکے ہین۔ پنجم یہ کہ اوسکا
مالک اگر اوسکو مارے یا آزار پہونچاوے اوسکا دروازہ نہین چھوڑتا ہے یہ علامت وفادارون
اور طالبون کی ہے۔ ششم تھوڑا سوتا ہے یہ علامت محبونکی ہے۔ ہفتم یہ کہ کتنی ہی اوسپر سختی پڑے
کچھہ خیال نہین کرتا اور جواب نہین دیتا یہ خاصون کی علامت ہے۔ ہشتم یہ کہ مار نیکے وقت اکثر سکوت
اختیار کرتا ہے اور یہ علامت اہل رضا کی ہے۔ نہم یہ کہ جو کچھہ اوسکا مالک دیتا ہے وہ کھالیتا ہے اوسپر
راضی رہتا ہے یہ علامت قانعون کی ہے۔ دہم یہ کہ جب مرجاتا ہے تو کچھہ اوسکی میراث باقی نہین رہتی اور
یہ علامت زاہدون کی ہے۔ نکتہ۔ احمق وہ شخص ہے جو دنیا پر دل لگا دے اور امید وفا رکھے جیسے
کوئی شخص مالدار عورت سے شادی کرے اور تابعداری کی امید رکھے۔ نکتہ۔ حق تعالی تین شخص کو
دوست رکھتا ہے اور تین شخص کو نہایت دوست رکھتا ہے۔ پارسا کو دوست رکھتا ہے اور جوان پارسا
کو نہایت دوست۔ جوانمرد کو دوست رکھتا ہے اور فقیر جوانمرد کو نہایت دوست رکھتا ہے۔ تواضع کرنیوالے
کو دوست رکھتا ہے اور امیر تواضع کرنے والے کو نہایت دوست رکھتا ہے۔ نکتہ۔ تین شخص خدا کے
دشمن ہین اور تین نہایت دشمن۔ بدکار دشمن ہے اور بڈہا بدکار نہایت دشمن۔ کنجوس دشمن ہے
اور دولتمند کنجوس نہایت دشمن۔ مغرور دشمن ہے اور درویش مغرور نہایت دشمن۔ نکتہ۔ چار صفت
لڑکون مین ایسی ہین کہ اگر جوان آدمی مین ہون تو ابدال ہو جاوے ایک یہ کہ رنج کا گلہ نہین۔ دوسرے یہ
کہ روزی کی فکر نہین۔ تیسرے یہ کہ جو پاتے ہین دوسرے دنکو نہین رکھتے۔ چوتھے اگر آپسمین لڑتے
ہین تو بغض دل مین باقی نہین رہتا۔ نکتہ۔ دل کو خانہ خدا کہتے ہین کسیکا دل دکھانا خدا کا گھر ڈہانا ہے

نکتہ۔ دنیا وآخرت مین فرق باندی اور بی بی کا ہے۔ بڑا احمق وہ جو باندی اور بی بی مین تمیز نکرے
نکتہ۔ محبت نرکہہ دنیا سے کہ وہ گہر ایمان والون کا نہین اور ایذا اندے کسیکہ وہ پیشہ ایمان
والون کا نہین۔ نکتہ۔ چہوڑنا تمام دنیا کا لینا ہے تمام اوسکے کا جسنے چہوڑا تمام کو لیا تمام کو اور جس
نے لیا تمام کو چہوڑا تمام۔ پس لینا اوسکے چہوڑنے مین ہے اور چہوڑنا اوسکے لینے مین۔ نکتہ لوگ
تین تہائی ہین ایک تہائی اللہ کی ایک تہائی نفس کی اور ایک کپڑے کی جو اللہ کی ہے وہ روح ہے
جو نفس کی ہے وہ عمل ہے۔ جو کپڑے کی ہے وہ بدن ہے۔

سوال نوشیروان بادشاہ وجواب بزرجمہر وزیر کا

سوال۔ خدا سے کیا مانگے۔
جواب۔ خیر وعافیت دارین۔ سوال۔ سلوک کیا ہے۔ جواب۔ تعمیل احکام الٰہی کو سب
پر مقدم رکہنا اور بندگان خدا پر شفقت کرنا۔ سوال۔ عمر کس طور سے بسر کرنی چاہیئے۔ جواب
خوشنودی اور کم آزاری کے ساتہہ۔ سوال۔ دنیا کیا ہے۔ جواب۔ جو عقبیٰ مین کام نہ آوے
سوال۔ روشنائی راہ سلوک کیا ہے۔ جواب۔ نفس کُشی۔ سوال۔ نفس کشی کی کیا
تدبیر ہے۔ جواب۔ مخالفت نفس۔ سوال۔ بدی کس کے ساتہہ کرے جواب۔ اپنے
نفس کے ساتہہ۔ سوال۔ مرد عارف کون ہے۔ جواب۔ جو کسیکے ساتہہ آزار کا قصد نکرے
سوال۔ کم آزاری کی صفت کیسے حاصل ہو۔ جواب۔ برکت صحبت علما وحکما سے۔ سوال
فقر مین کیا بات اختیار کرے۔ جواب۔ تسلیم ورضا۔ سوال۔ عبادت الٰہی مین دل کیسے لگے
جواب۔ موت کی یاد رکہنے سے۔ سوال۔ دل کو کون چیز سیاہ کرتی ہے۔ جواب۔
محبت دنیا۔ سوال۔ دل کیسے روشن ہو۔ جواب۔ ذکر الٰہی سے۔ سوال۔ دنیا مین کیسے
رہے۔ جواب۔ جیسے سرائے مین مسافر۔ سوال۔ انسان کو اپنی جان سے عزیز ترکیا
شے ہے۔ جواب۔ دیندار کو دین اور بیدین کو زر۔ سوال۔ گناہ کی دوا کیا ہے۔ جواب
توبہ۔ سوال۔ سب سے بڑہکر کونسا ورد ہے۔ جواب۔ نام خدا اور یاد موت۔ سوال۔ غافل
کسکو کہتے ہین۔ جواب۔ جو دنیا کی بیوفائی سے آزردہ نہو۔ سوال۔ عالی ہمّت کون ہے۔

جواب - جو نعمت عقبیٰ کو نعمت دنیا پر اختیار کرے - سوال - انجام کار کیا بہتر ہے - جواب - خوشنودی حق تعالیٰ - سوال - توبہ کرنا جوانی مین بہتر ہے یا بڑہاپے مین - جواب - جوانی مین کیونکہ بڑہاپے کی توبہ بیچارگی ہے - سوال - اسلام کیا ہے - جواب - سر جھکانا جناب خداوندی مین - سوال - ایمان کیا ہے - جواب - برحق جاننا ذات واجب الوجود کا - سوال - یاد رکھنا کے چیز کا بہتر ہے - جواب - چار چیز کا - اول اپنی موت کا - دویم دوسرے کے احسان کا - سویم تجربہ روزگار - چہارم پند ناصحان سوال - بہولنا کے چیز کا بہتر ہے - جواب - تین چیز کا اول اپنی ہستی - دویم اپنا احسان - سیوم دوسرے کی بدی - سوال - عبادت کس بات سے مقبول ہوتی ہے - جواب - طہارت ظاہری و باطنی سے - سوال - طہارت ظاہری کیا ہے - جواب - جسم و جامہ کو پاک رکہنا نجاست ہر گونہ سے - سوال - طہارت باطنی کیا ہے - جواب - دل کو پاک رکہنا جمیع ہوا و ہوس سے - سوال - روح کو جسم سے کیا نسبت ہے - جواب - جو نسبت سوار کو سواری سے ہے - سوال - ایمان کیسے سلامت رہے - جواب - صبر و شکر و عبادت و ریاضت و تقویٰ و تحمل و دینداری سے - سوال - نفس کسکو کہتے ہین - جواب - وہ قوت جو بدی کی طرف مائل کرے - سوال - روح و عقل مین کیا نسبت ہے - جواب - جو نسبت بادشاہ اور وزیر مین ہے - سوال - موت کیا شے ہے - جواب - ایک مخلوق الٰہی ہے جمیع مخلوقات سے زبردست اور غالب تر - سوال - حیات کیا شے ہے - جواب ایک صفت ہے صفات لم یزلی سے کہ جملہ عالم کی خلقت اوس سے ہے - سوال - عالم کتنے ہین جواب عالم دو ہین ایک عالم غیب دوسرے عالم شہود - سوال - عالم کی مثال کیا ہے - جواب - یہی عالم ہے کہ مثل پردہ کے عالم غیب اور عالم شہود مین حائل ہے اور اوسکو عالم برزخ بہی کہتے ہین - سوال - اول موت ہے یا حیات - جواب - اول موت پہر حیات بعدہ موت ثانی پہر حیات ثانی سوال - پردہ مثالی عالم غیب پر چہایا ہوا ہے یا عالم شہود پر - جواب - عالم شہود پر - سوال - علم باطن کیا ہے - جواب - مغز علم ظاہر کا - سوال - علم ظاہر و باطن مین کیا فرق ہے - جواب - اسم اور مسمیٰ کا - سوال - عارف کا کیا پتہ ہے - جواب - جون جون دانائی بڑہے تون تون اپنے تئین

نادان سمجھے اور دنیا کے اندھونکو دیوانہ نظر آوے۔ **سوال**۔ دانش کیا چیز ہے۔ **جواب**۔ عقل جو چراغ دماغ ہے۔ **سوال**۔ عقل کو معرفت الٰہی مین کچھ دخل ہے۔ **جواب**۔ کچھ نہین۔ **سوال**۔ عقل کی روشنی کیا ہے۔ **جواب**۔ علم۔ **سوال**۔ علم کی روشنی کیا ہے۔ **جواب**۔ تقویٰ اور طہارت۔ **سوال**۔ عشق کیا شے ہے۔ **جواب**۔ عشق ایک آتش غیبی ہے۔ **سوال**۔ بزرگون کی صحبت اور نصیحت کیسے اثر کرے۔ **جواب**۔ طلب راہ نجات سے اور خود دانی کو دلسے دور کرنے سے۔ **سوال**۔ مذہب کونسا اچھا ہے۔ **جواب**۔ دہقان کا جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ **سوال**۔ محبت خدا کیسے پیدا ہو۔ **جواب**۔ دو طور سے اول انصاف کے ساتھ اپنے واسطے عطایا ایزدی کو ملاحظہ کرنے سے۔ دویم عنایت الٰہی سے۔ **سوال**۔ اندھا کون ہے۔ **جواب**۔ جو مردہ دیکھے اور اپنی موت نہ دیکھے۔ **سوال**۔ بہرا کون ہے۔ **جواب**۔ جو نصیحت نہ سُنے۔ **سوال**۔ گونگا کون ہے۔ **جواب**۔ جو قابل ہو کر نصیحت نکرے۔ **سوال**۔ دو جہان کی نعمت کسکو حاصل ہے۔ **جواب**۔ اوسکو جو ہر دم نفس کو تنبیہ کرتا رہے اور تہذیب و اخلاق مین مصروف رہے۔ **سوال**۔ نفس کو تنبیہ کیسے کرے۔ **جواب**۔ اِس طور سے کہ اے نفس اگر خدا کی بندگی نہین کرتا تو اوسکی روزی مت کہا اور اوسکی رضا پر راضی نہین ہوتا تو اوسکے ملک سے نکل جا اور اوسکی عطا سے خوش نہین ہوتا تو دوسرا خدا ڈھونڈھ لے کہ بڑھکر دے۔ **سوال**۔ انسان کے ساتھ نفس کی آفت کیون لگا دی گئی ہے۔ **جواب**۔ سعید اور شقی کے امتیاز کو کیونکہ نفس نہوتا تو ہر کس و ناکس سعید تہا۔ **سوال**۔ دلیل ایمان کی کیا ہے۔ **جواب**۔ اول زبان سے اقرار۔ دویم دل سے تصدیق سویم۔ ارکان سے عمل۔ **سوال**۔ بندہ راضی کیسے جانا جاوے۔ **جواب**۔ جب محنت پر ایسا شاکر ہو جیسا نعمت پر۔ **سوال**۔ زہد بندہ کتنا کر سکتا ہے۔ **جواب**۔ بقدر رغبت عقبیٰ۔ **سوال**۔ بیماری دل کی کیا شناخت ہے۔ **جواب**۔ چار علامت ہین ایک طاعت مین لذت نہ پانا۔ دوسرے خدا سے نہ ڈرنا تیسرے چیزون کو عبرت سے نہ دیکھنا اور چوتہے عالم سے جو کچھ سُنا اوسکو سمجھ نہ لینا۔ **سوال**۔ توبہ عوام الناس کی کیا ہے۔ **جواب**۔ توبہ کرنا گناہ سے۔ **سوال**۔ توبہ خواص کی کیا ہے۔ **جواب**۔ توبہ کرنا غفلت سے۔ **سوال**۔ توبہ کے قسم کی ہے۔ **جواب**۔ توبہ کی دو قسم ہے ایک عذاب سے

ڈر کر توبہ کرنا جسکو توبہ انابت کہتے ہین۔ دوسرے خدا سے شرما کر توبہ کرنا جسکو توبہ استحیات کہتے ہین۔
سوال۔ توبہ کس عضو پر لازم ہے۔ **جواب**۔ توبہ ہر عضو پر لازم ہے دل پر نیت بد سے آنکھہ پر نظر
بد سے کان پر استماع بد سے پانون پر قدم بد سے شکم پر خورش بد سے قس علی ہذا۔ **سوال**۔ خدا ملنے
کی کوئی صورت ایسی بہی ہے کہ ہرگز خطا نکرے اور سریع الحضور اور مختصر ہو۔ **جواب**۔ تہو کہہ پیا س
ربط۔ **سوال**۔ مخالفت نفس کیا ہے۔ **جواب**۔ ترک کرنا آرزو نکا۔ **سوال**۔ خدا کے ساتھہ انس
ہونیکی کیا علامت ہے۔ **جواب**۔ خلق سے انس نہونا۔ **سوال**۔ علامت اخلاص کیا ہے **جواب**
تین باتین۔ اول اپنی مدح اور ذم کو یکسان سمجہنا۔ دوسرا اپنے اعمال پر نظر نہ کرنا۔ تیسرے اپنے
اعمال سے امید ثواب نہ رکہنا۔ **سوال**۔ علامت یقین کی کیا ہے۔ **جواب**۔ تین چیز۔ ہر شے
مین نظر بخدا رکہنا۔ ہر کار مین رجوع بحق کرنا ہر حال مین استمداد خدا سے کرنا۔ **سوال**۔ بار عیال
راہ حق مین کیسے اوٹہا وے۔ **جواب**۔ دل بیار و دست بکار رہنے سے۔ **سوال**۔ متکبر
کون ہے۔ **جواب**۔ جو اپنے تئین دوسرے سے بڑہکر جانے۔ **سوال**۔ مال حرام سے صدقہ
دینا کیسا ہے **جواب**۔ جیسے ناپاک کپڑے کو خون سے دہونا۔ **سوال**۔ صبر کیا ہے **جواب**
نشانہ ہونا تیر بلا کا۔ **سوال**۔ رضا کیا ہے۔ **جواب**۔ اجراے احکامات الٰہی مین آرام کرنا
سوال تسلیم کیا ہے۔ **جواب**۔ ثابت قدم رہنا نزول بلا مین بلا تغیر و تبدل ظاہری یا باطنی
کے۔ **سوال**۔ حیا کیا ہے۔ **جواب**۔ باز رہنا خوے بد سے۔ **سوال**۔ محبت کیا ہے۔
جواب۔ میلان بجانب مطلوب ظاہراً و باطناً کہ تن جان اور مال اوسپر نثار ہو اور ہر پہلو سے
اوسکی متابعت اور موافقت کیجاوے۔ **سوال**۔ خوف کیا ہے **جواب**۔ خلاف مرضی ایک حرکت
نکرنا فقط

تمت

تقاریظ

رقعہ نوشتہ منبع علم وفضیلت جناب مولوی سید کرامت حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا

بنام مصنف کتاب

مین نے جواہرالاخلاق کو مختلف مقامون سے دیکھا۔ اس مین شبہ نہین کہ جناب والا نے اس کتاب کی تصنیف مین بڑی محنت فرمائی ہے اور اونچے درجہ کی حذاقت نمایان کی ہے۔ یہ گران بہا کتاب انشاءاللہ خلایق کو پسند آویگی اور خاص وعام اُس سے بہرہ ور ہونگے اور جناب والا کا نام نامی فن اخلاق کے مصنفون مین صفحہ روزگار پر جلی حرفون مین ثبت رہیگا فقط

۱۰ رجولائی سنہ ۱۹۰۰ع

تقریظ نوشتہ چشمۂ علم وفضیلت معدن فیض وبرکت جناب مولوی شیخ امین الدین صاحب متخلص بہ ایمان قاضی قصبہ کوڑا جہان آباد

سامعہ کو خوش خبری اور باصرہ کو مژدہ ہو کہ ان دنون سراپا اشفاق مجسم اخلاق مردمک چشم مروت فروغ دیدۂ فتوت دوست باوفا صاحب ایمان وحیا مقبول کونین منشی **مرزا محمد لیاقت حسین** صاحب مجسٹریٹ ریاست چرکھاری ملک بندیل کھنڈ کے باغبان فکر نے ایک نیا باغ ہمیشہ بہار اور گلستان بے خار شہر چرکھاری مین تیار کیا ہے یعنی کتاب لاجواب یکتائی مین طاق مسمی **جواہرالاخلاق** تالیف کی ہے اُردو روزمرہ صاف صاف لکھی ہے۔ ماشاءاللہ بہ طبیعت مولف نے اِس

کوہستان مین نیا گُل کِھلایا ہے رنگینی فکر غیرت گلزار نے کیا خوب رنگ دکھایا ہے دیباچۂ کتاب دروازۂ گلشن ہے۔ جدول اِس مین چارون طرف چار دیوار چمن ہے جو نقل و حکایت ہے گلستانِ حذاقت ہے۔ جو نکتہ و نصیحت ہے خیابانِ حکمت ہے ہر سطر شاخ سُنبل ہر دائرہ گُل ہر نقطہ زرگُل ہے صداے آفرین سامعین مضامین رنگین اُس باغ کے لئے شور بلبل ہے۔ بیاض بین السطور روش گلستان سے ہزار درجہ صاف ہے۔ ہر ورق اس کا برنگ برگ گل رنگین و شفاف ہے۔ اشعار مطالب راست کے صد ہا سرو و شمشاد لب جو بار نثر صاف و سلیس پر استادہ ہین۔ غنچہ ہاے مضامین سربستہ بہ تحریک نسیم شوق سامعین گُل ہونے پر آمادہ ہین کدھر ہین گُل چینانِ خیابانِ سخن کہ اپنے دامنِ دل کو گلہاے اخلاق اس باغ سے بھر لین اور کہان ہین تماشائیان حدیقۂ شوق کہ اِس لالہ زار پُر بہار کی خاطر خواہ سیر کر لین ؎

مقولہ ہے یہی دل سے امین الدین ایمان کا	تماشا اس کا ہے نعم البدل سیر گلستان کا

طرہ یہ کہ دین و دنیا کی بہبودی کے طریقے اِس سے عیان ہین اور ہر اہلِ مذہب کے موافق اس کتاب مین بیان ہین۔ فہرست ابواب سے صاف صاف آشکار ہی کہ گلہاے رنگا رنگ کا ایک گلزار ہے۔ یا الٰہی جب تک گنگا جمنا مین پانی بہے اس ریاض ہمیشہ بہار کی شادابی رہے۔

قطعہ تاریخ تالیف

کرد تالیف منشی لایق	چون کتابے کہ شد بخوبی طاق
گفت ایمان بدرج ہدیۂ نو	دُرِ یکتا جواہر الاخلاق
۲۸۴	۱۶۱۳ = ۱۸۹۷ء

تمت

dress and the book "JAWAHIR-UL-AKHLAQ." Her Majesty also desires me to express to you how highly she values your words of loyalty and attachment to her person and throne.

ABSTRACT FROM THE LETTER OF THE EARL OF LAUDERDALE.

To THE AUTHOR,

Thirleston Castle, London,

" ....I have to congratulate you on the success attending the bringing out of your book (JAWAHIR-UL-AKHLAQ,) as described in your letter.

"I have no doubt it will be read with very great interest by those who know India."

EXTRACT FROM NOTIFICATION OF GOVERNMENT OF INDIA, FOREIGN DEPARTMENT.

No. 257, dated 4th November 1859.

Maharaja Ratan Singh, Bahadur, of Charkhari.

The distinguished services of this Chief, who not only adhered firmly to his alliance with the British Government throughout the rebellion but rendered active assistance to the Queen's troops, and protected the lives of Her Majesty's Christian subjects at the imminent and unconcealed peril of his own and to his own great loss, were on this occasion publicly acknowledged by the Viceroy and Governor-General.

His Excellency was pleased to call the Notice of the Commander-in Chief, and of the assembly to the signal devotion shown by the Maharaja to the Queen's Government in his offer to surrender to the rebels the person of his own son rather than that of a British Agent, who was under his protection and His Excellency enjoined all British Officers who might hereafter enter the territory of the Maharaja, to remember these services and to render to His Highness the respect and consideration which he so eminently deserves.

LETTER FROM THE INDIAN SECRETARY TO HER MAJESTY THE QUEEN-EMPRESS OF INDIA, TO THE AUTHOR.

WINDSOR CASTLE, *17th December 1897.*

Her Majesty the Queen-Empress desires me to convey to you her sincere thanks for your kind ad-

CHAPTER XV.

CHAPTER IX.

CHAPTER X

CHAPTER XI.

CHAPTER XII

CHAPTER XIII

CHAPTER XIV

TABLE OF CONTENTS

OF

JAWAHIR-UL-AKHLAQ.

INTRODUCTION.

CHAPTER I.

EDUCATION,

MENTAL, MORAL, AND PHYSICAL.

CHAPTER II.

DUTIES TOWARDS PARENTS, TEACHERS, NEIGHBOURS, FRIENDS and ENEMIES.

CHAPTER III.

CHAPTER IV.

MANAGEMENT OF A KINGDOM.

JAWAHIR-UL-AKHLAQ,

OR

THE GEMS OF POLITENESS,

Mirza Mohamed Liaqat Husain,

DISTRICT MAGISTRATE,

Charkhari, U. P.

AUTHOR OF

ENGLISH AND URDU GRAMMAR, PERSIAN LETTER WRITER, ETC.

"MANNERS MAKE THE MAN"

Published with the Author's gracious permission by his son,

Mirza Habib Husain, B. A.,

Inventor of Urdu and Hindi Shorthand,

Gold Medalist of M. A.-O. E. Conference and author of

"English and Hindustani Etiquette," etc

1905.

PRICE Rs 2.